مقالاتِ شارحِ بخاری

شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ العزیز

دوم

دائرۃ البرکات گھوسی ضلع مئو

مقالات شارح بخاری

(جلد دوم)

یہ رضویات، تنقیدات، وتعقُّبات کا مجموعہ ہے جس میں امام احمد رضا رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کا جواب اور مسلک اہل سنت اور موجودہ فرقہائے باطلہ کے مابین بنیادی اختلافات اوران کے ہذیانات وخرافات پر علمی بحث کی گئی ہے۔

مرتبین

مولانا حافظ عبد الحق رضوی مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڈھ

و

مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی

سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڈھ

باہتمام

ڈاکٹر محب الحق قادری

ناشر

دائرۃ البرکات قصبہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی، ہند

نام کتاب : مقالات شارح بخاری (جلد دوم)
تصنیف : شارح بخاری، علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، قدس سرہ العزیز
مرتبین : مولانا ارشاد احمد رضوی، مولانا حافظ عبد الحق رضوی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڈھ
کمپوزنگ : یزدانی کمپیوٹر سینٹر متصل مدرسہ شمس العلوم گھوسی متو (فون: ۲۲۳۷۴۳۳)
باہتمام : ڈاکٹر محب الحق قادری، گھوسی، متو
ناشر : دائرۃ البرکات کریم الدین پور گھوسی، متو اتر پردیش، ہند
صفحات :
تعداد :
قیمت :

ملنے کے پتے

۱۔ دائرۃ البرکات کریم الدین پور گھوسی، متو، یوپی، ہند
۲۔ المجمع الاسلامی مبارکپور ضلع اعظم گڈھ، یوپی، ہند
۳۔ المجمع المصباحی مبارکپور ضلع اعظم گڈھ، یوپی، ہند
۳۔ رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ ۶
۴۔ کتب خانہ امجدیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ ۶
۵۔ یزدانی بک ڈپو متصل مدرسہ شمس العلوم گھوسی متو

فہرست مضامین مقالات شارح بخاری

(جلد دوم)

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور شارح بخاری قدس سرہ العزیز کے صفات و کمالات میں ایک صفت مذہبی عزیمت و حمیت اور احقاق حق و ابطال باطل بھی تھی۔ انہیں خصوصیات و کمالات کا آئینہ "مقالات شارح بخاری جلد دوم" ہے۔ جو دو ابواب پر مشتمل ہے (۱) اول رضویات (۲) باب دوم تنقیدات و تعقبات۔ رضویات۔ اس جلد کا بہت ہی اہم باب ہے جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت و جلالت شان کو واضح و روشن کیا گیا ہے۔ بلاشبہ شارح بخاری رضویات کے پاسبان و نگہبان تھے۔ مسلک اہل سنت کو کسی نے بھی۔ کسی طرح اور کہیں سے داغدار کرنے کی کوشش کی اس کا منہ توڑ جواب دیا گیا۔ وہابیوں، دیوبندیوں کے علاوہ دوں کے بیانات و خرافات کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور ان پر ایسے سوالات قائم فرمائے، جن کے جوابات فرقہائے باطلہ دینے سے آج تک عاجز و قاصر ہیں۔ ان فرقہائے باطلہ کے خلاف بہت ہی نوکیلے تیر و نشتر بھی ملیں گے۔ مقالات شارح بخاری کا یہ باب اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا مصداق ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار　　اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

دوسرا باب تنقیدات و تعقبات پر مشتمل ہے اس میں سنجیدہ اور خوش فکر مسلمان جو کسی دیوبندی وہابی، اختلافات کو نہیں سمجھتے۔ اس کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور بد مذہبوں کے سیاہ چہروں سے سفید رومال ہٹا کر ان کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

قدیم، تاریخی بحث، خلافت معاویہ [illegible] علمی و فیصلہ کن بحث بھی باذوق قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

ان مخلصین و معاونین کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کی اشاعت میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا۔ اس کی جزا خدا ہی دے گا۔

احقر کی کوشش و خواہش تھی کہ دونوں جلدیں عرس شارح بخاری کے موقع پر منظر عام پر آجائیں مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اور قارئین سے پر امید ہوں کہ اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں۔ ان کا خاص طور سے مشکور رہوں گا۔

فقط والسلام

محمد محب الحق قادری

خادم دائرۃ البرکات، گھوسی، مئو

۱۳ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ - ۱۴ جنوری ۲۰۰۶ء

(باب اول)

رضویات

لفظ رضا کی تحقیق

حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ نے یہ مکتوب حضرت مولانا قاری امانت رسول پیلی بھیتی کے کچھ استفسارات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ افادہ کے لیے ہدیۂ ناظرین ہے۔ (مرتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور حضور مفتی اعظم ہند اور حجۃ الاسلام کے اسمائے گرامی میں رضا بالفتح ہے۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے اکابر سے بالفتح ہی سنا۔ ان اسمائے مبارکہ میں فارسی ترکیب ہے، اور فارسی میں رضا بالفتح مستعمل ہے۔ فارسی کی مشہور لغت غیاث اللغات میں ہے:

رضا بکسر، خوشنودی۔ بالفتح خوشنود شدن۔ در منتخب بہمیں معنی بالفتح نوشتہ و صاحب کشف و صراح و مؤید الفضلاء و مدار جامع بمعنی اول بکسر نوشتہ اند۔

مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ فارسی میں اس کا تلفظ را کے کسرہ وفتحہ کے ساتھ ہے۔ اور یہی حال اردو کا بھی ہے۔ جیسا کہ فیروز اللغات وغیرہ میں ہے۔ جب فارسی میں اس کا تلفظ بالفتح وبالکسر دونوں ہے تو اس کو از روئے لغت دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ اسمائے مبارکہ اعلام ہیں، اور اعلام میں ظاہر یہی ہے کہ جس نے جس طرح نام رکھا ہے، اسی طرح رہے۔ اور جب یہ ثابت ہے کہ ان بزرگوں کے اسمائے مبارکہ را کے فتح کے ساتھ ہیں تو اس کو کسرہ کے ساتھ پڑھنا درست نہیں۔

کچھ لوگوں کو اشتباہ اس وجہ سے ہے کہ رضا، عربی لفظ ہے، اور عربی کے تمام لغات میں بکسر را ہے لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ عربی سے فارسی میں منقولہ الفاظ میں بہت سے تغیرات ہوئے، اور ان تغیرات کو اہل لسان نے برقرار رکھا، اور وہی فصیح مانا گیا اور

لغات العام فصیح کا بھی یہی مقتضا ہے۔ بلکہ اگر صاحب منتخب کا بیان صحیح ہے تو عربی میں بھی فتحہ راء کے ساتھ آیا ہے۔ تو اب کوئی اشکال ہی نہیں۔ بہر حال اس خادم کو بھی یہی معلوم ہے کہ یہ اسماء مبارکہ راء کے فتح کے ساتھ ہیں۔ المنجد الوسیط میں بکسر راء ہی ہے۔

مصری طریقہ یہ ہے کہ مشدد حرف پر تشدید کے نشان پر اگر اوپر حرکت ہے تو فتحہ ہے اور تشدید کے نیچے ہے تو کسرہ۔ اس خادم کا طریقہ ہے کہ اس سلسلے میں تشدد نہیں کرتا۔ اور نہ کسی کو ٹوکتا ہے۔

محمد شریف الحق امجدی

۱۳ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ ۔ ۱۷ر ۹ر ۱۹۹۷ء

امام احمد رضا اور مسئلہ تکفیر

لکھنؤ میں ۱۰ رشوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۳ راپریل ۱۹۹۳ء آیۃ من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر آل انڈیا سطح پر ایک بہت عظیم سیمینار منعقد ہوا تھا جس میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے بہت سے اہل علم، دانشور، صحافی، شریک ہوئے تھے۔ اس خادم سے متعلق یہ عنوان تھا "مسئلہ تکفیر اور امام احمد رضا" اس وقت میں نے یہ مقالہ لکھا تھا۔ سیمینار کرنے والوں کو لازم تھا کہ اس سیمینار کے اہم مقالوں کو شائع کر دیتے لیکن اہل سنت کے طریقہ معتاد کے مطابق شستند، گفتند و برخاستند پر سیمینار ختم ہو گیا۔ اس وقت جب کہ رضا اکیڈمی ممبئی کے ارکان تکمیل شرح بخاری کا جشن منانے جا رہے ہیں انہیں لوگوں کے حکم کے مطابق یہ رسالہ شائع کیا جا رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ بہت ہی مفید ہوگا۔ میں نے پوری کوشش کی ہے کہ مسئلہ تکفیر کے اہم گوشوں کو عام فہم سلیس انداز بیان سے واضح کروں۔ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا، یہ فیصلہ قارئین کو کرنا ہے۔ (محمد شریف الحق امجدی
۳ ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ / ۱۸ جولائی ۱۹۹۹ء)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز رضی [illegible] عظیم المرتبت جامع جمیع علوم عالم تھے [illegible] تعصب، عناد سے ہٹ کر انصاف و دیانت اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر دیکھا جائے تو زمانۂ ماضی میں صدیوں پہلے ان کی کوئی نظیر نہیں۔ اکاون یا باون فنون میں ان کی تقریباً ایک ہزار تصنیفات جو ایک اندازہ کے مطابق کتابی سائز کے ایک لاکھ صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، جن کے تقریباً چار کروڑ ساٹھ لاکھ الفاظ ہوتے ہیں، یہ میرا تخمینہ ہے اور امید ہے کہ صحیح ہوگا۔ ویسے بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک بار اندازہ لگایا گیا تو یومیہ تحریر کا اوسط ساڑھے تین جز آیا۔ ایک جز سولہ صفحات کا تو حاصل یہ نکلا کہ یومیہ ۵۶ صفحے تحریر فرماتے تھے۔

دس شوال ۱۲۷۲ھ کو ولادت ہوئی۔ ۲۵ر صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا۔ اس حساب سے عمر مبارک ۶۷ر سال ۵ر مہینے ۱۵ر دن کی ہوئی۔

اگرچہ منصب افتا پر فائز ہونے کی تاریخ ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ ہے اس طرح منصب افتا پر فائز رہنے کی کل مدت ۵۳ر سال ۶ر ماہ گیارہ دن ہے۔

لیکن تصنیف وتالیف کا مشغلہ اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں ہدایۃ النحو کی عربی شرح لکھی۔ نیز بہت سے فتاویٰ لکھے جو حضرت والد ماجد کی تصحیح وتصدیق سے مزین ہوئے۔ ان سب کو چھوڑ دیجئے، صرف مسند افتا پر فائز ہونے کے وقت سے حساب لگایئے تو دس لاکھ پینسٹھ ہزار آٹھ سو تینتالیس (۱۰۶۵۸۴۳) صفحات ہوتے ہیں۔

اور اگر یہ نکتہ ذہن میں رکھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فل اسکیپ سائز پر لکھتے تھے اور خط بہت باریک ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی فل اسکیپ سائز کی تحریر کتابی سائز پر کم از کم ڈیڑھ صفحے ضرور ہوتی تھی، تو کتابی سائز پر صفحات کی تعداد تقریباً سولہ لاکھ ہو جائیگی۔ اس تفصیل کی روشنی میں میرا تخمینہ بہت کم ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کے بارے میں واقف کاروں کی تحقیق یہ ہے کہ لگ بھگ ایک ہزار ہیں اور یہ صحیح ہے۔ حضرت مولانا محمد عبد المبین صاحب نعمانی مدظلہ العالی نے بڑی کدو کاوش اور تلاش وجستجو سے ایک فہرست تیار کی ہے جس میں ساڑھے سات سو کی تعداد درج ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ہزارہا ہزار فتاویٰ رجسٹر میں درج نہ ہو سکے۔ میں نے خود مارہرہ مطہرہ اور جبل پور میں بہت سے ایسے فتاویٰ دیکھے ہیں جو مطبوعہ فتاویٰ میں نہیں۔ خود فتاویٰ رضویہ کی کئی جلدیں غائب ہو گئیں۔ کتاب الطلاق، کتاب السیر، کتاب الحظر والاباحۃ غائب ہو گئیں۔ اب جو کچھ چھپے ہیں وہ ان جلدوں کے غائب ہونے کے بعد جو لکھے گئے ہیں وہ چھپے ہیں۔ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "کتاب الطلاق" پہلی جلد سے بھی زیادہ ضخیم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے ۱۲ر ہزار صفحات کے

مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کے کل صفحات سات ہزار سے کچھ زائد ہیں۔

رسائل کا حال یہ ہے کہ سیکڑوں رسائل غیر متعلق لوگوں کے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کے تحریر کردہ موجود ہیں۔

رسالہ مبارکہ "فوز مبین دررد حرکت زمین" اعلیٰ حضرت کے کتب خانے سے غائب ہے وہ ایک مولوی صاحب کے یہاں ملا۔ جسے انہوں نے کثیر رقم کے عوض فروخت کیا۔

رسالہ مبارکہ "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں نے ایک صاحب کے پاس دیکھا۔ اس وقت زیروکس مشین ہندوستان میں نہیں آئی تھی۔ میں نے مانگا کہ دیجیے نقل کر کے واپس کردوں گا انہوں نے انکار کردیا اب کہتے ہیں کہ غائب ہوگیا۔

مطبوعہ فتاویٰ میں جگہ جگہ ملے گا کہ تحریر فرمایا: کما فصلنا فی فتاوینا مگر تفصیل کہیں نہیں ملتی۔ "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" ان تفصیلات کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ جن صاحب کا اندازہ یہ ہے کہ یومیہ ۵۶ صفحات کے لکھنے کا اوسط تھا تو یہ مستعد نہیں۔ میں بہت تو کیا زودنویس بھی نہیں مگر بعض دنوں میں دو دو سو سطریں لکھیں۔

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زودنویسی کا حال یہ تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب فرماتے تھے کہ:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اتنا تیز لکھتے تھے کہ جب تحریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ لکھ نہیں رہے ہیں، ہاتھ میں رعشہ ہے۔ کبھی کبھی ہنگامی ضرورتوں کے موقع پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک صفحہ لکھ کر ہم لوگوں کو صاف کرنے کے لیے دیتے ہم لوگ جتنی دیر میں ایک صفحہ صاف کرتے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ چار پانچ صفحات لکھ لیتے حالانکہ ہماری زودنویسی مشہور تھی۔

ایسا زودنویس شخص ۵۳ رسال تک روزانہ سولہ سولہ، سترہ سترہ گھنٹے تک مسلسل تصنیف وتالیف کا کام کرے تو کوئی مستبعد نہیں کہ اس کی تصانیف کے صفحات دس پندرہ لاکھ تک پہنچ جائیں لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے لگایا ہے۔ یہ معاملہ جذبات کا نہیں، حقائق کا ہے۔ اس لیے اس پر بہت سنجیدگی، متانت اور ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی حاجت ہے۔ بات ایسی کہی جائے کہ اگر کوئی اسے چیلنج کرے تو ثابت کیا جاسکے۔ اگر

ضرورت ہوگی تو میں ثابت کر دوں گا کہ تصانیف کے صفحات کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں۔

اس وقت میں نزہۃ القاری جلد ہشتم کی تصحیح اور فہرست سازی میں مصروف ہوں۔ معاندین نے اب نیا شگوفہ چھوڑا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کل یا اکثر رسائل فتاویٰ رضویہ کے جز ہیں۔ اہلسنت یہ فریب دیتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ کو الگ شمار کرتے ہیں اور فتاویٰ رضویہ میں چھپے ہوئے رسائل کو الگ۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ کچھ رسائل فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے چھاپ دیئے گئے ہیں جس کی تعداد ایک سو اکتالیس (۱۴۱) ہے۔ چلیے مجموعی میزان سے (۱۴۱) نکال دیجئے پھر بھی تعداد آٹھ سو سے زائد ہوتی ہے یہ کیا کم ہے۔

رسائل کی تعداد تو ایک ضمنی بات ہے اور تحقیقی بات تو یہ ہے کہ معاصرین کے سارے فتاویٰ ایک طرف رکھیں سب پر فتاویٰ رضویہ جلد اول بھاری ہوگا۔ انصاف و دیانت شرط ہے جو تحقیقات اور استیعاب اور ابحاث اس میں موجود ہیں ان سے معاصرین کے سارے فتاویٰ خالی ہیں۔ بلکہ اس کی گرد تک نہیں پہنچے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک سوال یہ ہے کہ کن کن چیزوں سے تیمم جائز ہے، اور کن کن چیزوں سے جائز نہیں، اس کا مجمل جامع جواب فقہ کی کتابوں میں یہ ہے کہ زمین اور زمین کی جنس سے جو چیزیں ہیں ان سے تیمم جائز ہے، زمین کیا چیز ہے، سب کو معلوم ہے۔ زمین کی جنس سے کیا کیا چیزیں ہیں اور جنس ارض سے مطلب کیا ہے، اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مطالعہ کی وسعت اور ساتھ ہی ساتھ تحقیق وتفتیش دیکھیے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ زمین میں کیا کیا چیزیں پیدا ہوتی ہے، کیسے پیدا ہوتی ہیں، ان کے مادے کیا ہیں ان سب پر وہ اعلیٰ درجے کی تحقیق فرمائی ہے کہ معدنیات کا بڑا سے بڑا ماہر بھی اس کی گرد تک نہیں پہنچ سکتا۔

تحقیق فرمائی کہ ایک سو اسی (۱۸۰) چیزوں سے تیمم جائز ہے اور ایک سو بتیس (۱۳۲) چیزیں ایسی ہیں جن پر بظاہر جنس ارض کا شبہ ہوتا ہے مگر حقیقت میں جنس ارض سے نہیں۔ اس لیے ان سے تیمم صحیح نہیں۔ قسم اول میں ایک سو سات چیزیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی استخراج ہیں۔ اور قسم ثانی میں تہتر (۷۳) کا استخراج ہے۔ میں نے تو بار بار علانیہ کہا

کہ صرف فتاوٰی رضویہ جلد اول اس کی دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنے معاصرین سے ہر علم میں بدرجہا فائق تھے۔ اور ہر تصنیف تحقیق وتدقیق کے اس اعلیٰ درجہ پر ہے جس میں کسی موافق کو نہ کسی اضافے کی گنجائش اور نہ کسی مخالف کو مجال دم زدن۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی بحث کے تمام گوشوں کو ایسا واضح وآشکارا اور مبرہن، مدلل کر دیا جس میں نہ کہیں لوچ ہے نہ ابہام نہ خفا۔ علمائے حرمین طیبین نے جن کی چند تصنیفات کے مطالعہ کے بعد ان کے وسعت معلومات، تبحر علمی، نکتہ رسی، تحقیق وتدقیق سے متاثر ہو کر یہ فرما دیا۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

اللہ کے لیے یہ بڑی بات نہیں کہ ساری دنیا ایک شخص میں جمع فرما دے کے مصداق ہیں۔ اور ان کے ایک فتوی کو مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا:

لو رآہ ابو حنیفۃ لاقرت عینہ ولجعلہ من اصحابہ

اگر انہیں امام ابوحنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو جاتی اور انہیں اپنے اصحاب میں شامل کر لیتے۔

لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو ان سب فضائل وکمالات پر پردہ ڈالنے کے لیے جوش عناد وتعصب میں انہیں بدنام کرنے کے لیے دن رات پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں کہ انہوں نے سوائے اس کے اور کوئی کام نہیں کیا ہے اپنے سواسب کو کافر کہہ کر مسلمانوں کو آپس میں لڑایا ہے۔ اور فتنہ وفساد پھیلایا ہے۔ اس لیے آج کے اس عظیم الشان امام احمد رضا سیمینار میں جس میں ملک کے مختلف طبقات کے ارباب علم ودانش اور محققین مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالیں گے میں نے اپنے لیے یہ تجویز کیا کہ مسئلہ تکفیر پر کچھ لکھوں، سیمینار کے ارکان کی بھی یہی خواہش تھی جو لوگ داور محشر کے روبرو حاضر ہونے اور ذرے ذرے کے حساب دینے پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ فرقہ وارانہ عصبیت اور طبقاتی عناد سے بالاتر ہو کر میری ان سطور کو ٹھنڈے دل اور دیانت کے ساتھ پڑھیں اور پھر غور کریں اور حقیقت کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کر لیں جن پر ان تمام لوگوں کا اتفاق ہے جو اپنے آپ کو مسلمان

کہتے ہیں، اور جو مسئلہ تکفیر کے اصل الاصول ہیں۔

کیا تکفیر جرم ہے؟

اس سلسلے میں پہلی بحث یہ آتی ہے کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور اس کا بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں لیکن اس سے کوئی ایسا فعل یا اس کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو واقعی کفر ہو تو کیا اس صورت میں اسے کافر کہنا جرم ہے یا اسے کافر کہنا فرض ہے؟ اسے کافر کہنا تخریب ہے یا تعمیر ہے؟ فتنہ پھیلانا ہے یا فتنہ ختم کرنے کی جدوجہد ہے؟ ایسے شخص کو کافر کہنا تعمیر نہیں تخریب ہے اور فتنہ فرو کرنے کی جدوجہد نہیں بلکہ فتنہ انگیزی ہے۔

اس سوال کے جواب میں ہم حقیقت حال پر مطلع ہونے کی خواہش رکھنے والوں کو دینیات کی کتابوں کے ابواب میں سے باب المرتد کے مطالعہ کی زحمت دیں گے؟

اسلاف کے عہد ہی سے عقائد وفقہ کی کتابوں میں بالاتفاق ہر طبقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ایک مستقل باب رکھا ہے، جس میں ان افعال اور ان کلمات کو تفصیل کے ساتھ لکھتے آئے ہیں اور نہایت صراحت کے ساتھ بغیر کسی اشتباہ کے واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کیا وہ کافر اور جس نے یہ قول کیا وہ کافر۔

بلکہ خود قرآن مجید پہ نظر کی جائے تو اس میں عہد رسالت کے بہت سے نمازیوں، غازیوں اور قسمیں کھا کھا کر کلمہ پڑھنے والوں کو اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی کلمہ کفر بکا کافر فرمایا۔

ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابو الشیخ عدی بن ابی حاتم نے اپنی تفسیر در منثور جلد ثالث میں ص ۲۵۴ میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ کہہ دیا تھا:

"یحدثنا محمد ان ناقة فلان بوادی کذا و کذا فی یوم کذا و کذا وما یدریه بالغیب"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان کرتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں جنگل میں ہے انہیں غیب کی کیا خبر۔

یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے بارے میں یہ اعلان کر دیا تھا:

"آمنا باللہ وباليوم الآخر" الخ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے۔

اور جنھوں نے ان زوردار الفاظ میں رسالت کا اقرار کیا تھا:

نشهد انک لرسول الله.

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اور ان کے جھنڈے کے نیچے جہاد کے لیے نکلتے تھے، مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی کیا خبر، تو انھیں بلوایا اور ان سے مواخذہ فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ تو انھوں نے کہا:

اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۝

ہم تو یوں ہی ہنسی اور کھیل کر رہے تھے۔

اس پر اللہ عزوجل نے ان زوردار کلمہ پڑھنے والے نمازیوں غازیوں مدعیوں کے بارے میں یہ حکم ارشاد فرمایا:

قُلْ اَبِاللّٰهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيمَانِكُمْ ۝ (آیت ۶۵:۶۶ سورۂ توبہ)

اے محبوب ان سے فرما دو کہ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ، مسلمان ہونے کے بعد تم بلاشبہ کافر ہو گئے۔

عہد رسالت میں دو شخصوں میں جھگڑا ہوا، مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور نے ایک کے حق میں فیصلہ فرمایا، جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس کی حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں گے۔ دونوں حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے معاملہ عرض کرنے کے اثنا میں جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے یہ بھی بتادیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے موافق فیصلہ فرما دیا ہے۔ دریافت فرمایا کیا رسول

اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا تم دونوں اپنی جگہ رہو، گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اسے قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ حضرت عمر کے یہاں اپیل کریں گے دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ عمر نے میرے حریف کو قتل کر دیا۔ فرمایا: عمر کسی مسلمان کو قتل نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (نساء: آیت ۶۵، تفسیر در منثور، جلد ۲، ص ۱۸۰)

اے محبوب! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں اور تم جو فیصلہ کر دو اس سے دلوں میں رکاوٹ نہ پائیں اور اسے کما حقہ مان نہ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل پر قصاص یا دیت کچھ بھی نہیں واجب فرمائی۔ یہ بدنصیب جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور اس کی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے یہاں اپیل کرنے گیا تھا، کلمہ گو تھا، اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا مگر اللہ عزوجل نے نہایت واضح غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ ایسے لوگ جو میرے رسول کے فیصلے کو نہ مانیں مسلمان نہیں۔

اب نص قرآن سے ثابت ہو گیا کہ اگر کسی سے قول کفر صادر ہو یا اس نے کوئی کلمہ کفر بکا تو وہ بلا شبہ کافر ہے۔ اگرچہ وہ کلمہ پڑھتا ہو، نماز پڑھتا ہو، جہاد کرتا ہو اور اگر بالفرض یہ جرم اہانت رسول کا ہے تب تو معاملہ بہت ہی سنگین ہے۔ اور ایسا سنگین کہ علما نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی گستاخ رسول توبہ بھی کر لے حاکم اسلام اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ شفا کے دیکھئے شفا اس کی شروح، درر، غرر، در مختار وغیرہ۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے اور نمازیں پڑھے، زکوٰۃ دے، روزہ رکھے، حج کرے، دن رات قال اللہ قال الرسول کا درس دے اور اتنا بڑا

متقی ہو کر کبھی خلاف شرع قول کے بھی نہیں۔ لیکن اگر اس سے کوئی فعل کفر سرزد ہو جائے یا کوئی کفری قول بک دے تو اسے کافر کہنا نص قرآن فرض ہے۔ یہ جرم نہیں بہت بڑی عبادت ہے۔ یہ جہاد بالقلم ہے، جہاد باللسان ہے۔ اور اسلامی شریعت کو فاسد مادوں سے پاک کرنے کی سعی مشکور، بلکہ حقیقت میں سنت خدا ہے، سنت رسول ہے۔ اسے جرم کہنا اور ایسے فرض شناس عالم کو مورد طعن و تشنیع بنانا خود بہت بڑا جرم ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہت بڑا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ عقائد کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ یعنی جو کعبہ مقدسہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے اسے کافر کہنا درست نہیں۔ اس پر ہماری دو گزارش ہے کہ جو لوگ علما کے اس ارشاد کو اپنے لیے بطور سپر استعمال کرتے ہیں، خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے۔ مثلاً قادیانیوں کی تکفیر، یہ لوگ بھی کرتے ہیں، جب کہ قادیانی بھی ہمارے قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ اب ہر شخص کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کا مطلب ہے کہ جو قبلہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے وہ بہر حال مسلمان ہے، خواہ کتنے ہی بڑے کفر کا ارتکاب کرے۔ تو پھر آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کیوں کہتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل قبلہ کا یہ معنی نہیں جو آپ بتا کر اپنے لیے ڈھال بناتے ہیں۔ اہل قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ جو کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو۔ ضروریات دین میں کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتا ہو۔ لیکن اگر کوئی کعبہ کی طرف منھ کر کے نماز پڑھتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار کرتا ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے ہی نہیں۔ آئیے اس کی توضیح کو اپنے حنفیہ کے سب سے بڑے فقیہ اور محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنے

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما اشبه ذالک من المسائل فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر اونفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا

يكفر مالم يوجد شيء من امارات الكفر و علاماته ولم يصدر عنه شيء من موجباته . (شرح الفقه الاكبر ، ص۱۸۹)

اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین پر اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسے عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کلیات و جزئیات کو جانتا ہے، اور اس کے مثل اور مسائل اور جو شخص اپنی زندگی بھر طاعات و عبادات کا پابند رہے اور عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے یا حشر کا انکار کرے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات جاننے سے انکار کرے وہ اہل قبلہ سے نہیں ہوگا اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے سے اہل سنت کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا جب تک کفر کی نشانیوں اور اس کی علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور کفر کے موجبات میں سے کوئی چیز اس سے صادر نہ ہو۔

اس سلسلے میں سب سے اہم اور قابل توجہ اور قابل حفظ امر یہ ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام مکتبِ فکر کے رہنماؤں کا طریقہ عمل کیا تھا۔

صحابۂ کرام کا عمل:

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد پاک میں خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے صرف اس بنا پر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے موقع پر تحکیم قبول کر لی تھی کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک ایک حکم بنائیں اور وہ جو فیصلہ کریں اسے دونوں فریق قبول کریں۔ حضرت علی کو مشرک کہا اور دلیل میں یہ آیت پیش کی ان الحکم الا للہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے شدید قتال فرمایا حتی کہ اس کی پوری جدوجہد فرمائی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیں۔ جنگ کے اختتام کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب تم نے بدترین خلق کو قتل کیا۔

انہیں کے عہد پاک میں وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معبود کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں پکڑ کر آگ میں جلا دیا جائے، چنانچہ اسی پر عمل درآمد ہوا۔

تابعین کرام:

تابعین کے عہد میں خوارج اور معتزلہ پیدا ہوئے جن میں خوارج نے بہت قوت پکڑ لی۔ تابعین کرام نے مسلسل ان سے جہاد کیا اور ان کے گمراہ کن اقوال کا شدید رد فرمایا۔ ائمہ مجتہدین کے عہد میں اور کچھ مزید گمراہ فرقے پیدا ہوئے۔ قدریہ، جہمیہ، وغیرہ مجتہدین کرام نے ان سب کا پوری قوت کے ساتھ رد فرمایا۔

جب مامون کے عہد سے معتزلہ ابھرے تو تمام محدثین فقہانے مل جل کر ان کا قلع قمع کرنے کی جدوجہد کی۔

روافض دوسری صدی ہی میں پیدا ہو چکے تھے، لیکن ان کی نہ کوئی تنظیم تھی اور نہ ان کے عقائد منضبط۔ لیکن جب کسی بھی بزرگ کو ان کے گمراہ کن اقوال کی اطلاع ملی تو اس کا شدید رد فرماتے، یہاں تک کہ حضرت زید شہید سے جب دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ان رافضیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ حضرت شیخین پر تبرا کیجئے تو انہوں نے انکار فرمادیا اور انہیں اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور صاف صاف ارشاد فرمایا "رفضونا فرفضناهم" انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی ان کو چھوڑ دیا، اور جب روافض منظم ہو گئے اور ان کے عقائد مدون ہو گئے تو علمائے اسلام نے ان کا مکمل رد کیا۔

ہمارے ہندوستان میں فرقہ مہدویہ پیدا ہوا تو علما خاموش نہیں بیٹھے اور ان کے استیصال کی حتی الوسع پوری جدوجہد فرمائی۔

غرض کہ اسلام کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے کہ جب بھی سواد اہل اسلام کے خلاف کوئی کلمہ کو غلط عقائد و نظریات لے کر اٹھا تو علمائے اسے نہیں بخشا۔ کیسے بخشتے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

اذا ظهرت الفتن او البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين.

جب فتنے یا گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم اپنے علم کو ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

ہماری اس گفتگو سے ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کلمہ گو سواد اہل اسلام کے خلاف کسی عقیدے یا نظریے کو پھیلانے کی کوشش کرے تو ذمہ دار علما و مشائخ مفتیان عظام پر فرض ہے کہ اپنی وسعت وقت بھر اس کا رد کریں۔ اس کے باطل نظریات کو غلط ثابت کریں اور شریعت کی رو سے اس پر جو حکم عائد ہوتا ہو اسے برملا بیان کریں۔

آمدم برسر مطلب:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے جن افراد کی تکفیر کی ہے وہ مذکورہ بالا اللہ عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ سے لے کر آج تک کے تمام علمائے اہل سنت کے اسوہ اور طریقہ کی پیروی میں کی ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جن لوگوں کی تکفیر کی ہے، واقعی ان لوگوں سے کفر سرزد ہوا ہے یا نہیں؟ اور وہ کفر کے مجرم ہیں یا نہیں۔ اس سلسلے میں چار نام قابل ذکر ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا اشرف علی تھانوی۔ قبل اس کے کہ ہم ان کا جائزہ لیں پہلے یہ بتادیں کہ ان لوگوں کا رابطہ کس طبقہ سے ہے۔ یہ چار افراد مولانا اسماعیل صاحب دہلوی کے پیرو اور ان کی کتاب تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، یکروزی، ایضاح الحق وغیرہ کے مطابق عقیدہ رکھنے والے اور عمل کرنے والے ہیں۔ ان چاروں میں سب سے مکرم و محترم مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں لکھا ہے:

تقویۃ الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے، اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی صفحہ ۴۱)

یہ مولوی اسماعیل دہلوی وہی ہیں کہ جب انہوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان لکھی تو ان کے ہم عصر دہلی کے تمام علمائے اہل سنت نے بالاتفاق ان کا رد لکھا، اور ان کی تکفیر کی جس کی تفصیل استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب "تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ" میں مذکور ہے۔ جس کی تصدیق اس عہد کے تمام ان علمائے دہلی نے فرمائی ہے جو مسلم الثبوت معتمد علیہ تھے، اسی کتاب تقویۃ الایمان کے رد میں خود انہیں کے اہل خاندان

بلکہ عم زاد مولانا محمد موسیٰ اور مولانا مخصوص اللہ نے ''معید الایمان'' لکھی۔ اس کے علاوہ ملک کے ہر طبقہ سے اس کتاب کا رد لکھا گیا۔ مولوی اسماعیل کے مارے جانے کے بعد ان کے ہمنواؤں نے ان کی تائید میں جو کتابیں لکھیں ان سب کا رد مسلسل ہوتا رہا، جس کی ایک بہت بڑی نظیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' ہے۔ اور ان کے مرید اور خلیفہ مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری کی کتاب ''انوار ساطعہ'' ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ جب مسند رشد و ہدایت پر فائز ہوئے تو ملک کا ماحول یہ تھا کہ انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے پیروکار مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کے خلاف پورے ملک میں ایک شورش بپا تھی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اور انہیں مولوی اسماعیل دہلوی کے مذہب کی نشر و اشاعت کرنے والے مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب ''براہین قاطعہ'' نے ملک میں آگ لگا رکھی تھی۔ جس کے نتیجے میں ۱۳۰۶ھ میں ریاست بہاول پور میں خود کتاب کے مصنف مولوی خلیل احمد انبیٹھی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے مابین ایک اہم تاریخی مناظرہ ہوا جس مناظرہ کے حکم نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ کے خلاف اپنا فیصلہ دیا۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی ان عبارتوں پر مطلع ہوئے جن میں ضروریات دین کا انکار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین تھی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسے برداشت فرماتے۔ آپ نے پہلے ان لوگوں کے رد میں رسائل لکھے ''النہی الاکید'' ''سبحان السبوح'' وغیرہ اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مگر ان لوگوں نے نہ تو اعلیٰ حضرت کے رسائل کا کوئی جواب دیا اور نہ ان عبارتوں سے رجوع اور توبہ کیا۔ اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ میں ان کی تکفیر فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تکفیر حق ہے یا باطل، صحیح ہے یا غلط؟ اب آئیے اسے حقائق کی کسوٹی پر رکھیے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابۂ کرام نے اور سلف و خلف پوری امت نے خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا بتایا یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کسی کو بھی منصب نبوت نہیں مل سکتا اور کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی اس قید کے ساتھ کہ اس میں نہ تو کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی۔ شفا شریف میں فرمادیں کہ اگر کوئی اس میں کسی قسم کی تاویل یا کوئی تخصیص کرے تو وہ کافر ہے جس پر عبارت گزری اور ارشادات سلف وخلف نقل کی گئی ہیں جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" کا مطالعہ کرے۔ جس میں ایک سو بیس احادیث کریمہ اور تیس ارشادات علما سے ثابت فرمایا ہے کہ خاتم النبیین کا یہی معنی ... یہی معلوم و مشہور ہے جس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ... تو علما ... جانتے ہیں۔ اگر عوام سے پوچھا جائے کہ خاتم النبیین کے معنی کیا ہیں؟ تو وہ بھی بلا توقف بتادیں گے کہ آخری نبی اسی ... ہوتے یہ عبارت ... ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

لانه اخبر صلى الله عليه وسلم انه خاتم النبيين لا نبي بعده واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبيين وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهومه المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا (شفا ... جلد دوم صفحہ ۲۴۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور یہ خبر دی کہ اللہ عزوجل نے انہیں خاتم النبیین ... اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام (خاتم النبیین) اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اس کا جو مفہوم ہے یعنی آخری نبی ہونا یہی مراد ہے جس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص ہے تو مذکورہ بالا لوگوں کے کافر ہونے میں ہرگز کوئی شک نہیں۔

شفا کی اس عبارت کو مفتی شفیع صاحب مفتی دیوبند نے بھی اپنی کتاب ختم النبوۃ فی الآثار میں قادیانیوں کے خلاف بطور سند ذکر کیا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبي بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اول بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع تكفيره لانه مكذب بهذا النص الذي اجمعت الامة على انه غير مؤول ولا مخصوص.

اس میں شک نہیں کہ امت نے "خاتم النبیین" سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا نہ کوئی رسول۔ نیز یہ کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی تخصیص۔ اگر کوئی اس میں تاویل و تخصیص کرے تو وہ ہذیان کی قسم سے ہے اور اسے کافر کہنے سے کوئی چیز مانع نہیں کیونکہ وہ قرآن کی اس نص کا منکر ہے جس کے بارے میں امت نے اجماع کیا ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

۳۔ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی "شرح الفوائد" میں لکھتے ہیں:

فساد مذهبهم غني عن البيان بمشاهدة العيان كيف وهو يؤدي الى تجويز نبي مع نبينا صلى الله عليه وسلم او بعده وذلك يستلزم تكذيب القرآن اذ قد نص على انه خاتم النبيين وآخر المرسلين وفي السنة انا العاقب لا نبي بعدي واجمعت الامة على ابقاء هذا الكلام على ظاهره وهذه احدى المسائل المشهورة كفرنا بها الفلاسفة لعنهم الله تعالى.

یعنی فلاسفہ کا یہ قول کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے، ایسا غلط ہوا قول ہے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ کیسے فاسد نہ ہوگا جب کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا حضور کے بعد کسی اور نبی کا ہونا جائز ہے اور یہ قرآن کی تکذیب کو مستلزم ہے۔ اس لیے قرآن نے اس پر نص فرمادی ہے کہ حضور خاتم النبیین اور آخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں ہے کہ میں سب میں پچھلا نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنی پر باقی ہے۔ اور یہ ان مسائل مشہورہ میں سے ایک ہے جس کی بنا پر ہم نے فلاسفہ کو کافر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے۔

(۱) ناظرین غور کریں کہ ان تینوں عبارتوں سے ظاہر ہوگیا کہ پوری امت کا اس پر

قطعی یقینی اجماع ہے کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے معنی صرف یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری رسول ہیں۔ حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کسی نبی ہونے کو جائز جاننے والا کافر ہے، خواہ وہ نبی بالفرض مانے یا ظلی بروزی بہر حال کافر ہے۔

(۲) حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی جائز ماننا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اس کے معارض ہے۔ قرآن کی تکذیب ہے۔

(۳) لہذا یہ کہنا کہ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ قرآن کی تکذیب ہونے کی وجہ سے کفر ہے ایسا کہنے والا کافر ہے۔

(۴) ان عبارتوں سے یہ بتانا کہ امت کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اس میں نہ کسی تاویل کی گنجائش ہے نہ کسی تخصیص کی بلکہ کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کرنے والا کافر ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں نبی بالذات کے ہیں ضرور کفر ہے اور ایسا کہنے والا ضرور کافر ہے۔

اب آئیے اس خصوص میں دیوبندی مکتب فکر کا عقیدہ ملاحظہ فرمائیے:

نانوتوی صاحب کی کفری عبارت

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول الله وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح نہ قرار دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی

ہے، مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت، شکل و رنگ، حسب و نسب، سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے۔ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے، رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہے کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر جملہ "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ" اور جملہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں کیا تناسب تھا؟ جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا، اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں مواقع تھے بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ (ص ۳)

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقع کی عبارت پوری لفظاً لفظاً نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں۔ کیوں کہ عبارت بہت مجلک اور پیچیدہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی فارسی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تشریح اس لیے نہیں کی کہ ہو سکتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو

یہ کہنے کی گنجائش مل جائے۔ چوں کہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے اس لیے اس کے معنی کفری ہو گئے۔ البتہ ناظرین ہماری مندرجہ ذیل گزارش کو بغور پڑھیں اور خود فیصلہ کریں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شدومد، زور شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری النبیین نہیں ہیں۔ نہ یہ معنی کس طرح بن سکتے ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے کو انہوں نے سترہ طریقوں سے باطل مانا ہے۔

اول: خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا ناسمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابلہ میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد ناسمجھ لوگ ہیں۔

دوم: اسے خیال بتایا عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم، گمان، رائے وغیرہ کے ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عقیدہ نہیں جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔ بلکہ ناسمجھ عوام کی رائے ہے جو انہوں نے از خود قائم کر لی ہے۔ قرآن وحدیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوئم: آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چہارم: اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست ہو سکتا ہے مگر چوں کہ یہ آیت مقام مدح میں ہے، اور خاتم النبیین وصف مدح ہے اس لیے آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گو لغو گو ہونے کا وہم ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بے ہودہ اور لغو وصف ہے، جس میں

کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم: آخری نبی ہونا قد وقامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنھیں فضائل میں کچھ دخل نہیں، اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذت نہ بالعرض۔

ہفتم: اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا۔ یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کم ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم: آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دہم: ایک کا عطف دوسرے پر درست نہ ہوگا۔

یازدہم: ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم: اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم: نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لیے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا اگر یہ روکنا مقصود ہوتا ہو تو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے۔ مگر چوں کہ یہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہاردہم: اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدہم: آخری نبی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں کسی اور بات پر ہے۔ خاتم

النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں خاتمیت کی بنا آخری ہونے پر نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے بعد نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنی اور جس پر خاتمیت کی بنا پر ہے۔ صفحہ ۴ پر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سو اسی طور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ اب یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں بلکہ بالذات نبی ہونا ہے اور خاتمیت کی بنیاد نبی بالذات ہونے پر ہے۔

شانزدہم: اس نے صفحہ ۱۴ پر یہ نتیجہ نکالا غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ہفدہم: نیز صفحہ ۲۸ پر مزید نتیجہ یہ نکالا اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

یہ کل سترہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح ہو کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم نہیں۔

اولاً: نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا:

"بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

ثانیاً: صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق

نہ آئے گا پتہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں ہوں۔ یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے"۔

ظاہر ہے کہ اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمدی رخصت ہو جاتی۔ اس لیے کہ ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا اس کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔ اور نانوتوی صاحب اس کی تصریح کر رہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔ اس لیے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی، اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔ جب صورت حال یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو دونوں ختم۔

ثالثاً: نانوتوی صاحب ابتداء ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو لازم مانیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔ اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً: نانوتوی صاحب کے نیاز مند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں۔ اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج۔ نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمنی اور رتبی سے عام لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رتبی ہے نہ زمانی۔ (تحذیر الناس: ۸)

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان نہیں تو اسے لازم ماننے سے کیا فائدہ؟ بلکہ الٹے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں اسے حضور کے لیے ثابت مانا گیا۔ اس میں نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم ہوگا۔ بلکہ اخیر کے اس جملہ میں خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا، خواہ خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں کہ جب یہ شایان شان نہیں تو اس کا اثبات حضور کے لیے لغو بے فائدہ ہی نہیں نقصان قدر کا سبب ہوگا۔

ان سب سے بڑھ کر خود نانوتوی صاحب کا ایک اعتراف سن لیجئے وہ اپنے مکتوب میں ایک معتقد علیہ خصوصی کو لکھتے ہیں

معنی خاتم النبیین در نظر ظاہر پرستاں ہمی باشد کہ زمانہ نبوی آخر است از زمانہ گذشتہ بعض نبی دیگر خواہد آید مگر میدانی ایں سخن ایست کہ نہ مدح ایست ور آں نہ ذمے۔

خاتم النبیین کا معنی ظاہر پرستوں کی نظر میں یہی ہے کہ زمانہ نبوی گزشتہ انبیا کے زمانے سے آخر ہے اور اب کوئی نبی نہ آئے گا مگر تم جانتے ہو کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس میں نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی کمال۔ (فیض الاسلام ص ۱۰۵ مکتوب اول بنام مولوی محمد فاضل)

ہر شخص جانتا ہے کہ مصنف اپنی مراد کو بخوبی جانتا ہے جب نانوتوی صاحب نے بغیر کسی اینچ پیچ کے صاف صاف بیان کر دیا کہ آخر الانبیا ہونا مدح اور تعریف کی بات نہیں اس میں کوئی مدح نہیں۔ جب اس میں کوئی مدح نہیں تو اسے ختم بالذات کو لازم مان کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا بقول نانوتوی صاحب بیہودہ لغو وغیرہ وغیرہ ضرور ہوگا پھر یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب ختم ذاتی کے لیے ختم زمانی لازم مانتے ہیں تو ان پر تہمت اور افترا کے سوا اور کیا ہے؟

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ پر "بالذات کچھ فضیلت نہیں" میں بالذات کی قید صرف "داشتہ بکار آید" کے طور پر ہے۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء

نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔

اسی وجہ سے انہوں نے صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا:

اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

نانوتوی صاحب پر شرعی مواخذے:

نانوتوی صاحب کے دیدہ ودانستہ بالقصد والارادہ تحذیر الناس کی ان عبارتوں میں مندرجہ ذیل قطعی یقینی ایسے کفریات کا ارتکاب کیا جس میں کسی قسم کے ذرہ برابر شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں جس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں نہ تاویل قریب کی نہ تاویل بعید کی۔

(۱) قرآن مجید کے ارشاد خاتم النبیین کے معنی سب میں پچھلا نبی، آخری نبی خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے۔ صحابہ کرام نے بتائے۔ پوری امت نے بتائے اور اس پر پوری امت نے قطعی یقینی اجماع کرلیا کہ خاتم النبیین کے صرف یہی معنی ہیں۔ وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اس میں کسی قسم کی تاویل یا تخصیص کی ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں۔ اس کو نانوتوی صاحب نے عوام یعنی نا سمجھ لوگوں کا خیال بتایا۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نا فہم عوام میں داخل کیا۔

(۳) اس اعلیٰ درجہ کے وصف مدح کو مقام مدح میں ذکر کئے قابل ہونے سے انکار کیا اور اس کو وصف مدح ماننے سے بھی انکار کیا۔

(۴) اسے زیادہ گوئی یعنی بیہودہ گوئی لغو گوئی کہا۔

(۵) اسے فضیلت سے بالکلیہ خالی کہا۔

(۶) اسے ایسے ویسے گئے گزرے لوگوں کے احوال میں داخل کیا۔

(۷) اسے اللہ عزوجل کے کلام معجز نظام کے منافی کہا۔

(۸) اسے قرآن کے تناسب اور ارتباط میں خلل مان کر کہا۔

(۹) اسے جھوٹے مدعیان نبوت کے جھوٹے دعوائے نبوت کے سد باب کے لیے نہیں مانا۔ اس آیت مبارکہ کو اس کا موقع نہیں مانا۔

(۱۰) اسے بنائے خاتمیت ماننے سے انکار کیا۔ بنائے خاتمیت دوسری بات پر رکھا۔

(۱۱) خاتم النبیین کا معنی اپنے جی سے یہ گڑھا آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور انبیا موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جدید نبی پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہ مانا۔

(۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں مانا۔

اب ناظرین سے سوال ہے کیا اتنے کفریات کے ارتکاب کے باوجود بھی تحذیر الناس کے مصنف نانوتوی صاحب مسلمان ہی رہے؟ کیا اب بھی ان کی تکفیر فرض نہیں تھی۔ اس کا فیصلہ آپ حضرات پر چھوڑتا ہوں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش

یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس جہاں بھی پہنچی خود نانوتوی صاحب کے زمانے میں وہاں کے علماء نے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اس کا رد بھی ہوا اور ترمیم بھی ہوئی۔ تحذیر الناس سے پوری امت ... خود نانوتوی صاحب نے اپنے الفاظ میں بیان کیا

جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبد الحی کے۔ (الافاضات الیومیہ جلد چہارم ص ۵۹۰ ملفوظ ۹۳۷)

نانوتوی صاحب ایک بار ریاست رام پور گئے۔ اس کا قصہ ارواح ثلاثہ میں یوں لکھا ہے

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لیے کہ حلیہ دیکھیں جب رامپور پہنچے تو

جناب نے اپنا نام خورشید حسن بتلایا اور لکھوادیا، اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے، اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی حضرت کی غرض اس اخفاء سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ: صفحہ ۲۰۹)

ارواح ثلاثہ کے جاہل متعصب راوی کے تحذیر الناس کے رد کرنے والے علما کو اہل بدعات قرار دیا۔ اب آیئے ان کے ایک مایہ ناز مقتدر دیوبندی جماعت کے بہت بڑے عالم جن کی حیثیت دیوبندی برادری میں ایک عالم ہی نہیں بلکہ جمیع العلماء کی ہے۔ وہ ہیں انور شاہ کشمیری بلکہ ”کرمہا ملی“ یہ تحذیر الناس کی تردید کرتے ہوئے اپنے رسالہ خاتم النبیین کے صفحہ ۳۸، پر لکھتے ہیں:

وارادۂ ما بالذات وما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید ومحاورعرب ونہ نظم قرآن را ہم چوں گونہ ایماں ودلالت برآں پس اضافہ استقلالیہ ثبوت زیادت است بر قرآن بمحض اختراع ہوا۔

یعنی ما بالذات وما بالعرض کا ارادہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے۔ قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں۔ اور نہ نظم قرآن کا اس طرف کوئی اشارہ ہے۔

پس اضافہ استقلالیہ ثبوت محض اختراع ہوا کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی بزرگ قریب قریب یہی مضمون اپنے دوسرے رسالہ ”عقیدۃ الاسلام“ کے صفحہ ۲۵۶، پر لکھ چکے ہیں۔

دیکھئے! انور صاحب، نانوتوی صاحب کے مقابلہ میں زیادہ دیانتدار ہیں مگر تحذیر الناس میں کلام مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد کر رہے ہیں۔ صرف رد ہی نہیں اسے اختراع ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ اب یہ فیصلہ ناظرین کریں کہ تمام امت کی قطعی یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف خواہش نفسانی سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا مسلمان ہے یا کافر؟ غالباً انور صاحب کا یہی جرم وہ جرم ناشنیدہ ہے جس کی سزا میں انہیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ بڑی حسرت

وہاں سے کہا کرتے تھے "ہم نے کلمۂ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں ڈھائیل میں آنا پڑا"۔

گنگوہی اور انبیٹھوی صاحب

کی مشترکہ کفری عبارت

جب دیوبندیوں نے میلاد، قیام مجلس چہلم وغیرہ کے خلاف پوری طاقت سے مہم چلائی، متعدد فتاویٰ کتابچے شائع کیے تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری نے انتہائی سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ان معمولات کے ثبوت میں ایک مبسوط کتاب "انوار ساطعہ" لکھی جس پر گنگوہی صاحب کو بہت طیش آیا، اور انہوں نے اس کے رد میں "براہین قاطعہ" لکھی جو اپنے مرید اور خلیفہ خلیل احمد انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی۔ یہ کتاب گنگوہی صاحب ہی کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے مورخ عاشق الٰہی میرٹھی نے "تذکرۃ الرشید" جلد دوم صفحہ ۳۳۶ پر اسے ان کی تصنیفات کی فہرست میں داخل کیا ہے۔ لکھتے ہیں ناظرین ملاحظہ کریں:

براہین قاطعہ ...... یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت (گنگوہی) کے کمالات علمیہ وعملیہ کا مظہر کہیں تو بجا ہے۔ سنت کے عشق میں جو شیدائی اور بدعات سے نفرت کا جو جوش اس میں نظر آتا ہے وہ دیگر تصانیف میں کم ہے۔

قصہ یہ ہوا کہ ...... مولوی عبد الجبار عمر پوری دیوبندی نے لکھا تھا۔ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے۔ ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے اللہ سبحانہ نے اپنی یہ صفت دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی (انوار ساطعہ بالائے براہین قاطعہ، ص ۵۲)

نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں اس کو دو طریقے سے رد فرمایا۔

(۱) ایک یہ کہ جہاں جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہاں وہاں تشریف لانے کا مطلب ہر جگہ موجود ہونا کہا ہے؟

(۲) زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے کیوں کہ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ السلام (ملک الموت) قبض کرتے ہیں۔ ہر جگہ کو رات دن دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کر دیا ہے۔ یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ جب مخلوق میں غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو ہرگز یہ خاصہ الوہیت نہیں، اور جب یہ خدا کی خاص صفت نہیں تو رسول کے لیے اسے ثابت کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں۔ اس رد کا گنگوہی صاحب سے کوئی جواب نہیں بن پڑا، اور نہ قیامت تک کسی سے بن پڑے گا۔ گنگوہی صاحب نے اپنے دل میں یہ فرض کرلیا یہ رد نہیں استدلال ہے۔ یعنی یہ کہ مولانا عبدالسمیع صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ موجود ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ جب شیطان اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہیں تو حضور چوں کہ ان دونوں سے افضل ہیں اس لیے وہ بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ حالاں کہ مولانا موصوف پر یہ کھلا ہوا افترا ہے۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے محض یہ نقض وارد فرمایا تھا۔ نہ کہ اپنے مدعی پر استدلال کیا تھا۔ مگر ان بزرگوں کی یہ عادت متواترہ ہے کہ اپنے حریف پر افترا کرنے سے نہیں چوکتے۔ گنگوہی صاحب نے اس نقض کو استدلال ٹھہرا کر اس پر لکھا:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ: ص ۵۵)

اس پر ہمارے مواخذے

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں، اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لیے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کے لیے ثابت مانا۔ اب لازم آیا کہ انہوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا۔

(۲) پھر اس کفر وشرک کو نص یعنی قرآن واحادیث سے ثابت ماننا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) آخر میں ہے شیطان ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے شیطان وملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چونکہ نص قطعی سے ثابت نہیں اس لیے حضور کے لیے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زیادہ نہیں۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک شیطان کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ "تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا" قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے، زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہوگا کیا اسے اس میں شک ہوگا کہ یہ کلمہ کفر نہیں؟ کیا اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین نہیں؟ کیا

اس کفر صریح کے بعد بھی گنگوہی صاحب اور ان کے مرید اور خلیفہ انبیٹھی صاحب کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے۔ ایسے شنیع قول پر مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے گنگوہی اور انبیٹھی صاحبان کو کافر کہا تو کیا جرم کیا؟

لطائف:

اس صریح وشنیع کفریات کے علاوہ یہی براہین قاطعہ میں کچھ مزیدار باتیں ہیں۔ ناظرین ان سے محظوظ ہوں۔

(۱) شیطان کی وسعت علم کے ثبوت کے لیے صرف نص پر قناعت کی گئی، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کے لیے صرف نص کو کافی نہیں جانا، نص قطعی کا مطالبہ کیا۔

(۲) اس کے برخلاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی نفی کے ثبوت میں ایک بے اصل روایت پیش کیا، اور اسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کر دیا۔

عبارت مذکورہ بالا کے چند سطور پہلے ہے:

شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

یہ شیخ قدس سرہ پر افترا ہے۔ روایت تو بہت دور ہے۔ انہوں نے مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۹ پر اس روایت کو بالکلیہ رد فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:

ایں جا اشکال می آرند کہ در بعض روایت آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے ندارد وروایت بداں صحیح نشدہ است۔

اس جگہ ایک اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں، اور یہ روایت صحیح نہیں۔

کیا کسی مسلمان سے ایسی جسارت ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو گھٹانے کے لیے خود حضور پر جھوٹ باندھے اور۔ "من کذب علی متعمدا فلیتبوا

من النار" (جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے) کا بھی خوف نہ کرے پھر جرأت بالائے جرأت یہ کہ جن بزرگ نے اسے رد فرمایا انہیں کو راوی بتائے۔

دوسرے علما کی تائیدات:۔

آج سے ایک صدی زائد ۱۳۰۶ھ کی بات ہے، ریاست بہاول پور میں براہین قاطعہ کی گمراہ کن عبارتوں پر ایک انتہائی اہم اور فیصلہ کن مناظرہ ہوا تھا۔ جس میں دیوبندیوں کی طرف سے اس وقت کے دیوبندی جماعت کے سب سے بڑے عالم ان کے شیخ الہند محمود الحسن کانگریسی اور خود انبیٹھی صاحب جن کے نام سے یہ کتاب چھپی ہے، شریک تھے اور اہل سنت کی طرف سے امام المناظرین علامہ غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ یہ مناظرہ تحریری تھا، اس مناظرہ کے حکم شیخ المشائخ حضرت علامہ شاہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف نواب کے مرشد تھے۔ موصوف نے اس مناظرہ پر جو فیصلہ دیا ہے وہ یہ ہے:

مولف مذکور خلیل احمد انبیٹھی مع اپنے معاونین کے وہابی اہل سنت سے خارج ہے۔ (تقدیس الوکیل، ص ۳)

یہ مناظرہ تحریری تھا۔ اس کی روداد تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل کے نام سے چھپ چکی ہے۔ اس میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب نے براہین کی اس عبارت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا ہے۔ فقیر کا ان اللہ لہ کا اعتراض یہ ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات علیہ الصلوۃ والسلام کی وسعت علم کا انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے، یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ (ص: ۱۹۳)

اسی تقدیس الوکیل کی تصدیق میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے لکھا ہے:

میں مولوی رشید احمد کو رشید سمجھتا تھا مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے علم سے کمتر ہے اور اس عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ (تقدیس الوکیل، ص ۳۱۹)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی وہ بزرگ ہیں جنہیں سلطان ترکی نے پایۂ حرمین کا خطاب دیا، جنہیں خود براہین ہی میں ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا۔ جو لوگ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بلاوجہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے وہ آئیں اور دیکھیں۔ شیخ الہند مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا غلام دستگیر قدس سرہ العزیز اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں نہ خلیفہ نہ پیر بھائی۔ ان لوگوں نے بھی یہی کہا لکھا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو شیطان لعین کے علم سے کم بتایا گیا ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ کیا ایسی صورت میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو یہ طعن دینا درست ہے کہ انہوں نے ان دونوں کی بلا وجہ تکفیر کی۔ کسی مسلمان کو اس میں شک ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا کفر ہے اور توہین کرنے والا کافر ہے۔

تھانوی صاحب کی کفری عبارت

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب نے اپنے کتابچہ "حفظ الایمان" کے صفحہ ۷ پر لکھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی (یعنی بچے) مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے:

اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صاف صاف صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید عمر بکر بلکہ بچوں

پاگلوں جانوروں چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ان کے مساوی بتایا(۱) اور اس پر فریقین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی توہین اور تحقیر ہے۔ کسی نبی کی توہین وہ بھی سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین باجماع امت کفر ہے۔ اور توہین کرنے والا کافر ہے(۱)۔

اس عبارت سے مضمون مذکور بلا کسی ابہام و اخفا کے ظاہر ہے، بے ہیر پھیر کے واضح ہے مزید توضیح کے لیے عرض یہ ہے: ابتدا میں ہے کہ" آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا"۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے۔

اس لیے کہ علم کے یہی معنی ہیں کہ ایک چیز دوسرے کے لیے ثابت کی جائے۔

آگے ہے:

"اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب" اس عبارت میں "اس" کا اشارہ پہلے ذکر کردہ غیب کی طرف ہے۔ یعنی وہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ اس لیے بعض غیب سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا بعض غیب ہوا اور یہی مراد ہونا متعین ہے۔ اس لیے کہ مقسم کا اقسام پر صدق ضروری ہے ورنہ قسم قسم نہ رہے بیگانہ محض ہو جائے۔

اس کے بعد اسی بعض علم غیب کو جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ یہ کہا۔ اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ اس لیے بلا کسی ادنی شک و شبہ اور بغیر ذرہ برابر تردد کے واضح ہو گیا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید و عمرو بکر بلکہ صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہ دی یا ان کے برابر بتایا۔

اسی کو اور مختصر عبارت میں یوں کہہ لیجئے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ

(۱) یہ تردید اس بنا پر ہے کہ تھانوی صاحب کے ہوا خواہ آپس میں الجھے ہوئے ہیں کہ اس عبارت میں ایسا تشبیہ کے لیے یا "اتنا" اور "اس قدر" کے معنی میں ہے۔

علیہ وسلم کے لیے بقول زید جو علم غیب حاصل مانا اس کی دو قسمیں کیں بعض غیب اور کل غیب کل کے حاصل ہونے کو عقلاً نقلاً باطل کہا تو لازم کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بعض علم غیب حاصل مانا۔ اور اسی کے بارے میں لکھا کہ ایسا علم غیب تو ہر زید و عمر و بکر یعنی ہر کس و ناکس بچوں پاگلوں تمام حیوانوں تمام چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔

اب اگر لفظ ''ایسا'' کو تشبیہ کے لیے مانیں جیسا کہ دیوبندیوں کے شیخ الاسلام حسین احمد ٹانڈوی کی تحقیق ہے تو انہوں (یعنی تھانوی) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع واعلیٰ کو ان خسیس چیزوں کی کمتر وادنیٰ علم سے تشبیہ دی۔ اس میں یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ اور اگر لفظ ''ایسا'' کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں جیسا کہ مرتضیٰ حسن در بھنگی ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند کی تحقیق ہے تو لازم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وافر و کثیر علم کو جس کی مقدار کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل بھی نہیں جان سکا، ان رذیل چیزوں کے علم کے برابر کر دیا، یہ بھی بدترین توہین ہے۔

غیر جانب داروں کی شہادتیں

دہلی کے مشہور سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر دہلوی میر محمد الٰہی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے، وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب، قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے۔

اب آگے قضیہ مولانا زید ابوالحسن صاحب کی زبانی سنئے

پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرفعلی صاحب کی کتاب ''حفظ الایمان'' کے صفحہ ۷ کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے، الیٰ آخرہ۔ یہ سن کر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرفعلی سے کہا، کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی صاحب (اشرفعلی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالے میں کر دی

ہے۔ آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے جواب ارشاد فرمایا تمہارے اس رسالے کو پڑھ کر مجھے قلبی گرویدہ ہو گئے ہم دوسرے رسالے کو لے کر کیا کریں گے۔ (دوم تحریر ۔ ناز ریہ صفحہ ۸ ۔ مقالات تحریر ۔ صفحہ ۳۳)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا یہ دوسری بات ہے کہ اپنی فطری حسن ظن اور حسن اخلاق کی وجہ سے توجیہ کر لی کچھ اور سمجھتے ہیں۔

جب جماعت ہو چکی تو مولانا ابوالخیر صاحب مسجد سے باہر جاتے ہوئے فرمایا میری جماعت والوں سے ہم علیحدہ ہیں ... (دوم تحریر)

حالانکہ جب تھانوی صاحب آئے تھے تو شاہ ابوالخیر صاحب بہ خوشی ان سے ملے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تھے مگر محبوب خدا کی شان اقدس میں گستاخی پر مطلع ہونے کے بعد نماز میں شریک نہ ہونے دیا۔

دوسری شہادت: مجلس حضرت مولانا ابوالخیر صاحب کے حاضر ہونے والے جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

"حفظ الایمان کی عبارت ... عبارت سے قباحت وشناعت میں بڑھی ہوئی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق ... اس رسالے کے چھپتے ہی ... ہر طرف سے بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ ... کہاں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف جو ایک بے حد سمندر کا کیوں نہ ہو اور کہاں زید وعمرو وبکر اور صبی ومجنون اور جمیع حیوانات وبہائم کا علم۔ (دوم تحریر ۔ صفحہ ۳۳)

اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ مولوی صاحب اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے تو یقیناً ان پر ظاہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا ازالہ واجب ہے لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی۔ اور ۱۳۳۹ھ کو مولانا مرتضیٰ حسن صاحب (دربھنگی) کے اصرار پر مولوی صاحب نے چار پانچ

صفحہ کا رسالہ "بسط البنان" تحریر کر دیا۔ اس رسالہ میں انہوں نے اپنی عبارت کی تاویل کی ہے۔ حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت کی جاتی ہے جب کہ کلام میں کوئی خفا یا ابہام ہو یا پھر اس کے سمجھنے سے بیشتر افراد قاصر ہوں۔ مولوی صاحب کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ "ایسا" بمعنی تشبیہ کے نہیں آتا۔ بلکہ اہل لسان اپنے محاورات میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر ہے۔ الی آخرہ۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ یہ رسالہ عوام [illegible] عبارت لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے لکھنے سے عوام [illegible] سمجھنے سے قاصر ہیں۔ پھر لفظ [illegible] لغت ہے اردو کی مستند کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ یا تو یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی مماثل مساوی اور اس قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسا یہ علامہ تم نے لکھے ایسا لکھا تو ہم بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا ایسا کام تو کوئی ہوش مند نہ کرے۔ اور یا یہ (ایسا) لفظ بطریق ظرف واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی اس قدر اور بعد کے ہوتے ہیں جیسا تم نے ایسا لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل بیٹھ گیا۔ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا صفت واقع ہوا ہے اور [illegible] تشبیہ [illegible] کر رہی ہے۔ مولوی صاحب نے اس رسالہ میں اپنی اس عبارت [illegible] کی اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے بچے پاگلوں کی طرح [illegible] بھی نہیں تھا۔

سبحان اللہ [illegible] کے ایمان [illegible] ہونے کا احساس نہیں اور [illegible] پاگلوں کے لکھنے کا [illegible] گیا ہے۔ "[illegible] کی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل مجروح (زخمی) ہوتے۔ ([illegible] صفحہ ۳۳)

ان دونوں حضرات کو مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہیں تھا نہ استاذی شاگردی کا نہ پیری مریدی کا نہ نسبت کا نہ رشتہ کا حتیٰ کہ دوستی کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ بلکہ ان میں سے مولوی [illegible] نانوتوی صاحب کے تلمیذ مولوی عبدالعلی میرٹھی کے شاگرد تھے اور جناب گنگوہی صاحبان شاہ عبدالغنی صاحب کے تلمیذ تھے جو حضرت مولانا [illegible] صاحب کے

دادا شاہ احمد سعید کے بھائی تھے بلکہ گنگوہی صاحب شاہ احمد سعید کے تلمیذ بھی تھے، اس طرح دیوبندی مذہب کے بانیوں سے ان حضرات کا یک گونہ تعلق تھا مگر پھر بھی انہوں نے حفظ الایمان کی عبارت کو ایمان برباد کرنے والی مسلمانوں کے دلوں کو رنجیدہ کرنے والی وغیرہ فرمایا۔ اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بتایا۔ انہیں کیا حسد تھا، کیا عناد تھا کیا غرض وابستہ تھی صاف تصریح ہے کہ:

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔

کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا مرید تلمیذ تھا؟ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر انہیں بے چین کر دیا۔

تیسری شہادت: مقامات خیر صفحہ ۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی رفاقی قادری نقشبندی خالدی حیدرآبادی ثم المدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں:

میرے دادا (پیر سید محمد بغدادی) کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرفعلی کا رسالہ "حفظ الایمان" لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا: علم غیب کے متعلق مولوی اشرفعلی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرفعلی بیٹھے تھے، میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرفعلی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا: اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے، پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا، چوں کہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے، وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علما نے اظہار خیال فرمایا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا، پھر تھوڑے دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: ہم تم سے

خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔

حفظ الایمان کی اس عبارت کے سلسلے میں جو حضرات بھی کسی قسم کے تذبذب کے شکار ہوں ان کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ان مولانا حضرت سید محمد صاحب بغداوی کو تھانوی صاحب سے کیا حسد تھا، کیا عداوت تھی کہ انہوں نے اس عبارت کے خلاف فتویٰ دیا وہ بھی تھانوی صاحب کے محب خاص کے گھر بیٹھ کر اور تھانوی صاحب کے رو در رو ان کا رد فرمایا، اور صاف صاف فرمایا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔ اصل بات وہی ہے کہ یہ عبارت چینی جاپانی لاطینی سنسکرت میں نہیں کہ اسے کوئی نہ سمجھے، ہزار دو داں جو معمولی سمجھ بوجھ رکھتا ہے وہ اس کو پڑھ کر اول وہلہ میں کہہ دے گا۔ اس میں بلا کسی شک و تردد کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

اب تمام دین دار انصاف پسند مسلمانوں سے سوال ہے کہ جب تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی توہین کی تو اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے تھانوی صاحب کو کافر کہا تو یہ جرم ہے یا ایک دینی و ملی فریضہ؟

شفا اور اس کی شرح اور شامی میں ہے:

اجمع المسلمون علی ان شاتم النبی کافر من شک فی عذابہ وکفرہ کفر۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے، جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب ہم اس بحث کو دیوبندی جماعت کے بہت بڑے مناظر اور بقلم خود تھانوی صاحب کے وکیل مرتضیٰ حسین صاحب دربھنگی ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے ایک اہم بیان پر ختم کرتے ہیں، انہوں نے "اشد العذاب" میں لکھا کہ:

اگر تھانوی صاحب [illegible] دیوبندی کے [illegible] علماء دیوبند [illegible] تھے
کہ انہوں نے کہا کہ تھانوی صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ کافر نہ کہتے تو
خود کافر ہو جاتے کیوں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

اب [illegible] حضرت امام احمد رضا قادری [illegible] علماء دیوبند کو
[illegible] تفصیل [illegible]
صاحب [illegible] تفصیل کے [illegible] رسالہ "[illegible]" کا مطالعہ کریں۔ [illegible]
[illegible]
[illegible] قاسم نانوتوی صاحب
رشید احمد گنگوہی صاحب [illegible] تھانوی صاحب نے [illegible]
دین کا انکار [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] جس کے بعد کسی مسلمان کے
لئے [illegible] کافر جانے [illegible]
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری [illegible] علماء دیوبند کی تکفیر کی
[illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

امام احمد رضا قدس سرہ کا
اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان

> [illegible]

ان علمائے دیوبند کو مسلمان جاننے کا ایک زبردست ہتھیار یہ بتایا جاتا ہے کہ اسمٰعیل دہلوی کے کفریات بالکل واضح اور روشن ہیں، چنانچہ اس وقت کے جلیل القدر اور معتمد علمائے اہل سنت نے اس کو کافر و مرتد بے دین کہا اور علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ نے اس کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا اور اس کے کفر و عذاب میں شک کرنے والے کو کافر بتایا مگر اس کے [illegible] اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے [illegible] کافر کہنے سے اپنی زبان کو روکا تو اگر ان علمائے دیوبند [illegible] اور اگر اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے مطابق ان علمائے دیوبند کو کافر نہ کہنے سے کافر ہو جاتا ہے تو علامہ فضل حق خیرآبادی کے [illegible] اعلیٰ حضرت بھی تو کافر ہو جائیں گے [illegible] اعلیٰ حضرت نے ان علمائے دیوبند کے بارے میں لکھی ہے وہی عبارات علامہ فضل حق نے اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں لکھی ہے۔

لہٰذا ضروری سمجھا گیا کہ اس مسئلہ کو بھی لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسمٰعیل دہلوی کو کبھی بھی مسلمان نہیں کہا بلکہ جماہیر فقہائے کرام کے مذہب پر اس کو جا بجا

کافر و مرتد لکھا ہے، چناں چہ اپنے رسالہ "الکوکبۃ الشہابیۃ" کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

بلاشبہ وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیرہ قطعاً یقیناً کفر لازم اور حسب تصریحات جماہیر فقہائے کرام، اصحاب فتاویٰ، اکابر و اعلام رحمہم اللہ الملک المنعام ان پر حکم کفر ثابت و قائم۔

اور اسی رسالہ کے صفحہ ۶۱ رصفحہ ۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر و اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمۂ اسلام پڑھنا فرض وواجب۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مذہب متکلمین پر اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے۔ چناں چہ الکوکبۃ الشہابیۃ کے اخیر میں یوں رقم طراز ہیں:

اگر چہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

ان عبارتوں سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ امام اہل سنت مجدد اعظم قدس سرہ نے اسمٰعیل دہلوی کو مذہب فقہا پر کافر تو لکھا ہے مگر مسلمان نہیں لکھا۔ اب رہا سوال یہ کہ مذہب متکلمین پر اس کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا تو اس کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کسی مسلمان کی تکفیر کے سلسلے میں علمائے اسلام کے دو گروہ ہیں۔

ایک گروہ جمہور فقہا کا ہے۔ یہ لوگ قائل کے کلمۂ کفر پر مطلع ہو جانے کے بعد ظاہر معنی پر حکم کفر دیتے ہیں قائل کی نیت سے بحث نہیں کرتے یعنی اگر قول کے چند معانی ہوں اور کوئی معنی حکم اسلام کا پہلو بھی رکھتا ہو تو ان کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ ہوسکتا ہے کہ قائل نے اسلام ہی والا پہلو مراد لیا ہو بلکہ وہ ظاہری معنی پر حکم کفر لگا دیتے ہیں۔ یوں ہی بعید تاویل کو بھی قبول نہیں کرتے۔ اور اس قائل سے توبہ و رجوع کی خبر جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تسلیم نہیں کرتے۔

اور دوسرا گروہ متکلمین و محتاطین فقہا کا ہے ان کے نزدیک اگر قول کفر کے کئی معانی ہوں اور ان میں کوئی معنی ایسا بھی ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہے اور قائل نے یہ بیان نہیں کیا ہے کہ اس نے کون سا معنی مراد لیا ہے تو نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ اس کو کافر کہنے سے احتیاطاً زبان روک لیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ قائل نے وہی معنی مراد لیا ہو جو حکم اسلام کا پہلو رکھتا ہے۔ اور اگر قائل اپنے قول کی بعید سے بعید تاویل کرے تو یہ اس کو قبول کر لیتے ہیں یوں ہی توبہ و رجوع کی خبر جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی اس کی وجہ سے بھی کف لسان کرتے ہیں۔

ہاں! اگر متکلم نے کفری معنی ہی کو اپنی مراد بتایا تو دونوں گروہ اس کی تکفیر میں متحد ہوتے ہیں اسی طرح وہ کلمہ کفر جو بالکل صریح ہوتا ہے، جس میں تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی دونوں گروہ اس کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

اتنی بات جاننے کے بعد اب مجدد اعظم قدس سرہ کی وہ عبارت جس میں اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے سامنے رکھیے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے بھی زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فان الاسلام یعلو ولا یعلی۔

اس عبارت سے بالکل واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مجدد اعظم قدس سرہ کے نزدیک ضعیف سے ضعیف کوئی احتمال ضرور تھا جس کی بنیاد پر متکلمین کے مذہب پر حکم کفر صادر نہیں فرمایا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ احتمال کیا تھا تو اس سلسلہ میں مناسب اور بہتر یہ ہے کہ انہیں کی عبارتوں سے وہ احتمال معلوم کیا جائے جس بنیاد پر کف لسان فرمایا ہے۔ لہٰذا وہ عبارت جس سے احتمال کا کچھ سراغ ملتا ہے پیش کی جا رہی ہے۔ الکوکبۃ الشہابیۃ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پژمردہ پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم اور جماہیر

فقہائے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حاکم۔ نسأل الله تعالى العفو والعافية في الدين والدنيا والآخرة۔

تنبیہ: یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سلبی تھا مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علماء کرام عظمائے اسلام محتاطین مقتفین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وہ یکو سخت وشدید ایذائیں پاتے۔ اس طائفہ تالفہ کے پیرو پیرو سے ناحق، ناروا بات بات پر بے مسلمانوں خالص سنیوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ فقیر غفرلہ تعالیٰ نے اس بحث کا قدرے بیان آخر رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" (۱۳۰۷ھ) میں کیا، اور وہاں بھی با آنکہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا، حکم کفر سے کف لسان ہی کیا۔ بالجملہ اس طائفہ خصوصاً ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں، اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں پھر اگرچہ بوجہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام وفقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم والعیاذ باللہ القیوم الدائم۔

مجدد اعظم قدس سرہ نے اسمٰعیل دہلوی کا حال یزید پلید جیسا بتایا ہے اور فرق صرف یہ بتایا کہ یزید سے ظلم وفسق وفجور متواتر ہے مگر کفر متواتر نہیں اور اسمٰعیل دہلوی سے کلمات کفر اعلیٰ درجہ تواتر پر ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یزید بعض ائمہ کے نزدیک کافر ہے اور بعض نے احتیاطاً تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے، اسی طرح اسمٰعیل دہلوی علمائے

متقدمین کے نزدیک کافر ہے اور مجدد اعظم قدس سرہ نے احتیاطاً اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے، اور اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ جس بنیاد پر بعض ائمہ نے یزید کی تکفیر سے احتیاطاً کف لسان فرمایا ہے اسی بنیاد پر مجدد اعظم قدس سرہ نے بھی احتیاطاً کف لسان فرمایا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک یزید کی تکفیر سے کف لسان کا سبب کیا ہے؟

یزید کی تکفیر اور تکفیر سے کف لسان سے متعلق مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم مطبوعہ رضا آفسیٹ صفحہ ۱۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں:

یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہل سنت فاسق و فاجر جری علی الکبائر تھا، اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق و اتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں، اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں۔

پھر چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت، کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال، نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ "فسوف یلقون غیا الا من تاب" اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یزید کی تکفیر سے کف لسان فرمانے کی وجہ عدم توبہ پر عدم جزم ہے یعنی اس بات کا یقین نہیں ہے کہ یزید نے توبہ نہیں کی ہے گویا احتمال توبہ کی وجہ سے سکوت کیا گیا۔ اب ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ بعض ائمہ نے یزید کی تکفیر کیوں کی اور بعض کے نزدیک توبہ کا احتمال کیسے پیدا ہوا تا کہ اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کی وجہ بخوبی سمجھ میں آجائے۔

سب سے پہلے ہم ان باتوں کو پیش کریں گے جن کی وجہ سے بعض ائمہ نے تکفیر کی ہے اور اس کے بعد ان روایتوں کو جن کی بنیاد پر بعض نے کافر نہیں کہا اور بعض نے احتیاطاً

کف لسان فرمایا۔

ملا علی قاری قدس سرہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۸ میں امام ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

قال ابن همام واختلف في اكفار يزيد قيل نعم يعني لما روي عنه ما يدل على كفره من تحليل الخمر ومن تفوهه بعد قتل الحسين واصحابه اني جازيتهم بما فعلوا باشياخ قريش وصناديدهم في بدر وامثال ذلك ولعله وجه ما قال الامام احمد رحمه الله تعالى بتكفيره لما ثبت عنده نقل تقريره.

یعنی حضرت ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول تو یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے اس لیے کہ اس سے ایسی باتیں مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں یعنی شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقا کے قتل کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے اس کا بدلہ لے لیا جو انہوں نے قریش کے شیوخ اور سرداروں کے ساتھ مقام بدر میں کیا تھا اور بھی اسی طرح کی باتیں اس سے مروی ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی باتیں پایہ ثبوت کو پہنچیں تو آپ اس کی تکفیر کے قائل ہوئے۔

اسی طرح کی بات حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الصواعق المحرقہ" صفحہ ۱۳۳ پر تحریر فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

اعلم ان اهل السنة اختلفوا في تكفير يزيد بن معاوية وولي عهده من بعده فقالت طائفة انه كافر لقول سبط ابن الجوزي وغيره المشهور انه لما جاءه رأس الحسين رضي الله تعالى عنه جمع اهل الشام وجعل ينكت رأسه بالخيزران وينشد ابيات ابن الزبعرى: ليت اشياخي ببدر شهدوا، الابيات المعروفة وزاد فيها بيتين مشتملين على صريح الكفر.

جان لو کہ یزید ابن معاویہ اور ان کے بعد ان کے ولی عہد کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت مختلف ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ سبط ابن جوزی اور ان کے علاوہ کے اس مشہور

قول کی وجہ سے وہ بلا شبہ کافر ہے کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس اس کے پاس آیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور سر مبارک کو لکڑی سے کریدنے لگا اور زبعری کے مشہور اشعار لیت اشیاخی ببدر شہدوا (اے کاش اسلام بدر میں میرے شیوخ حاضر ہوتے) پڑھنے لگا اور ان اشعار میں دو ایسے شعر کا اضافہ کیا جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔

ان عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ یزید چوں کہ شراب کو حلال جانتا تھا اور حرام قطعی کو حلال جاننا یقیناً کفر ہے اور اہل شام کے مجمع میں قتل حسین پر فرحت کا اظہار کیا جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قتل حسین کو حلال سمجھتا تھا اور ایسے اشعار پڑھے جو صریح کفر پر مشتمل تھے اس لیے جن لوگوں کے نزدیک یہ روایت ثابت ہوگئی انہوں نے اس کو کافر کہا اگر چہ یہ روایت متواتر نہیں۔ اسی کو امام اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ "اس خبیث سے ظلم و فسق و فجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں" لیکن جو یزید کو کافر نہیں کہتے بلکہ مسلمان جانتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار کا صریح کفر پر مشتمل ہونے والی اور شراب حلال جاننے والی روایت سے قطعی علم حاصل نہیں ہوا اور کسی کو کافر کہنے کے لیے اس کے کفر کا قطعی علم ہونا ضروری ہے اور رہی یہ بات کہ قتل امام پر فرحت کا اظہار جس سے اس کا احتمال پیدا ہوتا ہے کہ قتل امام کو حلال جانتا تھا تو اس کی خلاف بھی روایتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل امام کو حلال نہیں جانتا تھا، چناں چہ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

وقالت طائفة ليس بكافر لأن الأسباب الموجبة للكفر لم يثبت عندنا منها شيء والأصل بقاؤه على إسلامه حتى يعلم ما يخرجه عنه وما سبق أنه المشهور يعارضه ما حكي أن يزيد لما وصل إليه رأس الحسين قال رحمك الله يا حسين لقد قتلك رجل لم يعرف حق الأرحام وتنكر لابن زياد وقال قد زرع لي العداوة في قلب البر والفاجر ورد نساء الحسين ومن بقي من بنيه مع رأسه إلى المدينة ليدفن الرأس بها. (الصواعق المحرقة مصري، ص۱۳۲)

اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اس لیے کہ ہمارے نزدیک کفر کو واجب کردینے والے اسباب میں سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور اصل میں وہ اپنے اسلام پر باقی

ہے جب تک کہ ایسی چیز نہ جان لی جائے جو اس کو اسلام سے خارج کردے اور وہ مشہور بات جو گزری۔ اس کے مخالف بھی روایت ہے کہ جب اس کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس پہنچا تو اس نے کہا: اے حسین! اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ کو ایسے شخص نے قتل کیا جس نے رشتہ داروں کا حق نہیں پہچانا اور اس نے ابن زیاد کو برا جانا اور کہا کہ اس نے میری عداوت کی بیج ہر اچھے اور برے کے دل میں بودی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی مستورات کو اور ان کے صاحبزادوں میں سے جو بچ گئے تھے ان کو سر اقدس کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا تاکہ سر اقدس کو وہاں دفن کیا جائے۔

اسی کے مثل تاریخ طبری میں بھی روایتیں ملتی ہیں۔ چنانچہ جلد چہارم صفحہ ۲۹۶ پر ہے:

وحدثنی مولی لمعاویة ابن أبی سفیان قال لما أتی یزید برأس الحسین فوضع بین یدیه قال رأیته یبکی وقال لو کان بینه وبینه رحم ما فعل هذا.

اور مجھ سے حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کے غلام نے بیان کیا کہ جب یزید کے پاس حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لایا گیا اور اس کے سامنے رکھا گیا تو میں نے اس کو روتے ہوئے دیکھا اور اس نے کہا کہ کاش ان کے اور اس کے درمیان کوئی رشتہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

اور اسی جلد چہارم صفحہ ۳۵۲ پر ہے:

فدمعت عین یزید وقال قد کنت ارضی من طاعتکم بدون قتل الحسین لعن اللہ ابن سمیة اما واللہ لو انی صاحبه لعفوت عنه فرحم اللہ الحسین.

یعنی یزید کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور کہا کہ میں بغیر قتل حسین کے تمہاری طاعت وفرماں برداری سے راضی تھا۔ ابن سمیہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ سنو! بخدا اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ان سے درگزر کرتا پس اللہ حضرت حسین پر رحم فرمائے۔

اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۸ پر ہے:

لما قتل الحسین وبنو ابیه بعث ابن زیاد برؤوسهم الی یزید فسر

بقتلهم اولاً ثم ندم لما مقته المسلمون علی ذلک وابغضه الناس وحق لهم ان یبغضوه۔

یعنی جب حضرت امام حسین اور آپ کے برداران رضی اللہ عنہم قتل کیے گئے تو ابن زیاد نے ان کے مبارک سروں کو یزید کے پاس بھیجا تو یزید پہلے تو ان کے قتل سے خوش ہوا لیکن جب لوگوں نے اس کی اس حرکت پر اس سے نفرت کی اور لوگوں کو اس سے نفرت کرنے کا حق بھی ہے تو وہ نادم ہوا۔

یہ وہ روایتیں ہیں جن سے صراحۃً توبہ کا پتہ نہیں چلتا لیکن توبہ کا احتمال ضرور پیدا ہوتا ہے اور جب توبہ کا احتمال پیدا ہوگا تو عدم توبہ پر جزم ویقین کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ لہذا ائمہ محتاطین نے مختلف قسم کی روایتوں کی وجہ سے یزید کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا اور اس کی تکفیر سے احتیاطاً کف لسان فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

ومن ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة فی شانه التوقف فيه وتفويض امره الی الله سبحانه لانه العالم بالخفيات والمطلع علی مسكنونات السرائر وهو اجس الضمائر لا نعرض لتكفيره أصلا لأن هذا هو الأحری والأسلم۔

یعنی محققین کی ایک جماعت نے یزید کے سلسلے میں یہ کہا ہے کہ اس کے بارے میں درست راہ یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کے معاملے کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کردیا جائے۔ اس لیے کہ وہی دلوں کی مخفی باتوں اور خطرات کو جانتا ہے، اس لیے ہم سرے سے اس کی تکفیر کے درپے نہیں ہیں کیونکہ یہی مناسب اور اسلم راہ ہے۔

روایتوں کی روشنی میں یہ معلوم ہوگیا کہ یزید کے توبہ نہ کرنے کا یقین نہ ہونے کی بنیاد پر ائمہ محتاطین نے نہ اس کو کافر کہا اور نہ مسلمان کہا بلکہ سکوت پسند کیا۔

اسی طرح اسمٰعیل دہلوی کا کفر اگرچہ متواتر ہے، اس کے کفر کا علم قطعی اور یقینی ہے مگر بعض روایتیں ایسی ملتی ہیں کہ جن سے توبہ ورجوع کا ضعیف سا احتمال پیدا ہوتا ہے، ان روایتوں کو یکے بعد دیگرے نمبروار تحریر کرنے کے بعد ان جملوں اور الفاظ کی نشان دہی کی

جائے گی جن سے توبہ و رجوع کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(۱) حضرت علامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیف الجبار مطبوعہ لاہور صفحہ ۹۳" پر مناظرہ جامع مسجد دہلی کی روداد بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ جب اسمٰعیل دہلوی کی قلعی کھل گئی تو جہاں بھی اہل علم تھے سب اس کی بے دینی کے اظہار اور اس کا رد کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس طرح فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"اور ہر ایک جگہ جو اہل علم تھے متوجہ ہوئے اس کی بے دینی کے اظہار اور اس کے رد لکھنے پر ان ہی معنوں سے آگ ان کے فتنے کی ٹھنڈی ہوگئی اور نئے دین والے بھی زبان دبا کر بات کرنے لگے اور توبہ بات بنانے میں ہوئی اور تقیہ جاری ہوا، ہزاروں ہزار آدمی اس طریقہ سے تائب ہوئے، صرف وہی لوگ کہ جن کو تخن پروری کا پاس دین پر غالب ہوا، یا وہ پیشہ واسطہ ہوا دنیا پیدا کرنے کا اس طریق پر قائم رہے مگر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ اہل علم کی مجلسوں میں تقیہ سے گزارا کرتے، مولوی اسمٰعیل وغیرہ ارکان دین جدید نے بھی اس بحث کو کم کر کے وعظ کو منحصر کیا جہاد کی ترغیب پر"۔

(۲) مولوی اشرف علی تھانوی نے "ارواح ثلاثہ" صفحہ ۸۱ پر تقویۃ الایمان کے بارے میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے

"میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آ گئے اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہو گیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو

ضرور ہونی چاہیے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے۔ اس پر مولوی عبدالحئی صاحب، شاہ اسحٰق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح شائع ہونی چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا، اس زمانہ میں مولانا اسمٰعیل گلی کوچوں میں وعظ فرماتے تھے اور مولانا عبدالحئی صاحب مساجد میں، چھ مہینے کے بعد جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب اور اپنے استاذ میاں جی محمدی صاحب وغیرہ سے سنا ہے۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول کتاب التقلید والاجتہاد میں صفحہ ۱۱۳ پر کسی نے سوال کیا ہے کہ:

اور ایک بات یہ مشہور ہے کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کی ہے۔ آپ نے بھی کہیں یہ بات سنی ہے یا محض افترا ہے۔

اس کے جواب میں صفحہ ۱۱۴ پر مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے:

اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افترا اہل بدعت کا ہے۔

ان روایات کے مندرجہ ذیل جملوں

(۱) زبان و ہاتھ [illegible] بات کرنے لگے (۲) توجیہ بات بنانے میں ہوئی (۳) تقیہ جاری ہوا۔ (۴) اہل علم کی مجلسوں میں تقیہ سے [illegible] (۵) مولوی اسمٰعیل وغیرہ [illegible] اہل بدعت کو کم کرکے وعظ کو مختصر کیا جہاد کی ترغیب پر۔

کو پڑھنے سے اتنی بات تو واضح ہے کہ علمائے کرام کے رد اور تکفیر کے بعد مولوی اسمٰعیل وغیرہ اور ان کے ہم نوا اپنے باطل عقائد کو برملا نہیں بیان کرتے تھے۔ بات بنانے کے لیے فاسد عقائد کے غلط معانی و مطالب بیان کرتے تھے، تقیہ کے ذریعہ علمائے اہل سنت کی باتوں کی موافقت کرتے اور اپنے برے عقائد کو چھپاتے اور غلط عقائد کی ترویج و اشاعت کا کام بھی روک دیا تھا۔

اگرچہ قرائن سے یہ بات واضح ہے کہ تقویۃ الایمان وغیرہ کی اشاعت اپنے مسلک کی ترویج و اشاعت سے زیادہ صرف ذاتی دشواری سے بچنے کے لیے تھا پھر بھی ضعیف سا احتمال یہ ہوتا ہے کہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ہو تو دل ہی دل میں تائب ہو کر عقائد اہل سنت کی موافقت کی ہو لیکن کیونکہ دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لوگوں کو دل کا کیا حال کیا معلوم وہ تو صرف قرینے سے جانتے ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ بھی ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب نے کہا تھا کہ [illegible] کی کوئی ضرورت نہیں ہے سرحد کے علاقے میں وہ عقائد اہل سنت کی تمام باتوں کے قائل ہو گئے [illegible] اس علاقہ میں اسمٰعیل دہلوی بھی [illegible] سے متاثر ہو کر اپنے وعظ کو صرف جہاد کی ترغیب پر منحصر کر دیا اور عقائد باطلہ کی ترویج و اشاعت کا کام بھی روک دیا۔ اس سے بھی توبہ کا ایک ضعیف سا احتمال پیدا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت سے اس بات سے قطع نظر کہ اس کی توبہ کی شہرت حقیقت ہے یا افواہ، اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ شہرت توبہ کی تھی چنانچہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ **اطیب البیان** میں قول رشیدیہ کی بات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"مگر پہلے دیوبندی بھی کہا کرتے تھے"

یعنی وہ توبہ ہونے کے قائل تھے اس کی تائید [illegible] حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے [illegible] کہ مولانا حشمت علی کی عبارت میں احتمال کیا ہے [illegible] احتمال ہے [illegible] اور [illegible] میں بھی ہے [illegible] فرمایا:

اے [illegible] اللہ [illegible] سے پوچھ کر اس کی [illegible] سے آپ تو اپنی [illegible] تھی۔

یعنی اگر [illegible] احتمال توبہ کی وجہ سے احتیاطاً کف لسان فرمایا ہے تو آپ [illegible] کے بارے میں بھی توبہ [illegible] کی روایتیں [illegible] کریں گے۔ شاید یہی حکمت تھی کہ [illegible] مفتی اعظم [illegible] حضرت رضی اللہ عنہ نے [illegible] کف لسان کی وجہ نہیں [illegible] فرمائی۔

اگر چہ توبہ [illegible] روایت [illegible] شاید اس [illegible] حضور صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی کیا ہے [illegible]

[illegible] اسمٰعیل دہلوی [illegible]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان روایتوں سے اگر چہ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسمٰعیل دہلوی نے توبہ کر لی تھی مگر توبہ کا شبہ تو ہوتا ہے جس سے توبہ نہ کرنے کا یقین حاصل نہیں ہوتا اسی بنیاد پر مفتی اعظم قدس سرہ نے سکوت پسند فرمایا ورنہ غور کرنے کا مقام ہے کہ دیگر علماء دیوبند پر کفر قطعی کلامی کا حکم لگایا گیا جب کہ وہ زندہ تھے اور مردہ اسمٰعیل دہلوی پر کفر قطعی کلامی کا حکم

نہیں لگایا گیا۔ اگر اسمٰعیل دہلوی کا کفر بھی متعین ہوتا تو اس پر بھی کفر قطعی کلامی کا حکم ضرور لگایا جاتا اس لیے کہ خوف زندوں کا ہوتا ہے مردوں کا نہیں۔ اگر اسمٰعیل دہلوی بھی اعلیٰ حضرت کے زمانے میں ہوتا اور جس طرح علمائے دیوبند اپنی عبارتوں میں کوئی پہلوئے اسلام نہیں نکال سکے اور نہ ہی کسی کی طرف ایسی روایت ہی منسوب ہے جس سے توبہ کا شبہہ ہو تو اسمٰعیل دہلوی بھی اگر کوئی پہلوئے اسلام نہ نکالتا اور کوئی روایت بھی ایسی منسوب نہ ہوتی جس سے توبہ کا شبہہ پیدا ہوتا تو ضرور اس پر بھی کفر قطعی کلامی کا حکم لگایا جاتا۔

ظاہر ہے کہ یہ روایتیں علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے ہمعصر علما کو بھی پہنچی ہوں گی مگر ان روایتوں کو قبول نہ کرتے ہوئے انہوں نے مذہب فقہا پر حکم کفر جاری فرما دیا۔

اب رہا سوال یہ کہ علمائے حقدمین نے اسمٰعیل دہلوی پر حکم کفر لگانے کے بعد وہی عبارت لکھی جو اعلیٰ حضرت اور علمائے حرمین طیبین نے علمائے دیوبند کی تکفیر کے بعد تحریر فرمائی ہے یعنی من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے شبہہ کی بنیاد پر اس کو کافر نہیں کہا تو اعلیٰ حضرت علمائے حقدمین کے نزدیک کافر ہوں گے یا نہیں؟

تو اس سلسلے میں یہ جاننا چاہیے کہ یہ حکم اس پر لاگو ہوگا جس کے نزدیک کوئی ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہ ہو اگر یہ نہ مانا جائے تو بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں جمہور فقہا اور متکلمین کے درمیان تکفیر کے بارے میں اختلاف رہتا ہے۔ ایک گروہ کافر کہتا ہے اور دوسرا گروہ مسلمان جانتا ہے یا کف لسان کرتا ہے تو کیا جمہور فقہا، متکلمین کو تکفیر نہ کرنے کی وجہ سے یا کفر میں شک کرنے کی وجہ سے کافر جانتے ہیں یا متکلمین کے نزدیک جو مسلمان ہے اس کو کافر جاننے کی وجہ سے متکلمین جمہور فقہا کو کافر جانتے ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں۔ حالاں کہ جمہور فقہا جس کو کافر کہتے ہیں وہ بھی ان کے نزدیک قطعی کافر ہی ہوتا ہے اسی لیے وہ بھی ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' اور اسی جیسی عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

مثلاً دین کو حقیر جاننے یا ہلکا سمجھنے اور علم وعلما کی توہین کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مذہب فقہاء پر کافر ہے اسی طرح شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب وشتم کا نشانہ بنانا فی نفسہ کفر نہیں ہے اس لیے کہ

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ ہاں اگر کوئی گالی دینے کو حلال جانے تو وہ یقیناً کافر ہے۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم لو استحل السب او القتل فهو كافر لا محالة.

یعنی یہ معلوم ہے کہ (شیخین) کو گالی دینا (ان کو) قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے (تو جب ان کا قتل کفر نہیں تو گالی دینا کیسے کفر ہوگا) ہاں اگر گالی دینے یا قتل کرنے کو حلال جانے تو یقیناً کفر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شیخین کو گالی دینے کی وجہ سے رافضیوں کو کافر کہتے ہیں وہ مذہب فقہا پر حکم کفر صادر فرماتے ہیں، مگر پھر بھی فقہائے کرام نے ایسے لوگوں پر حکم صادر فرمانے کے بعد "من شک الخ" جیسی عبارت بلکہ کہیں اس سے بھی سخت عبارت تحریر فرمائی ہے۔

چنانچہ عقود الدریہ طبع مصر جلد اول صفحہ ۹۲ پر رافضیوں کے بارے میں ہے:

اعلم اسعدک اللہ تعالی ان ھولاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم .. صفحہ ۹۲ .. اما الکفر فمن وجوہ منھا انھم یستخفون بالدین ومنھا انھم یسبون العلم والعلماء .. صفحہ ۹۳ .. ومنھا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین .. صفحہ ۹۳ .. فمن اتصف بواحدۃ من ھذہ الامور فھو کافر .. صفحہ ۹۳ .. اما سب الشیخین رضی اللہ عنھما فانہ کسب النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وقال الصدر الشھید من سب الشیخین او لعنھما یکفر ولا تقبل توبتہ واسلامہ .. صفحہ ۹۳ .. اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرا. (بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ششم)

ان عبارتوں میں رافضیوں کی تکفیر کی تین وجہیں بتائی گئیں، دین کو ہلکا جاننا، علم وعلما کی توہین کرنا اور شیخین کو گالی دینا اور یہ بتایا کہ ان میں سے جس کے اندر کوئی وجہ پائی جائے

گی تو وہ کافر ہوگا، اور ایسا کافر ہوگا کہ جو اس کے کفر و الحاد میں شک کرے وہ بھی اسی کی طرح کافر ہوگا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ شیخین کو گالی دینے کی بنیاد پر متکلمین اور فقہائے محققین رافضیوں کو کافر نہیں کہتے تو کیا متکلمین ان حضرات کے نزدیک کافر ہیں، جنہوں نے رافضیوں کے کفر و الحاد میں شک کرنے والے کو کافر کہا ہے یا متکلمین کے نزدیک کافر کہنے والے فقہا کافر ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے، لہٰذا مجدد اعظم قدس سرہ مذہب متکلمین پر اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے احتیاطاً کف لسان کرنے کی وجہ سے ہرگز کافر نہیں ہوں گے۔

☆☆☆

مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کا مسئلہ

مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کے سلسلہ میں وہابیوں کے دو شبہات ہیں۔ اول یہ کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "الکوکبۃ الشہابیہ" میں لکھا ہے:

یہاں انبیا و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا یہ کفر بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ (صفحہ ۸۱)

وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی ﷺ کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ (صفحہ ۴۴)

مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیے۔ صفحہ ۴۷

اور انصاف کیجیے! تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔ صفحہ ۴۹

وہابیوں کا پہلا شبہہ یہ ہے کہ جب مولوی اسماعیل دہلوی نے ایسا کفر کیا جو صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ہمارے نبی ﷺ کی جناب میں صریح گستاخی کی۔ ان کی جناب میں بے دھڑک صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیے جس میں کسی تاویل کی جگہ نہیں تو پھر مولوی اسماعیل کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا؟ "الکوکبۃ الشہابیہ" کے اخیر میں لکھا:

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب ہے۔

اور سل السیوف الہندیہ میں فرمایا ہے: یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا بحمر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام، عظمائے اسلام محتاطین کلمۂ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وہ کچھ سخت و شدید ایذائیں پاتے۔ اس طائفہ تالفہ کے مقتدی و پیشوا سے ناحق، ناروا بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر و شرک سنتے اسکی ناپاک و غلیظ گالیاں کھاتے باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی نہ ان

الاکبر" "عذاب الشدید" وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔

ہم انہیں کتابوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں اس کے لیے چند تحریری نوٹ ذہن نشین کر لیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں صریح متعین اور صریح متعین۔ اول ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں، اگر چہ تاویل بعید ہو۔ اس کو صریح متعین کہتے ہیں۔ تقریب فہم کے لیے کلمات کفر سے ہٹ کر کے اس کی مثال لفظ طلاق ہے۔ نکاح ختم کرنے کے معنی میں یہ صریح ہے کہ یہی اس کا ظاہری معنی ہے، جب بیوی کی طرف نسبت کر کے بولتے ہیں تو اس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے لیکن اس کا دوسرا معنی بندش کھولنا بھی ہے اور یہ بھی مستعمل ہے لیکن یہ معنی بعید ہے اگر چہ لغوی ہے حتی کہ اس کے مراد ہونے کے لیے قرینہ کی ضرورت ہے۔

فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جائے گی بلکہ اگر بولنے والا کہے کہ میری نیت اس کی نہ تھی جب بھی حکم یہی ہوگا کہ طلاق پڑ گئی۔

ہدایہ میں ہے۔

الطلاق علی ضربان صریح و کنایۃ فالصریح انت طالق لایفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یدین فی القضاء لانہ خلاف الظاہر و یدین فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ لانہ نوی ما یحتملہ

طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ۔ صریح جیسے انت طالق اور یہ نیت کا محتاج نہیں۔ اس لیے کہ وہ غلبہ استعمال کی وجہ سے طلاق کے معنی میں صریح ہے، اور اگر قائل کے کہ میں نے بندش کھولنے کی نیت کی تھی تو اس کا اعتبار نہیں اس لیے کہ وہ خلاف ظاہر ہے۔ ہاں فی مابینہ وبین اللہ معتبر ہے، اس لیے کہ اس نے اس معنی کی نیت کی جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔

اس کے تحت فتح القدیر میں ہے:

ماغلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ او مجازا صریح فان لم

یستعمل فی غیرہ فاولی بالصراحۃ

لفظ جس معنی میں غالب استعمال ہو وہ صریح ہے اس حیثیت سے کہ اس لفظ سے ذہن اس معنی کی طرف سبقت کرتا ہے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی اور اگر دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو بدرجہ اولیٰ صریح ہے۔ چند سطر کے بعد ہے:

والغلبۃ فی مفهومها الاستعمال فی الغیر قلیلا

غلبہ استعمال کے مفہوم میں اصل ہے کہ دوسرے معنی میں بھی قلیل استعمال ہوتا ہو۔

"محتملہ" کے تحت عنایہ میں ہے:

اذ الطلاق من الاطلاق یستعمل فی الابل والوثاق

اس لئے کہ لفظ طلاق اونٹ کھولنے اور بندش کھولنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ صریح بول کر کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ اس کا ظاہر معنی یہ ہے اگرچہ ظاہر اس کا کوئی اور خفی معنی ہو اور لفظ طلاق اسی قسم سے ہے کہ اس کا ظاہر معنی طلاق شرعی ہے لیکن بندش کھولنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے (جو خفی ہے) اس لیے یہ پہلے معنی میں ظاہر ہے کیوں کہ جب طلاق بولا جاتا ہے تو ذہن طلاق شرعی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرا معنی مراد لینے کے لیے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے۔ اس لیے لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جاتی ہے بلکہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت طلاق کی نہیں تھی جب بھی پڑ جائے گی اسی کو صریح متعین کہتے ہیں۔

نیز ان عبارات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں دوسرے معنی کا قطعاً احتمال نہ ہو۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا:

فان لم یستعمل فی غیرہ فاولی بالصراحۃ

اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ کیا جائے تو بدرجہ اولیٰ صریح ہے۔ اس کو صریح متعین کہتے ہیں۔

اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفری ہو ظاہر معنی بھی کفر ہو اور خفی معنی بھی کفر ہو نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی، جیسے یہ کہنا کہ اللہ موجود نہیں۔ اس

سے کلام کی دو قسمیں ثابت ہو گئیں۔ صریح متعین، صریح متعین۔

جمہور فقہائے کرام ایسے کلام کو جو کفری معنی میں صریح متعین ہو قائل کو کافر کہتے ہیں۔ کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی میں صریح متعین ہیں اور فقہا ان کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ البحر الرائق، عالمگیری وغیرہ میں ایسے کلمات مذکور ہیں۔

الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

عملنا بما دل علیه لفظه صریحا و قلنا له انت حیث اطلقت هذا اللفظ ولم تؤول انت کافر وان کنت لم تقصد ذالک لانه انما نحکم بالکفر باعتبار الظاهر و قصدک و عدمه انما ترتبط به الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان محتملا لمعان کان فی بعضها اظهر عمل علیه و کذا استوت ووجد لاحدها مرجح بل ارادة وعدمها لاشغل لنا بها.

ہم لفظ صریح کے مدلول پر عمل کریں گے اور کہیں گے کہ تم نے جب یہ لفظ کہا اور تاویل نہیں کی تو کافر ہو گیا۔ اگر چہ تو نے اس کا قصد نہ کیا ہو کیوں کہ ظاہری معنی کے لحاظ سے کفر کا حکم کرتے ہیں اور تیرے قصد اور عدم قصد پر احکام باطنی کا تعلق ہے۔ اس لیے لفظ اگر چند معنی کا احتمال رکھے تو اگر بعض میں زیادہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔ یوں ہی اگر سب برابر ہوں اور کسی ایک کے لیے کوئی مرجح ہو تو بھی اسی پر عمل کریں گے، ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں مطلب نہیں۔

صاف صاف فرمایا ہم لفظ کے معنی صریح پر عمل کرتے ہیں ہم ظاہری معنی کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ جب لفظ چند معنی کا احتمال رکھے اور ایک معنی زیادہ ظاہر ہو تو ہم لفظ کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کفری معنی زیادہ ظاہر ہو اور قائل سے تاویل منقول نہ ہو تو ہم اس کے کافر ہونے کا حکم دیتے ہیں، اس کی چھان بین نہیں کرتے۔

اس ارشاد کی روشنی میں دہلوی صاحب کے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ جو اوپر نقل کیے ہیں ان کو ناظرین دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کا مدلول ظاہر کفر ہے یا نہیں؟ ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب کے ان اقوال کا ظاہر مدلول صریح کفر ہے، گستاخی ہے۔ اس

لے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا یہ فرمانا کہ اس پر کفر لازم ہے، جماہیر فقہا و اصحاب فتویٰ کی تصریحات کے بموجب یہ مرتد ہے، کافر ہے، بلا شبہ حق و صحیح ہے۔

محققین و فقہا و متکلمین کا مذہب:

لیکن محققین فقہا و متکلمین فرماتے ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگر چہ وہ بعید ہو تو اسے کافر کہنے سے زبان روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا یہ حضرات صریح متعین پر تکفیر نہیں فرماتے ہاں اگر صریح متعین ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے:

وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذ وفی التتار خانیة لایکفر بالمحتمل .(جلد خامس :صفحه ۱۳۴)

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلے میں متعدد وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کا اختیار کرے جو تکفیر سے منع کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر مگر جب کہ کفری معنی کے مراد ہونے کی صراحت ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی، اور تتارخانیہ میں ہے محتمل پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہا نے قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں:

فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها .(البحر الرائق: ج۵ ص ۱۳۵)

تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے ان کے قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہی لازم کرلیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ بحر الرائق میں مذکورہ کلمات کفر پر علماء نے قائل کی

تکفیر کی لیکن علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کفریہ کلمات کے قائل کو کافر نہیں کہوں گا، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر چھک چھک کر اعتراض کرنے والے دیوبندیوں میں ہمت ہے، تو اس کو بتائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ پوری دیوبندی برادری مرتے مرجائے گی، اس کو نہیں بتائے گی۔ بتادیں خود ان کے قلم سے ان کے منھ سے ان کا اعتراض ہباءً منثورا ہو جائے گا۔ لیکن ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لیے ہم بتادیتے ہیں۔

بات وہی ہے کہ اکثر یہ کلمات کفر صریح متعین ہیں اور ان کا ظاہر معنی کفر ہے، ان میں کسی تاویل قریب کی گنجائش نہیں اگرچہ تاویل بعید ہوسکتی ہے، اس لیے جمہور فقہا ان کلمات کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن علامہ ابن نجیم کا مختار محققین فقہا کا مذہب ہے کہ جب تک کلمۂ کفر صریح متعین نہ ہو تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں اگر کسی کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہو تو تکفیر سے احتیاط برتیں گے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اپنے اس قول میں اس کو واضح فرمادیا ہے، لکھتے ہیں:

اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں۔ (صفحہ ۵۳)

جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ کی قید سے واضح ہے کہ یہ حکم جمہور فقہا کی روش پر ہے کہ وہ صریح معنی پر قائل کو کافر کہتے ہیں یعنی کہ عامہ کتب فقہ میں مذکور اکثر کلمات کفر پر فقہائے کرام نے تکفیر فرمائی مگر محققین متکلمین نے کف لسان فرمایا۔ یہ بات ایسی نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے واضح نہ فرمائی ہو۔ "الکوکبۃ الشہابیۃ" "سل السیوف الھندیۃ" میں نہایت وضاحت سے بیان فرمادیا ہے۔

سل السیوف الھندیۃ میں ہے:

لزوم، التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے

ڈریں گے۔ (صفحہ ۲۲)

سبحان السبوح میں تحریر فرمایا:

امام الطائفہ (اسماعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل باقی نہ رہے۔ (صفحہ ۸۰)

ناظرین ضعیف سے ضعیف احتمال اور محمل پر غور کریں۔ یہ صاف اس بات کی تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اس کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہا اور جمہور متکلمین کے مذہب کی بنا پر تکفیر سے زبان روکی۔ اسی تقریر سے دیو بندیوں کا یہ مغالطہ بھی رد ہو گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الکوکبۃ الشہابیہ میں دہلوی کی کفریات کے بارے میں یہ لکھا:

وہابی صاحبو تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی ﷺ کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ صفحہ ۲۴

اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے الفاظ لکھ دیے۔ (صفحہ ۲۷)

انصاف کیجیے اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

الکوکبۃ الشہابیہ، سل السیوف الہندیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اس لیے ان میں جو شرعی اصطلاحی الفاظ آئے ہیں ان میں وہی معنی مراد ہوں گے جو فقہا کی اصطلاح ہے۔ فقہا جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متعین ہوتی ہے اور جب یہ فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس لیے الکوکبۃ الشہابیہ یا سل السیوف الہندیہ میں جہاں لفظ صریح آیا ہے اس سے مراد صریح متعین ہوتا ہے اور جہاں فرمایا کہ تاویل کی گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ

تاویل بعید نہ ہو۔

متکلمین کے نزدیک جب تاویل بعید بھی معتبر ہے تو اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کلام میں تاویل کی گنجائش ہے تو ان کی مراد تاویل قریب بھی ہو سکتی ہے، اور تاویل بعید بھی اور جب یہ فرمائیں کہ تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نہ قریب کی گنجائش نہ بعید کی۔

اب بات واضح ہو گئی کہ "الکوکبۃ الشہابیہ" اور "سل السیوف الہندیہ" میں چونکہ جمہور فقہا کی روش پر کلام تھا، جب فرمایا کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں، اس سے مراد، یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں اور اخیر میں متکلمین کے مذہب کے مطابق جب اپنا فیصلہ سنایا کہ جب تک "ضعیف سا ضعیف" احتمال ملے گا حکم جاری کرتے ہوئے ڈریں گے یہاں مراد تاویل بعید ہے۔ لفظ ضعیف سا ضعیف؟ اس کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اس لیے ان ارشادات میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کوئی تناقض۔

بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض فرقے محدثین کے نزدیک کافر ہیں، اور متکلمین کے نزدیک کافر نہیں صرف فاسق ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں ان کا قول منقول ہے کہ:

"کہاں اہل ہوا کا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق"۔ (حصہ اول صفحہ ۱۲۶)

دوسرا شبہہ:

صلح کلی تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کے لیے اس کا بہت زوروں سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ استاذ الاساتذہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسماعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی یہاں تک حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ "تحقیق الفتویٰ" اور "سیف الجبار" وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف

لسان فرمایا ہے، اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر مانتے ہیں تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو کافر مانیں۔

اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی، تھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے پھر کوئی ان کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ کافر نہ ہوگا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علما نے اسماعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا، پھر بھی سب اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو بھی۔

ازالۂ شبہہ:

یہ صلح کلیوں کا ایک مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ چونکہ عوام تو عوام علماء تک مسئلہ تکفیر کے سلسلے میں پیچیدگیوں سے واقف نہیں اس لیے الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا۔ اس لیے ناظرین پورے طور سے متوجہ ہو کر حاضر دماغی سے میری گزارشات کو پڑھیں۔

اسی مغالطہ پر سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو لازم کہ پھر کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ اگر چہ وہ صریح سے صریح کفر بکے، اس لیے کہ کسی کفر بکنے والے کو اگر کسی مفتی نے کافر کہا تو وہ یہی مغالطہ پیش کر دے گا کہ ٹھیک ہے آپ کافر کہتے ہیں، مگر میں کافر نہیں کہتا جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسماعیل دہلوی کو کافر کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کافر نہیں کہا، اور دونوں مقتدا ہیں۔

مثلاً قادیانیوں کا حامی کہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں، میں کافر نہیں کہتا مثال میں یہی بات ذکر کر دے۔

منکرین حدیث چکڑالویوں کا کوئی وظیفہ خوار یہ کہے: آپ کافر کہتے ہیں لیکن میں نہیں کہتا اور نظیر میں وہی مذکورہ بالا بات پیش کردے۔

تو یہ صلح کلی لوگ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہوگا؟ اگر صلح کلی اس کا جواب دے دیں تو ہم کو پھر کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ انہیں کے جواب سے ہم دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کا قطعی حتمی کافر ہونا ثابت کردیں گے۔ اسماعیل دہلوی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی صلح کلی اس گتھی کو سلجھانے کی ہمت نہیں کرے گا، کیوں کہ اس گتھی کو سلجھانا حقیقت میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا ہے۔

سنجیدہ و متین شخص کو حقیقۃً اتنے ہی سے اطمینان ہو جانا چاہیے اور جسے اطمینان نہ ہو بتائے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا شخص کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی، اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود نہیں اسے ایک کافر کہتا ہے دوسرا کافر نہیں کہتا کیا دونوں صحیح کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک صحیح کہہ رہا ہے۔ دوسرا غلط کہہ رہا ہے مگر مقالات مذکورہ کی بنا پر صلح کلیوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں صحیح ہیں۔ پھر ایمان اٹھ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے بکے کوئی ان سے باز پرس نہیں کرسکتا۔ سارا دین سارا مذہب برباد۔ ایمان غائب۔ خدا ناترسوں کو چھٹی مل گئی وہ جو چاہیں بکیں۔

ناظرین [illegible] ناظرین اپنی حیرت دور کرنا چاہتے ہیں تو صلح کلیوں سے مندرجہ ذیل استفتا کرلیں اور ان سے کسی طرح جواب حاصل کرلیں اگر کوئی صلح کلی ان سوالات کے جوابات دے دے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے جواب سے میں بتادوں گا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور ان اقانیم اربعہ کے کفریات میں کیا فرق ہے

۱۔ زید نے کہا کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا، اس پر ایک عالم سے استفتا ہوا، انھوں نے فتویٰ دیا کہ زید کافر ہے کیوں کہ اس نے ضروریات دین میں سے ایک دینی ضروری عقیدہ کا انکار کیا اس لیے کہ کافروں کا جہنم میں جانا ضروریات دین سے ہے۔ قرآن

مجید کی سیکڑوں آیتوں سے ثابت ہے۔

..........دوسرے عالم سے یہ سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ زید کو کافر کہنے سے کف لسان کرنا چاہیے کیوں کہ اس کے کلام میں تاویل کی گنجائش ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ قیامت کے دن سارے کافر مومن ہو جائیں گے، جب وہ سب کچھ دیکھ لیں گے تو ایمان لانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ معتبر ایمان بالغیب ہے، قیامت کے دن کا ایمان معتبر نہ ہوگا، اس لیے جو دنیا میں کافر تھے، جہنم میں ڈالے جائیں گے، اور جہنم میں ڈالتے وقت کافر نہ ہوں گے مومن ہوں گے اس لیے اس تاویل کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا۔ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد کافر سے کافر بالطاغوت ہو جیسا کہ فرمایا گیا:

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ (البقرہ : آیت ۲۵۶)

ترجمہ: جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔

۲۔ ایک شخص نے کہا: کوئی مومن جنت میں نہیں جائے گا، اس پر ایک عالم نے اس کی تکفیر کی۔ دوسرے نے کہا میں کافر نہیں کہتا۔ ہو سکتا ہے اس کی مراد مومن بالطاغوت ہو۔ بولئے ان دونوں میں کس مفتی کا فتویٰ صحیح ہے؟۔ اگر دوسرے عالم کا فتویٰ صحیح ہے تو پہلے عالم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے زید کو کافر کہا، جبکہ کافر کو کافر کہنا ضروریات دین سے ہے۔ کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے تو پہلے مفتی کے فتوے کی رو سے دوسرے عالم کافر ہوتے ہیں کہ نہیں؟۔

۳۔ عمرو نے کہا کہ کروڑوں معبود برحق ہیں۔ عمرو سے مواخذہ کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَاِلٰـھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ (البقرۃ: آیت ۱۶۳)

تمہارا معبود ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

تم نے اس آیت کا انکار کیا، اس لیے تم کافر ہو گئے۔ عمرو نے جواب میں کہا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا گیا ہے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لیے آتی ہے، اور 'لا' کبھی نفی کمال

کے لیے آتا ہے۔ جیسے لافتیٰ الا علی، لا سیف الا ذو الفقار کوئی جوان نہیں مگر علی، کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار۔ اس کی روشنی میں "الہ واحد" میں "الہ" کی تنوین تعظیم کے لیے ہے۔ اسی طرح "لاالہ" میں "لا" نفی کمال کے لیے ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بڑا معبود ایک ہے۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں، مگر ایک مفتی نے عمرو کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا اسے رد کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ عمرو بلا شبہ کافر و مرتد ہے جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مگر ایک دوسرے مفتی نے فتویٰ دیا کہ چوں کہ عمرو تاویل کرتا ہے اس لیے وہ مسلمان ہے۔

ناظرین خود دیوبند کے دار الافتاء میں سوال بھیج کر معلوم کرلیں کہ عمرو اور دوسرے مفتی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہم چوں کہ سمجھانے کے موڈ میں ہیں، اس لیے ہم ناظرین سے یہی کہیں گے کہ اگر ہم کچھ کہیں تو بے جا پاسداری پر محمول کیا جائے گا، اس لیے ضروری یہ ہے کہ کوئی صلح کلی یا وہابی ان سوالوں کا جواب دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کوئی صلح کلی یا کوئی وہابی ان سوالوں کے جوابات مرتے دم تک نہیں دے گا، کون اپنے ہاتھ سے ذبح ہونے کے لیے تیار ہوگا۔

ہم پہلے بتا آئے کہ مسئلہ تکفیر بہت نازک اور دقیق ہے، عوام تو عوام، بہت سے علمائے کرام اسے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں لیکن قیامت تک اللہ کے ایسے بندوں سے زمین خالی نہیں ہوگی جو مشکل سے مشکل مسائل کو حل کرسکیں۔

اقول وباللہ التوفیق: ہم نے پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں جو بھی غور کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشن ہو جائے گا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات میں کیا فرق ہے؟ لیکن ہم ناظرین کی آسانی کے لیے اعادہ کیے دیتے ہیں۔

کلمات دو قسم کے ہیں: ایک جو اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہیں، مگر ان میں ایسے معنی کا بھی احتمال ہے جو کفر نہیں اور یہ احتمال صحیح ہو اگرچہ خفی و بعید ہو جیسے یہ جملہ "کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا" اس کا ظاہر معنی کفر ہے اور یہ معنی کفری میں صریح و متعین ہے مگر

اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ چونکہ قیامت کے دن قیامت کے احوال واہوال دیکھ کر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسے کلمات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ بلاشبہ قطعا یقینا کافر ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ قائل کی مراد وہ معنی بعید ہے جو کفر نہیں تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں کہ قائل کی مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سکوت کیا جائے گا۔ یہی محققین فقہا اور متکلمین کا مذہب ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار ہے۔

لیکن جمہور فقہا ایسے کلمات کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں۔ منح الروض میں ہے:

عدم التکفیر مذھب المتکلمین والتکفیر مذھب الفقھا فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور.

عدم تکفیر (ایسے کلمات میں) متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہاء کا مذہب ہے، اس لیے نقیضین کا قائل شخص واحد نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

دوسرے وہ کلمات جس کے ایک معنی ہوں یا چند اور سب کفری ہیں، ان میں نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ بعید کی۔ جیسے یہ کہنا اللہ عزوجل معبود نہیں ایسے کلمات کے قائل کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ضرور بالضرور حتما جزما کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات قسم اول سے ہیں، اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات قسم ثانی سے۔ جو کفری معنی میں متعین ہیں، ان کا کوئی معنی بھی ایسے معنی بعید سے بعید ایسا نہیں جو کفر نہ ہو جس پر قائلین اور ان کے ہمنواؤں کی توجیہات اور علمائے اہلسنت کے رد شاہد عدل ہیں۔

دیوبندی تاویل کی حقیقت:

بسط البنان میں تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کی اور دوسری کتابوں میں دوسرے دیوبندی مولویوں نے ان کفری عبارات کی جو توجیہیں کی ہیں وہ تاویل نہیں

عبارت کی تغییر اور تبدیل ہے جس کی پوری تفصیل "وقعات السنان" اور "الموت الاحمر" وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان کتابوں کو چھپے ہوئے ایک صدی کے قریب ہو رہا ہے، مگر کسی دیو بندی سے ان کا جواب نہ ہو سکا۔ یہ کتابیں تھانوی صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجی گئیں مگر دم سادھ گئے۔ پھر میں نے دس سال پہلے ان سب ابحاث کا خلاصہ "منصفانہ جائزہ" میں لکھ کر شائع کر دیا مگر ابھی تک صدائے برنخواست۔

ہم ناظرین کے اطمینان کے لیے صرف "حفظ الایمان" کی عبارت پر تھوڑا سا کلام کیے دیتے ہیں۔

حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے اس علم غیب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے دو قسمیں کی ہیں: کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ کل علوم غیبیہ کے لیے بعد میں لکھا کہ اس کا حصول عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ رہ گئے بعض علوم غیبیہ اس کے بارے میں لکھا:

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کے لیے بھی حاصل ہے۔

اس میں بلاشبہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں جانوروں اور چوپایوں کے علم ایسا کہنا بلاشبہ توہین ہے۔

اس عبارت کی توجیہ میں تھانوی صاحب کے خون گرم حامی مولوی مرتضیٰ حسین در بھنگی "توضیح البیان" میں لکھتے ہیں:

عبارت متنازعہ میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر، واتنا ہے پھر تشبیہ کیسی، نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین۔ صفحہ ۱۳۔

اس کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لیے ہوتا تو ضرور توہین ہوتی مگر چوں کہ اس عبارت میں لفظ ''ایسا'' تشبیہ کے لیے نہیں، اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے اس لیے توہین نہیں۔ اب آیئے اس عبارت کے بارے میں دربھنگی صاحب سے بھی بھاری بھرکم شخصیت کی توجیہ سنیے۔ دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامے ''الشہاب الثاقب'' میں لکھتے ہیں:

حضرت مولانا (تھانوی) اس عبارت میں لفظ ''ایسا'' فرما رہے ہیں لفظ ''اتنا'' تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اوروں کے علم کے برابر کر دیا لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں بجائے ایسا کے اتنا ہوتا تو لازم آتا تھا کہ تھانوی صاحب نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم کے علم کو ہر کس و ناکس بچوں، پاگلوں، جانوروں، چوپایوں، گدھوں، خچروں، سوروں کے برابر کر دیا، اور یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا اگر اس عبارت میں بجائے لفظ ''ایسا'' کے لفظ ''اتنا'' ہوتا تو اس میں ضرور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ مگر اس عبارت میں لفظ ''اتنا'' نہیں ''ایسا'' ہے جو کلمہ تشبیہ ہے۔ اب ناظرین ملاحظہ کریں، دربھنگی صاحب نے کہا کہ اگر ''ایسا'' کلمہ تشبیہ ہوتا تو اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی، اس لیے کہ لازم آتا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو خسیس رذیل چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ ''ایسا'' کلمہ تشبیہ ہے تو دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مولف ہو گیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے ''ایسا'' کے ''اتنا'' ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی، اور دربھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اجماع مولف ہو گیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اقول هو المستعان: یہ دیوبندی مولویوں کی چالاکی ہے کہ عوام کو لفظ "ایسا" کے بھول بھلیوں میں پھنسا کر بہکانا چاہتے ہیں۔

ہر عاقل منصف سوچے کہ اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کے لیے مانو تو بھی توہین ہے کیوں کہ لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں اور پاگلوں، جانوروں و چوپایوں، گدھوں، کتوں، سوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔ یہ واضح توہین ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر لفظ ایسا کو "اتنا" اور اس قدر کے معنی میں لو گے تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں، جانوروں و چوپایوں، گدھوں، کتوں، سوروں، مخلوقوں کے علم کے برابر کر دیا۔ اس میں بھی یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اب ثابت ہو گیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے اس کی جو بھی توجیہ کی جائے وہ کفری ہی ہوگی اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں اور تھانوی صاحب نے خود جو کچھ لکھا ہے اور ان کے حامیوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو اس عبارت کی تاویل نہیں عبارت کی تغییر و تبدیل ہے یا پھر وہ بھی کفر ہے جیسا کہ ہم نے تھانوی صاحب اور [illegible] کیا ہے۔

ایک اور توجیہ کی حقیقت:۔

[illegible] اب ایک نئی توجیہ کرنے لگی ہے کہ اس عبارت میں "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف نہیں بلکہ "مطلق بعض" کی طرف ہے۔

اس پر دو گزارش ہے: پہلی یہ کہ اگر "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک نہ ہوتا "مطلق بعض" ہوتا تو تھانوی صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوتا؟

"اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا"۔

نانوتوی صاحب کا یہ فرمانا اسی وقت درست ہوگا جب کہ لفظ "ایسا" سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مراد ہو۔

نیز مدنی صاحب نے لکھا:

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر واقع ہے پھر تشبیہ کیسی؟ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ کے لیے ہوتا تو اس میں توہین ہوتی اگر لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف نہ ہوتا تو اسے تشبیہ کے لیے ماننے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیسے ہوتی؟

واضح ہو کہ نانوتوی صاحب اور مدنی صاحب کی حیثیت عرفی دیوبندی برادری میں بہت بڑی ہے، اول دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ علمائے ہند کے صدر تھے، اور مدنی صاحب مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات اور تھانوی صاحب کے وکیل تھے، جب دیوبندی جماعت کے دو بھاری بھرکم گواہوں سے ثابت کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف ہے، ان کے مقابل دیوبندی اطفال المولوی کی بات پایۂ اعتبار؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ "حفظ الایمان" کی عبارت میں مطلق بعض مذکور ہی نہیں کہ اس کی طرف اشارہ ہو تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کی ہیں: کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ، بعض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ کل علوم غیبیہ اور بعض اس کے اقسام ہیں، مقسم کا اقسام پر صدق لازم ورنہ مقسم، مقسم نہ رہے گی، اسے ہر مبتدی بھی جانتا ہے۔ جب "حفظ الایمان" کی عبارت میں مطلق بعض مذکور نہیں تو مطلق بعض کو "ایسا" کا مشار الیہ ٹھہرانا ہوائی فائر ہے۔ ہاں عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاصل بعض علوم غیب مذکور ہے۔ "ایسا" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور "ایسا" سے وہی مراد ہے اس لیے عبارت میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اور یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں متعین، نہ اس میں تاویل

قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی۔ اسی لیے علمائے حل وحرم، عرب وعجم، ہند وسندھ نے باتفاق فرمایا کہ اس عبارت کے لکھنے والے مولوی اشرفعلی تھانوی اہانت رسول کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں، ایسے کہ جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

اور یہی حال "تحذیر الناس" اور "براہین قاطعہ" کی عبارتوں کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی کفری معنی میں متعین ہیں، ان میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں جس کو میں نے "منصفانہ جائزہ" میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے۔ اس لیے اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کا بہانہ بنا کر ان اقانیم اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس کے کفریات میں کوئی تاویل مسموع نہیں، اس کے دو جوابات ہیں:

اول:۔ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار جمہور فقہا کا مذہب ہو کہ وہ صریح متعین پر تکفیر کرتے ہیں، اور یہ جو فرمایا کہ تاویل کی اس میں گنجائش نہیں، اس سے مراد تاویل قریب ہو اور ہم پہلے تفصیل سے بتا آئے کہ کسی کلام میں تاویل قریب کا نہ ہونا اس کے منافی نہیں کہ تاویل بعید بھی نہ ہو، اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار مذہب متکلمین ہے کہ جب قائل کی مراد معلوم نہ ہو تو وہ صریح متعین پر تکفیر نہیں کرتے، کلام میں جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال باقی ہو تو کف لسان کرتے ہیں، اب کوئی تعارض نہیں۔ منح الروض کی عبارت پہلے گزر چکی ہے۔

عدم التکفیر مذهب المتکلمین والتکفیر مذهب الفقهاء فلا محذور.

(ایسے کلمات میں تکفیر نہ کرنا) متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہا کا مذہب اس لیے کوئی خرابی نہیں۔

دوم:۔ ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خداترس بھی ہے، دین دار بھی ہے، ذہین وفطین بھی ہے، اس کی طبیعت اخاذ اور اس

کا ذہن وقاد بھی ہے، اس نے اس کلمہ میں حتی الوسع پورا پورا غور وخوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس کو اس میں تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس نے کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا، ایسی صورت میں اس مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتویٰ دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے، ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہوکر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔

لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا، اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل سمجھ میں آئی، اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطا اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے، اور اس سلسلہ میں خود میرے ساتھ متعدد واقعات پیش آئے۔

اول:۔ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عبادت۔ اس پر مفتی صاحبان سے استفتا ہوا، بہت سے مفتیان کرام نے قائل کو کافر کہا، مجھ سے بھی سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ قائل کافر نہیں، یہ قطعی یقینی ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں سور اور بندر بھی داخل ہیں مگر علما نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا کفر ہے۔

ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لیے دوڑا رہا ہے مظلوم ایک شخص کے گھر میں گھس گیا، پیچھے پیچھے ظالم بھی آیا، اس نے مالک مکان سے پوچھا کہ فلاں شخص تمہارے مکان میں تو نہیں چھپا ہے۔ علماء نے فرمایا کہ مالک مکان پر واجب ہے کہ کہے کہ نہیں، میرے مکان میں نہیں چھپا ہے، وہ اس طرف بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے، اور اسے یہی کہنا واجب اور ہر واجب عبادت تو ثابت ہوگیا کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا عبادت ہوتا ہے۔

شامی میں ہے:

لو رای معصوما اختفی من ظالم یرید قتله او ایذائه فالکذب هنا واجب. (جلد خامس: ص ۲۷۴)

کسی بے گناہ کو دیکھا کہ وہ ایسے ظالم سے جان بچانے کے لیے چھپا ہوا ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے ایذا دینا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔

دوم:۔ اسی طرح ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور انبیاے کرام اور اولیاے عظام اللہ تعالیٰ سے حساب لینے جائیں گے۔

ایک بہت مشہور، معتمد مستند، محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب لکھا کہ عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے، مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جارہے ہیں، ہمارا حساب وصول ہو گیا۔ اس تقدیر پر کلام مذکور کا معنی یہ ہوا کہ انبیاے کرام اور اولیاے عظام بارگاہ خداوندی میں اپنے اعمال حسنہ کا ثواب حاصل کرنے جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے قول سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصا عوام کے سامنے۔

سوم:۔ بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں ایک طالب علم نے مشقی جلسہ میں تقریر کی، اس نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اگر وہ گناہ پسند کرلیں تو عبادت ہوجاتی ہے، اور میں یہ ذمہ داری سے بول رہا ہوں، میرے پاس اس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے، قصداً نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے، مگر منزل صہبا پر مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر قضا کی لیکن جب حضور نے اس کو پسند فرمالیا تو یہ عبادت ہوگئی۔ تو اس سے ثابت ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی گناہ پسند فرمالیں وہ عبادت ہوجائے گی۔ اس پر کچھ طلبہ نے واہ واہ کی مگر کچھ طلبہ کو یہ بات کھٹکی، انہوں نے اور لوگوں کی طرف رجوع کیا مگر معاملہ صاف نہیں ہوا، حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تشریف فرما نہیں تھے، اخیر میں معاملہ میرے یہاں پیش ہوا، میں نے جواب تحریر کیا کہ یہ کہنا کہ حضور اقدس ﷺ گناہ پسند فرمالیں کلمۂ کفر ہے، مفتی کو دھوکہ لگا منزل صہبا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز قربان کرنا گناہ نہیں تھا، بات یہ ہے کہ جب بیک وقت دو فرض عائد ہوں تو حکم یہ ہے کہ ان میں جو اہم ہو اس کو ترجیح دی جائے گی، منزل صہبا میں امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر بیک وقت دو فرض عائد تھے۔

(۱) اطاعت رسول (۲) اداے گی نماز

ان دونوں میں اطاعت رسول اہم تھا، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ترجیح دی، اس وقت نماز عصر چھوڑنا گناہ نہیں تھا، بلکہ بیک وقت عائد ہونے والے دو فرائض میں سے ایک کو اختیار کرنا تھا اور یہ گناہ نہیں بلکہ اگر اس کا برعکس کرتے تو گناہ ہوتا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعید بن معلی رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ نے پکارا وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نماز پڑھ رہا تھا اس لیے حاضری میں تاخیر ہوئی۔ فرمایا: کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟۔

یا ایها الذین آمنوا استجیبو الله و للرسول اذا دعاکم لما یحییکم.

(الانفال: ۲۴ ،بخاری جلد ثانی : ۶۶۹)

اے ایمان والو! اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔ ناظرین ان تینوں واقعات کو بغور پڑھیں، اور ان کی روشنی میں میرے معروضات پر غور کریں۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے کرام کی خدمت میں پیش ہوئے، ہوسکتا ہے کہ باں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی، نہ قریب، نہ بعید۔ ان حضرات کی نظر میں ان کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے اس بنا پر ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصداق **"فوق کل ذی علم علیم"** ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگر چہ وہ بعید جو ضعیف ہو، اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا۔

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل نہیں ہوتا مگر ان سے کم

درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔

حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی، اجلہ تابعین میں سے ہیں۔ خادم رسول اللہ ﷺ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاص تلمیذ ہیں، کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس طالبین کی بھیڑ جمع ہو گئی، حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ابتدائی عہد تھا، شہرت سن کر حضرت امام اعظم بھی حضرت قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان سے دریافت فرمایا کہ جس چیونٹی نے سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا: اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ، کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو کچل نہ ڈالے۔ یہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ کچھ دیر تک سوچتے رہے، پھر فرمایا: مجھے نہیں معلوم۔ آپ بتاؤ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا: مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کیسے معلوم ہوا؟ تو حضرت امام اعظم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اس کے لیے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہے "قالت نملة"۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ کوفے کے قاضی تھے اور بہت جاہ و جلال کے قاضی تھے، جب سے قضاۃ اور ججوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے قاضیوں کے صف اول میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجلس قضا سے اٹھ کر گھر جا رہے تھے، راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا، عورت نے اس شخص کو یا ابن الزانیین کہہ دیا، یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضا میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور مسند قضا پر بیٹھے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دہری سزا دی جائے، یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں، جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ مجلس قضا سے باہر آنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آ کر فیصلے کے لیے بیٹھے۔

۲۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔

۳۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیے، انہوں نے کھڑی کرا کے درے لگوائے۔

۴۔ ایک ہی حد لازم تھی، انہوں نے دو جاری کی۔

۵۔ایک ساتھ لگاتار دو حدیں لگوائیں، حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد ملزم کو چھوڑ دینا چاہیے، جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں، تو دوسری حد لگانی چاہیے۔

۶۔جسے عورت نے ابن الزانیین کہا تھا، اس نے مطالبہ نہیں کیا، تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔

غرض کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی چیز کی طرف ایک بڑے کا ذہن نہیں گیا اور دوسرے کا چلا گیا، اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ علامہ فضل حق خیرآبادی وغیرہ کا ذہن اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف نہیں گیا اور مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کا ذہن مبارک اس طرف منتقل ہوا۔ ان حضرات نے اسماعیل دہلوی کے کفریات کو کفری معنی میں متعین جانا اور اسے قطعی طور پر کافر کہا۔

مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کی تحقیق میں وہ صریح متعین نہ تھا اس لیے کف لسان فرمایا۔

دیکھئے! مولانا عبد الحی لکھنوی کو لے لیجیے، ان کے جامع معقول و منقول ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر کتنے مسائل میں ان سے صریح غلطیاں ہوئیں ہیں، مثلا ان سے سوال ہوا کہ "ہدایت علی" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایہام شرک کی وجہ سے یہ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایت کے دو معنی ہیں، اراءۃ الطریق، اور ایصال الی المطلوب۔ اور "علی" اسمائے عزوجل سے بھی ہے اور مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی اسم گرامی ہے۔ اب احتمالات چار ہوئے: ہدایت سے مراد اراءۃ الطریق اور علی سے مراد باری عزاسمہ، یا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد باری عزاسمہ یہ تینوں احتمالات صحیح ہیں چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد حضرت علی اس صورت میں سائل نے اس کو اسمائے شرکیہ میں سے شمار کیا اور لکھا کہ جو نام اسمائے شرکیہ اور غیر شرکیہ میں دائر ہو اس سے احتراز واجب ہے۔

جناب مولانا عبد الحی صاحب نے سائل کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے حکم اس پر یہ لکھا کہ چونکہ ہدایت بھی مشترک ہے، اور لفظ علی بھی مشترک ہے، اس لیے ہدایت علی نام رکھنے میں امر ممنوع اشتباہ موجود ہے، اور ایسے نام رکھنے سے احتراز لازم جس میں امر غیر

شروع کا ایہام ہو۔ (مجموعہ فتاویٰ عبدالحی: جلد دوم صفحہ ۳۵ ۔ ۳۶)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب تحریر فرمایا ہدایت کا جواز ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلا عدم جواز کی بو نہیں۔ (۱۲)

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر کلام میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے نفیس ارشادات فرمائے ہیں۔ جو احکام شریعت میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دو ایک ذکر کرتے ہیں۔

مولانا نے اپنے اس وہم پر کہ اس میں معنی شرک کا احتمال ہے نام ایہام شرک قرار دے کر ناجائز ٹھہرایا حالانکہ محض احتمال اور چیز ہے اور ایہام اور شے۔ دیگر محض احتمال سے کوئی کلمہ ناجائز نہیں ہوتا۔ ہاں ایہام موجب عدم جواز کا باعث فرماتے ہیں۔

ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفا و بعیدا۔ ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں جانب دیگر ہے کہ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے:

الایہام ان یطلق لفظ له معنیان قریب و بعید و یراد به البعید

ایہام یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور معنی بعید مراد لیا جائے۔

مطول میں [illegible] ہیں۔

الایہام و یقال له التخییل ایضا ان یذکر لفظ له معنیان قریب و غریب فاذا سمعه الانسان سبق الی فهمه القریب و مراد المتکلم غریب

ایہام ہی کو تخییل بھی کہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور غریب۔ جب اس کو کوئی انسان سنے تو اس کا ذہن قریب کی طرف سبقت کرے اور متکلم کی مراد معنی غریب ہو۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہے گا۔

میں "واقعاتی جوک" تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ "جو" کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ جب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا۔ تو یہ بات وہی ہے کہ ایہام میں تو جو دہشت و اقربیت درکار ہے وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔

دوم اس اور یہ فرمایا جو بہت دلچسپ ہے:

سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد [illegible] شرک سے سوال کیا تو حضرت مجیب نے اپنی جہالت سے دیگر بھی [illegible] کہ اپنے نام [illegible] ایہام شرک سے بچائیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو [illegible] ایہام سے سلامت نہیں ہے۔ عبد الحی کے دو معنی ہیں اور دونوں کے دو معنی ایک عبد مشتق [illegible] دوسرا احتمال آتا۔ قال تعالیٰ:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ

اپنے ایک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو۔

دیکھو حق سبحانہ نے [illegible] غلاموں کو یہاں عبد فرمایا۔ یوں ہی ایک "حی" اسم الٰہی کہ حیات ذاتی ازلی ابدی واجب سے مشتق اور دوسرا معنی [illegible] صادق جس سے آیت کریمہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ [illegible] معنی اول اور معنی دوم بچنے قطعاً شرک ہے۔

وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود عبد الحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ۔ اس سے [illegible] کے نام میں بھی جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ [illegible] تحقیق کہاں تک پہنچی۔

اقول: عبد الحی عبد الحلیم ہی کی تخصیص نہیں، مسلمانوں کے اکثر نام اسی زد پر ہیں مثلاً عبد العلی، عبد العلیم، عبد الرشید، عبد السمیع، عبد البصیر، عبد الحفیظ، عبد العزیز، عبد الرحیم، عبد الکریم، عبد الرؤف وغیرہ یہ سب اسماء مولانا عبد الحی صاحب کے اس فتویٰ کی رو سے موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہریں گے۔ مجھے تعجب یہی ہے کہ اس کی صد ہا نظیریں موجود تھیں کہ [illegible] کا ذہن ایک بات کی طرف نہیں گیا لیکن دوسرے علما کا ذہن اس طرف گیا۔ اسی

طرح اسماعیل دہلوی کے کفریہ کلمات میں اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف اگر استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ذہن نہیں گیا اور انہوں نے اپنی دانست میں ان کلمات کا کفری معنی میں متعین جانا اور قائل کو قطعی یقینی کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذہن مبارک کسی ضعیف بعید ایسے پہلو کی طرف منتقل ہوا جس کی بنا پر کف لسان فرمایا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ:

اگر کوئی یہ کہے کہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت کو اسماعیل دہلوی کی کفریات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی جس کی بنا پر انہوں نے اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو ان کلمات میں تاویل نظر آگئی جس کی بنا پر انہوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کے بارے میں کف لسان کیا۔

اسی طرح اس کا امکان ہے کہ اساعین دیوبند کے کلمات کفریہ میں آئندہ کسی صاحب کو کوئی تاویل سمجھ میں آجائے جس کی بنا پر وہ کف لسان کرے، اس کا جواب دو طرح سے ہے:

اول: [illegible] آئندہ کسی صاحب کو ان میں کوئی تاویل سمجھ میں آجائے [illegible] کافر [illegible] کے بجائے [illegible] درست ہو گا [illegible] کے کفریات [illegible] کوئی تاویل [illegible] مسئلہ پیش ہے [illegible] کے بتانے سے اس کلام میں کوئی تاویل ملی یا نہیں، اگر نہیں ملی تو اس پر فرض ہے کہ قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دے [illegible] شاید آئندہ کوئی صاحب تاویل نکال دیں مجھے کف لسان کرنا چاہئے، وہ [illegible] پر جرح کرتا ہے۔

دوم: یہ ضروری خاص بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کو یہ احتمال اس وقت ملا جب انہوں نے اپنی عبارتوں کی توجیہ میں کچھ کہا، بہر حال سب نے اپنی اپنی عبارتوں کی

توجیہیں کی ہیں جن میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا ان عبارتوں سے کوئی لگاؤ نہیں، اور خود ان کی تصریحات کی معارض ہیں، پھر وہ توجیہات کفری ہیں جس کی نظیر حفظ الایمان کی عبارت کی توجیہ میں گزری۔

پہلی کی احتمال تحذیر الناس کی عبارت میں یہ کہتا ہے کہ نانوتوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی اور خاتم بالذات دونوں کے ہیں۔

یہ توجیہ خود تحذیر الناس صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کی عبارتوں سے رد ہو رہی ہیں جن میں صاف صاف لکھا ہوا ہے:

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (صفحہ ۱۴)

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (صفحہ ۲۸)

یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا پیدا ہونا آخری نبی ہونے کے منافی ہے، اب اگر خاتم النبیین کا معنی نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا بھی ہوتا تو وہ کیسے لکھتے کہ پھر بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، اور اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

صفحہ ۱۴ و صفحہ ۲۸ کی یہ دونوں عبارتیں کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس ﷺ کو آخر الانبیاء نہیں مانتے [illegible] خاتم النبیین [illegible] توجیہ خود نانوتوی صاحب [illegible]

توضیح مزید:

جو کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو بعض کفر ہو اور بعض کفر نہ ہو ایسے کلام کا کہنے والا اس وقت کفر سے بچے گا جب کہ وہ بتائے کہ میری مراد وہ معنی ہے جو کفر نہیں اور اس معنی کا اس کلام میں احتمال بھی ہو یعنی اس کلام کا وہ معنی صحیح ہو، اور اگر قائل نے اپنی مراد ایسے معنی کو بتایا جو خود کفر ہو یا اس معنی کی گنجائش اس کلام میں قطعاً نہ ہو تو قائل یقیناً حتماً کافر ہے کہ

دوسرے کی تاویل صحیح اس کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔

درمختار وغیرہ میں ہے:

اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه ثم لو نیته ذالک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه۔

جب مسئلے میں چند وجہیں ہوں تو مفتی پر واجب ہے کہ اس معنی پر حکم لگائے جو کفر نہیں اب اگر قائل کی مراد وہی معنی ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا اس معنی پر محمول کرنا قائل کو نفع نہ دے گا۔

اس قسم کا واقعہ مجھ پر گزر چکا ہے، ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا قرآن مجید اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ اس پر ایک عالم نے انہیں ٹوکا انہوں نے کہا: قرآن اگر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں تو کس کی بنائی ہوئی ہے؟ ان عالم نے فرمایا: کسی کی بنائی ہوئی نہیں۔ عقائد میں تصریح ہے۔ "القرآن کلام اللہ غیر مخلوق" معاملہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے مقرر صاحب سے فرمایا کہ آپ کو توبہ کرنی چاہیے انہوں نے توبہ کر لی۔

پھر سال دو سال کے بعد مقرر صاحب نے فرمایا کہ میری مراد کلام لفظی تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے مقرر صاحب سے کہا اگر واقعی آپ کی مراد یہ تھی تو جب حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ [illegible] تے اس وقت آپ نے نہیں بتایا [illegible] تھی، بعد میں آپ نے سوچ کر نکالا ہے، اس لیے یہ مفید نہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اب جب کہ ان کفری عبارتوں کے قائلین نے ان عبارتوں کی جو توجیہات و تاویلات کیں اور وہ ان عبارتوں کے منافی و معارض ہیں، ان کا ان عبارتوں سے کوئی تعلق نہیں، خود انہیں کتابوں کی دوسری عبارتیں اسے رد کر رہی ہیں، لہٰذا وہ تاویلات کفری معنی میں متعین ہیں۔

تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے، اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔ ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا بلکہ ان عبارتوں سے متعلق ان ملی بے جوڑ باتیں لکھیں اور کہیں اس لیے وہ کفر سے نہیں بچ سکتے۔

یہ اخیر کی گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ان کفری عبارتوں کی کوئی صحیح تاویل کوئی صاحب نکال سکیں مگر ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک کوئی صاحب ان عبارتوں کی کوئی ضعیف سے ضعیف، بعید سے بعید ایسی تاویل نہیں نکال سکتے جو ان کو کفر سے بچا سکے۔

☆☆☆

علمائے دیوبند

علمائے اسلام کی نظر میں

مولوی اکرام الحق صاحب سرپرست مدرسہ خیریہ محلہ مداپور گھوسی ضلع مئو اپنے آپ کو حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی ابن حضرت محی الدین شاہ ابوالخیر دہلوی کے سلسلے میں مرید اور عقیدت مند ظاہر کرتے ہیں۔ اور تعویذ، گنڈا کا دھندہ کرنے کی وجہ سے عوام میں کچھ اثر و رسوخ ہوگیا ہے۔ اور مراسم اہل سنت کے بھی خوب پابند ہیں۔ بلکہ دیوبندیوں سے اپنے مذہبی اختلاف کا پروپیگنڈہ بھی زور شور سے کرتے ہیں۔

ان اسباب کی وجہ سے بہت سے ناواقف سنی حضرات بھی ان کی بزرگی کے معترف اور قائل ہو گئے تھے، حالانکہ آنجناب دیوبندی مولویوں کے پیچھے بلا تکلف نماز بھی پڑھتے ہیں، اور اکابر دیوبند کو اپنا مقتدا و پیشوا بھی مانتے ہیں۔ ان کی اس روش اور صلح کلیت کی وجہ سے گھوسی اور اس کے اطراف و جوانب میں سنیت کو شدید نقصان ہو رہا تھا، عام طور سے ان کے خلاف کوئی بولنے کی جرأت و ہمت نہیں کر پا رہا تھا، لیکن۔ ع

تقدیر باندازۂ ہمت ہے ازل سے

حضور شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری انجام سے بے نیاز ہو کر میدان عمل میں کود پڑے اور مولوی اکرام الحق کی صلح کلیت کو طشت ازبام کرنے کے لیے متعدد پوسٹر اور کتابچے نکلوائے اور دونوں طرف سے کتابوں اور پوسٹروں کا تبادلہ ہوتا رہا۔ ابتداءً تو حالات ایسے سنگین اور ناگفتہ بہ تھے جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔

ایک طرف جہاں صلح کلی اور کھلے ہوئے دیوبندی شارح بخاری کو گالیاں دے رہے تھے وہیں مصلحت پسند سنی بھی اپنے تیر و نشتر سے بھرے ہوئے جملوں سے اچھی طرح نواز رہے تھے۔ یقیناً ہمارے حضور شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت

قدس سرہ کا صدقہ ملا تھا۔ جس کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

عدو بددین مذہب والے حاسد
تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث

لیکن شارح بخاری کی پیہم جد وجہد کی وجہ سے مولوی اکرام الحق کا جو اثر و رسوخ عوام اہلسنت میں تھا اس کا زور ٹوٹتا گیا اور مولوی اکرام الحق کی صلح کلیت عوام و خواص پر واضح و روشن ہوتی گئی۔ اور کافی حد تک جماعت اہل سنت کی طرف سے ان کا مقاطعہ اور بائیکاٹ ہو گیا۔ اور اس کی وجہ سے سنیت کو جو نقصان پہنچ رہا تھا بڑی حد تک اس میں کمی آ گئی۔

شارح بخاری کی طرف سے ایک کتاب "اظہار حقیقت" نام کی مولوی اکرام الحق کی صلح کلیت کو ظاہر کرنے کے لیے چھپی تھی۔ اس کے جواب میں مولوی اکرام الحق کے ظاہری اور باطنی فرزندوں نے متعدد اشتہار اور کتابچے نکالے، انہیں کتابچوں میں سے ایک کتابچہ "زلزلۂ قیامت" بھی ہے جو مولوی محمد اسرائیل استاذ مرکزی دار العلوم محمدیہ گھوسی کا ہے۔ اس کتاب نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر مولوی اکرام الحق اندر سے دیوبندی نہ ہوتے تو آخر ایک دیوبندی مولوی جو ایک مشہور دیوبندی ادارے کا استاذ ہے، مولوی اکرام الحق کے اوپر علمائے اہل سنت کے جو اعتراضات ہیں انہیں دفع کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور کیوں لگاتا؟۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

بہر کیف! مولوی محمد اسرائیل کی کتاب "زلزلۂ قیامت" کا بیشتر حصہ علمائے اہلسنت کی بابت دشنام طرازیوں اور سب وشتم پر مشتمل ہے۔ اور کچھ حصہ بہتان والزام تراشی پر۔

شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری کی خدمت عالیہ میں جب یہ کتابچہ پیش کیا گیا تو حضرت موصوف نے مولوی محمد اسرائیل کی گالیوں سے صرف نظر کرتے ہوئے چند وہ بہتان جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر باندھے گئے تھے، جن کی وجہ سے اندیشہ تھا کہ کہیں کم پڑھے لکھے سادہ لوح عوام تردد و تذبذب کے شکار نہ ہو جائیں، لہٰذا اس کے ازالے کے لیے یہ مبسوط مقالہ بنام "علمائے دیوبند علمائے اسلام کی نظر میں" تحریر فرمایا۔ اور اپنے بھتیجے مولانا نور الاسلام سے املا کرا کے انہیں کے نام سے چھپوا دیا تھا۔ اب جب کہ شارح بخاری کی جملہ

قلمی کاوشوں کو یکجا کیا جا رہا ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اس مقالہ کو بھی جو انتہائی اہم اور نادر معلومات پر مشتمل ہے سلسلۂ مقالات میں شامل کر دیا جائے۔ اور بلا شبہ یہ مقالہ مذہب اہل سنت کی حقانیت اور دیو بندی مذہب کے بطلان پر ایک مکمل دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور شارح بخاری علیہ الرحمہ کی جلالت علمی اور عبقریت پر روشن دلیل ہے۔

اس مقالہ میں جگہ جگہ حضور شارح بخاری نے مولوی محمد اسرائیل ہی کو (ی) بڑھا کر اسرائیلی کے ساتھ خطاب کیا ہے۔ (مرتب مقالہ)

عبد الحق رضوی خادم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

بہتان (۱)

اسرائیلی صاحب نے حضرت صدر الشریعہ پر یہ بہتان باندھ کر کہ انہوں نے شوال ۶۳ھ ۱۳ کے نعتیہ مشاعرہ میں اسرائیلی صاحب کے استاذ اظہر علی اعظمی کو مدعو کیا تھا، اور وہ غیرت دیو بندیت کی بنا پر نہیں گئے۔ البتہ اپنی لکھی ہوئی نظم بھیج دی جو مشاعرہ میں پڑھی گئی۔ بڑی ڈھٹائی سے لکھ دیا کہ پڑھنے والا زندہ ہے، کریم الدین پور میں موجود ہے۔ صفحہ ۱۳

یہ بات سو فیصد کذب وافترا ہے کہ قادری منزل کے کسی مشاعرہ میں اسرائیلی صاحب کے استاذ کو مدعو کیا، اور یہ بھی سو فیصد جھوٹ ہے کہ انہوں نے نظم مشاعرہ میں بھیجی اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ نظم وہاں پڑھی گئی۔

اسرائیلی صاحب تو اس وقت دودھ پیتے بچے رہے ہوں گے۔ میں جب سے قادری منزل میں مشاعرہ شروع ہوا اور جب تک مشاعرہ ہوتا رہا مشاعرے میں شریک ہوتا رہا مگر کبھی اسرائیلی صاحب کے استاذ کی کوئی نظم قادری منزل کے کسی مشاعرے میں نہیں پڑھی گئی۔ جن صاحب کے بارے میں اسرائیلی صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے پڑھا ان کا نام لکھتے ہوئے کیوں اسرائیلی صاحب کا کلیجہ منھ کو آرہا ہے، یا شرما رہے ہیں اگر نام لکھ دیتے تو دنیا دیکھ لیتی کہ اس دروغ مسلسل جھوٹ در جھوٹ کا سرا کس سے ملتا ہے۔

بہتان (۲)

اسرائیلی صاحب نے صفحہ ۱۶ پر لکھا: علماے دیو بند نے ہمیشہ یہ اعلان کیا جو کفری

عبارت ہماری طرف منسوب کی جارہی ہے وہ ہماری اصل عبارت نہیں ہے۔

اسرائیلی صاحب سے کیا خطاب کریں۔ جان بوجھ کر جھوٹ لکھ رہے ہیں، چھاپ رہے ہیں۔ البتہ ناظرین سے گزارش ہے کہ اگر وہ لوگ دیوبندی مذہب کی تہ میں چھپے ہوئے کفر وضلالت کو معلوم کرنا چاہتے ہیں تو وہ اسرائیلی صاحب سے مطالبہ کریں کہ کس کتاب میں مولوی قاسم صاحب نے اپنی تحذیر الناس کی کفری عبارت اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ کی کفری عبارت اور مولوی اشرفعلی تھانوی نے اپنے حفظ الایمان کی صفحہ ۷ والی کفری عبارت کے بارے میں یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ہماری اصل عبارت نہیں۔ اگر ان چاروں افراد نے یہ اعلان کردیا ہوتا تو یہ جھگڑا کبھی کا ختم ہوگیا ہوتا اور اسرائیلی صاحب کو تو بھوتبواں سے گھوسی کے قبرستان تک آنا جانا رہتا ہے۔ اور پھر ان کی حیثیت ہی کیا؟ کہ ان کا رنگا جھوٹ پکڑا جائے تو انہیں کیا عار آئے۔ لیکن ان چاروں کو مع جمیع القابہ دنیا کو منھ دکھانا تھا، وہ کیسے یہ اعلان کرسکتے تھے، جبکہ ان کی یہ سب عبارتیں ان کی کتابوں میں آج بھی چھپی ہوئی موجود ہیں۔ ابھی ان کی عبارتیں آرہی ہیں، جس کا جی چاہے ان کی کتابوں سے ملالے۔

اپنے مذہب کی حمایت میں ایسا فرسٹ کلاس جھوٹ وہی شخص بول سکتا ہے جسے یقین ہو کہ ہمارا مذہب باطل ہے۔ اس انکشاف کے باوجود اب بھی اگر کوئی دیوبندی مذہب کے باطل ہونے کے بارے میں شک کرے تو اس کا علاج دنیا میں کسی کے پاس نہیں۔

بہتان ۳:۔

اسرائیلی صاحب نے جگہ جگہ عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ علمائے دیوبند کی تکفیر صرف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کی ہے۔ دوسرے علماء خاموش تھے۔ اور بہت زیادہ اس پر زور دیا ہے کہ حسام الحرمین پر تصدیقات علمائے حرمین طیبین کو دھوکا دے کر چاپلوسی سے حاصل کی ہے۔ جس کو مولوی خلیل احمد نے المہند میں واضح کردیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ علمائے حرمین اردو نہیں جانتے تھے، اس لیے دھوکہ میں آگئے۔ میں اس سلسلہ میں کچھ

اقتباسات "منصفانہ جائزہ" سے نقل کیے دیتا ہوں، جہاں اس پر بحث ہے۔

ناظرین اسے پڑھیں اور دیکھیں کہ اسرائیلی صاحب کے اکابر نے کس دیدہ دلیری کے ساتھ ضروریات دین کا انکار کیا، اور حضور اقدس ﷺ کی توہینیں کیں۔ جس پر ان علمائے عرب وعجم نے بھی ان کا رد لکھا، اور ان سے بیزاری ظاہر کی اور ان کو کافر زندیق ملحد لکھا۔ جن کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ناظرین پہلے نانوتوی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں:

معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئے تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔

پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجیے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارہ نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم ہے۔

آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا اوروں کو ذکر نہ کیا۔

دوسرے رسول اللہ صلعم کی جانب نقصان قدر کا احتمال، کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجیے۔

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا

جال کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔

پر جملہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو ایک ساتھ مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔

اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے۔

بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔ صفحہ ۳،۴

خاتم النبیین بمعنیٰ آخر النبیین کا انکار:۔

ہم نے تحذیر الناس کی اس موقعے کی عبارت پوری بتمامہ لفظ بلفظ نقل کر دی۔ ناظرین اسے بغور پڑھیں، چونکہ عبارت بہت گنجلک اور پیچیدہ ہے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ ایک بار پڑھنے سے نہ سمجھ میں آئے تو بار بار پڑھیں اور عربی الفاظ کے ترجمے کسی لغت کی کتاب میں دیکھ لیں۔ ہم نے کوئی تشریح اس لیے نہیں کی کہ ہوسکتا ہے نانوتوی صاحب کے کسی نیاز مند کو یہ کہنے کی گنجائش مل جائے، چونکہ تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب غلط بتایا ہے، اس لیے اس کے معنی کفری ہو گئے ہیں۔

نانوتوی صاحب نے اس عبارت میں بڑے شد و مد اور دو شور سے یہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین نہیں ــــ اور نہ یہ معنی کسی طرح بن سکتے ہیں۔

خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہونے کو انھوں نے متعدد طریقوں سے باطل کیا ہے۔

اول:۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا نا سمجھ عوام کا خیال ہے۔ واضح ہو کہ یہاں اس عبارت میں عوام کے مقابلہ میں اہل فہم بولے ہیں جس سے متعین ہے کہ عوام سے مراد نا سمجھ لوگ ہیں۔

دوم:۔ اسے خیال بتایا۔ عقیدہ نہیں خیال کا معنی وہم، گمان رائے وغیرہ کے ہیں۔

اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی، عقیدہ نہیں جو قطعی یقینی غیر متزلزل ہوتا ہے۔

بلکہ عوام کالانعام کی رائے ہے جو انہوں نے از خود قائم کرلی ہے، قرآن واحادیث واقوال سلف سے ثابت نہیں۔

سوم:۔ آخری نبی ہونا مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہ آیت کریمہ مقام مدح میں ہے۔ اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب ہوا کہ آخر الانبیا ہونے میں کوئی مدح نہیں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

چہارم:۔ اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے تسلیم نہ کریں تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا درست ہوسکتا ہے، مگر چوں کہ یہ آیت مقام مدح میں ہے اور خاتم النبیین وصف مدح ہے اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔

پنجم:۔ اگر خاتم النبیین کا معنی آخری نبی مراد لیں گے تو خدا کے بے ہودہ گو لغو گو ہونے کا وہم ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا بے ہودہ اور لغو وصف ہے جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

ششم:۔ آخری نبی ہونا قد وقامت وغیرہ ایسے اوصاف میں سے ہے جنہیں فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ اس کا صاف صاف بالکل واضح غیر مبہم یہ معنی ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کچھ فضیلت نہیں، نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہفتم:۔ اگر حضور اقدس ﷺ کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا۔ یعنی یہ کہ حضور اقدس ﷺ کا مرتبہ کم ہے۔

اس کا یہ مطلب ہوا کہ آخری نبی ہونا ایک ناقص وصف ہے جس میں کچھ فضیلت نہیں ہے، نہ بالذات نہ بالعرض۔

ہشتم:۔ آخری نبی ہونا ایسے ویسے یعنی معمولی درجہ کے لوگوں کے عام اوصاف کی طرح ہے، اس کا بھی حال یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

نہم: اگر خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے والے جملے اور اس میں تناسب نہ رہے گا۔

دہم:۔ ایک کا دوسرے پر عطف درست نہ ہوگا۔

یازدہم:۔ ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

دوازدہم:۔ اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ارتباطی لازم آئے گی۔

سیزدہم:۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کو روکنے کے لیے اس آیت میں خاتم النبیین نہیں فرمایا گیا، اگر یہ روکنا مقصود ہوتا تو ضرور خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہوتے۔ مگر چوں کہ یہ روکنا اس سے مقصود نہیں اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

چہاردہم:۔ اس کا یہ موقع نہیں اس کے بیسیوں اور دوسرے مواقع تھے۔

پانزدہم:۔ آخری نبی ہونے پر بنائے خاتمیت نہیں، کسی اور بات پر ہے۔

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں، اس پر نانوتوی صاحب نے ابتدا ہی میں اکٹھے مسلسل پندرہ دلائل قائم کر دیے ہیں۔ مگر ان جیسے نکتہ رس، دقیقہ آفریں محقق، مدقق کا طالب علم اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ وہ مکرر اور جوابی دیکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔ اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے۔ آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

اب بات بالکل صاف ہوگئی، اور اس کا بھی فیصلہ ہوگیا کہ جب خاتم النبیین کا معنی آخری نبی نہیں تو آخر اس کے کیا معنی ہیں؟ اور جب یہ بنائے خاتمیت نہیں تو اور کیا ہے؟۔

نانوتوی صاحب نے اپنے اعلیٰ فیاضی کا ثبوت دیتے ہوئے وہ بھی بتادیا کہ خاتم

النبیین کے معنی نبی بالذات کے ہیں اور بنائے خاتمیت بالذات ہی ہونے پر ہے۔

شانزدہم:۔ مگر اس وقت نانوتوی صاحب کا بحرفیض پوری طغیانی پر ہے، تحقیقات و تدقیقات کے موتی پر موتی لٹاتے ہوئے صفحہ ۱۴ پر رقم طراز ہیں:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ہفدہم:۔ اور جب دریائے سخاوت کی موجیں اور تند و تیز ہوئیں تو صفحہ ۲۸ پر یہ ورِ نایاب عطا فرمایا:

اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

یہ کل ہفدہ وجوہ ہوئے جن سے نانوتوی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین نہیں بلکہ نبی بالذات کے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح کر دیا کہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا کسی طرح لازم بھی نہیں۔

اولاً:۔ نانوتوی صاحب جیسا بیدار مغز محقق ماہر مناظر اگر نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم مانتا تو صفحہ ۱۴ پر یہ نہیں لکھتا:

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

ثانیاً:۔ صفحہ ۲۸ پر یہ نہیں لکھتا:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ۔اگر واقعی خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم ہوتی تو حضور کے زمانہ میں کسی نبی کے ہونے سے آپ کا خاتم ہونا ختم ہو جاتا اور آپ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت محمد رخصت ہو جاتی۔

اس لیے کہ ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر یہ بات واضح ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا آخری نبی ہونا اس بات کے منافی ہے کہ حضور کے عہد مبارک میں یا بعد میں کوئی نیا نبی کہیں بھی پیدا ہو۔اور نانوتوی صاحب جب یہ تصریح کررہے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی جدید نبی ہونے کے باوجود آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا،اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔تو ثابت کہ وہ نبی بالذات ہونے کو آخری نبی ہونا لازم نہیں مانتے۔اس لیے کہ جو چیز لازم کے منافی ہے وہ ملزوم کے بھی ضرور منافی ہے۔تو جو خاتمیت زمانی کے منافی ہے وہ خاتمیت ذاتی کے بھی ضرور منافی ہے۔اور ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یا بعد میں کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی ضرور ختم ہو جائے گی،اور جب یہ ختم تو اس کا ملزوم خاتمیت ذاتی بھی ختم۔جب صورت مذکورہ میں خاتمیت ذاتی اور زمانی ختم تو یہ کہنا باطل ہو جاتا ہے کہ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ثالثاً:۔نانوتوی صاحب ابتداءً ہی میں چودہ وجوہ سے یہ ثابت کر آئے کہ خاتم النبیین کے معنی آخرالانبیاء ہونا باطل ہے اور بطلان لازم بطلان ملزوم کو مستلزم تو اگر ان کے عقیدے کے خلاف کوئی صاحب خاتمیت ذاتی کو زمانی لازم مانیں تو لازم آئے گا کہ خاتمیت ذاتی بھی باطل۔اب نہ ذاتی رہی نہ زمانی۔

رابعاً:۔نانوتوی صاحب کے نیاز مند ناحق ان پر تہمت رکھتے ہیں۔اس کا ہمارے پاس یا اگر خود نانوتوی صاحب ہوتے تو انہیں کے پاس کیا علاج۔نانوتوی صاحب نے خود لکھا۔

ہاں اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور رتبی سے عام لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا پر ایک مراد ہو تو شایان شان محمدی خاتمیت رتبی ہے نہ زمانی۔(تحذیر الناس،ص ۸)

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ خاتمیت زمانی یعنی آخر الانبیاء ہونا حضور اقدس ﷺ کے شایان شان نہیں۔ اور جب آخر الانبیاء ہونا شایان شان نہیں تو اس سے لازم ماننے سے کیا فائدہ، بلکہ الٹے لازم آئے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان جو وصف نہیں، اسے حضور کے لئے ثابت مانا۔ کیا اس میں بقول نانوتوی صاحب نقصان قدر کا احتمال اور اللہ عزوجل کی طرف بیہودہ بکواس کا توہم نہیں۔ نیز اخیر کے اس جملہ نے خاتمیت زمانی کا بالکل صفایا کر دیا کہ جب یہ شایان شان نہیں تو خاتمیت کو مطلق مانیں خواہ اس میں عموم مجاز کا قول کریں۔ جب یہ شایان شان نہیں تو کسی طور سے مانیں لغو اور بے فائدہ ہوگا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صفحہ ۳ پر بالذات کی قید صرف ''داشتہ بکار آید'' کے طور پر ہے، ورنہ یہ قید لغو ہے۔ ''شایان شان محمدی نہیں'' کا مطلب یہی ہے کہ اس میں کچھ فضیلت نہیں، نہ بالذات نہ بالعرض۔

ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ جو تحذیر الناس کا ان عبارات سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا نہیں صرف نبی بالذات کے ہیں جسے آخر الانبیاء ہونا لازم بھی نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے صفحہ ۱۴۔۲۸ پر صاف صاف بلا کسی ابہام کے لکھ دیا ہے کہ:

اگر حضور کے زمانہ میں کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

ایک مغالطہ کا جواب:

حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی اس طویل در طویل عبارت کے اختصار کا عربی ترجمہ یہ کیا گیا تھا کہ:

لو فرض فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذالک بخاتمیتہ و انما یتخیل العوام انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مع انہ لا فضل فیہ اصلا عند اھل الفھم

"اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"۔

اس پر اسرائیل صاحب غصہ میں حواس باختہ ہو کر لکھتے ہیں: تحذیر الناس کی عبارات نقل کرنے میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کو تحریف و خیانت کی کتنی منزلیں طے کرنی پڑی ہیں اور دروغ گوئی کی کن دشوار گھاٹیوں سے گزرنا پڑا ہے اور کید و مکر کی کتنی راہیں اختیار کرنی پڑی ہیں۔ الامان والحفیظ......واقعی میں شیطان نے اس بچارے کی پیٹھ خوب ٹھونکی ہوگی۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کو کفری عبارت بنانے کے لیے صفحہ ۳، صفحہ ۱۴ اور صفحہ ۲۸ کی تین عبارتوں کو مستقل ایک عبارت بنایا گیا، اور صفحہ ۳ کی عبارت آخر میں صفحہ ۱۴ کی بالکل شروع میں صفحہ ۲۸ کی درمیان میں رکھی گئیں، اور وہ بھی بعض لفظ چھوڑ کر اور بعض بدل کر اور اس کے بعد عربی میں اس کا غلط ترجمہ بھی کیا گیا۔ (زلزلہ قیامت ۵۸)

اس کا مکمل مفصل رد "منصفانہ جائزہ" ص ۶۵ تا ۸۰ پر موجود ہے۔ یہاں ہم صرف اسرائیل صاحب کو ان کے کفر تک پہنچانے کے لیے تحذیر الناس کی صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کا کچھ جوڑ بالکل اسی طرح دکھا دیتے ہیں جس طرح حسام الحرمین میں ہے تحذیر الناس صفحہ ۱۴ کے حاشیہ پر ہے:

یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانے میں یا بالفرض آنے کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے:

اسرائیل صاحب نے تبرا بازی کی لذت سے سرشار ہو کر یہ تو اقرار کر لیا کہ حسام الحرمین میں تحذیر الناس کی عبارت جس طرح نقل کی گئی ہے وہ کفری ہے۔

دوسرا مغالطہ:۔

دوسرا مغالطہ یہ دیا جاتا ہے کہ "تحذیر الناس" میں تھا کہ بالذات کچھ فضیلت نہیں اور حسام الحرمین میں یہ لکھا گیا لافضلیۃ فیہ اصلاً اس میں کچھ فضیلت نہیں۔

جواب: یہ صحیح ہے کہ نانوتوی صاحب نے شروع میں بالذات کی نئی کھڑی کی تاکہ کم سمجھ لوگوں کو دھوکا دینے میں آسانی ہو، مگر معاً اس کے متصل ہی لکھا:

پھر مقام مدح میں "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کہنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں! اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔

اگر واقعی نانوتوی صاحب کے عقیدے کے مطابق آخری ہونے میں کچھ بھی فضیلت ہوتی بالذات نہ سہی بالعرض ہی ہوتی، تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہوتا ــــ پھر مقام مدح میں "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کہنا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے ــــ اس لیے تعریف کے موقع پر جیسے وہ اوصاف ذکر کیے جاتے ہیں جو بالذات فضیلت ہیں اسی طرح وہ اوصاف بھی ذکر کیے جاتے ہیں جو بالعرض فضیلت ہیں۔ جیسے نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور کے سوا دیگر انبیائے کرام کی نبوت بالعرض ہے۔ اور ان حضرات کی نبوت کو قرآن و احادیث میں مقام مدح میں ذکر فرمایا گیا۔ اور نانوتوی صاحب کا یہ کہنا "خاتم النبیین" کو مقام مدح میں ذکر کرنا صحیح نہیں" اس کی دلیل ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں نہ بالذات نہ بالعرض۔

اس کے علاوہ چند سطر بعد آخری نبی کے وصف مدح ہونے کے بارے میں لکھا "آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟

پہلی عبارت میں کچھ اینچ پینچ تھا، اس عبارت نے اسے بھی ختم کر کے صاف صاف غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ آخری نبی ہونا ان اوصاف کی طرح ہے، جن کو فضائل میں کچھ دخل نہیں ــــ کوئی دیانت دار مجھے بتائے ــــ کہ فضائل میں کچھ دخل نہیں ــــ کا عربی ترجمہ یا

خلاصہ لاافضل فیہ اصلاً کے سوا اور کیا ہوگا؟ ناظرین! مزید تسلی واطمینان کے لیے "منصفانہ جائزہ" کے صفحات ۵۰ تا ۸۰ کا مطالعہ کریں۔

تحذیر الناس کے خلاف شورش:

"تحذیر الناس" جہاں بھی پہنچی وہاں کے علمائے اس سے بیزاری ظاہر کی۔ اس کا زبانی بھی اور تحریری بھی رد کیا۔ تحذیر الناس سے پوری امت بیزار رہی۔ اس کو تھانوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"جس وقت مولانا نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی کے"۔ (الافاضات الیومیہ جلد چہارم صفحہ ۵۸۰ ملفوظ ۹۲۷)

نانوتوی صاحب ایک بار ریاست رام پور تشریف لے گئے۔ اس کا قصہ ارواح ثلاثہ میں یوں لکھا ہے:

اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لیے تاکہ خفیہ پہنچیں جب رامپور پہنچے تو حضرت نے اپنا نام خورشید حسن بتایا اور لکھا دیا (۱) اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے، اس میں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی حضرت کی غرض اس اخفا سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارہ میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ: حکایت ۲۶۵)

تھانوی صاحب ایک تجربہ کار گرم وسرد چشیدہ بزرگ تھے۔ انہوں نے "تحذیر الناس" کے خلاف پورے ملک میں جو شورش تھی، اسے بہت ہلکے الفاظ میں یوں بیان کیا۔۔۔۔ پورے ملک میں کسی نے موافقت نہیں کی۔۔۔۔ مگر ارواح ثلاثہ کے سیدھے سادھے راوی نے پوری بات کہہ دی۔۔۔۔ کہ ایک شور برپا تھا۔۔۔۔ مولانا کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔ یہ دوسری بات

(۱) ہجری [illegible] جب کہ نانوتوی صاحب کی پیدائش ۱۲۴۸ھ میں ہوئی ہے اور خورشید حسن کے اعداد ۱۲۴۸ھ ہی [illegible] ۔ [illegible] "فاعتبروا یا اولی الابصار"

ہے کہ اسے اہل بدعات کی طرف منسوب کیا۔ مگر تھانوی صاحب نے پورے ملک سے تعبیر کیا۔ اب اس کی دو ہی توجیہ ہو سکتی ہے یا تو یہ کہیے کہ پورا ملک اہل بدعات تھا۔ یا یہ کہیے کہ تحذیر الناس کے کفری مضمون کے خلاف کچھ کہنا ہی دیوبندی مذہب میں بدعت ہے۔

"وہ بھی مولانا عبدالحی کی موافقت" تو پتا نہیں کہ یہ کون مولانا عبدالحی ہیں۔ اور کس کتاب میں کیا موافقت کی ہے۔

انور شاہ کشمیری کی نانوتوی صاحب کے خلاف تحقیق:

انور شاہ کشمیری صاحب کی حیثیت دیوبندی جماعت میں صرف ایک عالم کی نہیں "عمدۃ العلماء" کی ہے۔ محدث، فقیہ، متکلم، ادیب، وغیرہ وغیرہ سارے علوم و فنون کی ایک لائبریری کی ہے۔ وہ نانوتوی صاحب کی اس توجیہ کا رد کر چکے ہیں کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں بالذات اور بالعرض۔ اور جب یہ تقسیم صحیح نہیں تو "خاتم النبیین" کا معنی بالذات لینا باطل اور پھر "تحذیر الناس" کی پوری عمارت زمیں بوس ہے۔ انور شاہ کشمیری اپنے رسالہ "خاتم النبیین" کے صفحہ ۱۲۸ پر لکھتے ہیں:

واز لفظ بالذات وبالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و محاورہ عرب ونہ نظم قرآن را ہم چوں اشارتے بآں نیست پس اضافہ ذاتیت نبوت زیادت است بر قرآن بمحض اختراع محض۔

یعنی بالذات و بالعرض کا محاورہ (جیسا کہ تحذیر الناس میں ہے) فلسفہ کا عرف ہے قرآن مجید کا عرف یا عرب کا محاورہ نہیں۔ اور نہ نظم قرآن کا اس کی طرف کوئی اشارہ ہے بس اضافی استفاضہ نبوت محض اختراع ہوا کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔

یہی انور صاحب اسی مضمون کو اپنے ایک دوسرے رسالہ "عقیدۃ الاسلام" میں صفحہ ۲۵۶ پر لکھ چکے ہیں:

واما الختم بمعنی انتهاء ما بالعرض الی ما بالذات فلا یجوز ان یکون ظهر هذه الآیة لان هذا المعنی لا یعرفه الا اهل المعقول والفلسفة والتنزیل

فالقول علی مفاهیم لغة العرب لا علی الهذیانات المخترعة

دیکھئے یہ بھی نانوتوی صاحب کے بہت خاص نیاز مند ہیں مگر تحذیر الناس نے قرآن مجید کی تمام امت کے خلاف جو تفسیر بالرائے کی ہے اسے رد کر رہے ہیں۔ صرف رد ہی نہیں اسے اتباع ہوا یعنی خواہش نفسانی کی پیروی میں قرآن مجید پر زیادتی قرار دے رہے ہیں۔

کیا دیوبندیوں کے نزدیک تمام امت کی قطعی، یقینی اجماعی تفسیر کے خلاف اتباع ہویٰ سے قرآن مجید پر زیادتی کرنے والا بھی مسلمان ہے یا کافر؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ثانیاً انور صاحب کا یہی ارشاد وہ جرم ناشنیدہ ہے جس کی سزا میں انہیں دارالعلوم دیوبند چھوڑنا پڑا جس کو وہ جوش حسرت ویاس سے کہا کرتے تھے "ہم نے کہ حق کہا تو اس کی وجہ سے یہاں داخل میں آ نا پڑا"۔

نانوتوی صاحب کے نیاز مندوں کے بس میں جو سزا تھی وہ تو انہوں نے ان کے ہر مخالف کو دے دی اور دے رہے ہیں، اور آئندہ بھی دیں گے۔ مگر اس سے نہ تو تحذیر الناس کی مذکورہ عبارتیں ایمانی ہو جائیں گی اور نہ کفر اٹھ جائے گا۔ دار جزا دنیا نہیں آخرت ہے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ۔

براہین قاطعہ:۔

"تحذیر الناس" پر مسلمانوں میں جو بے چینی تھی وہ ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ ۱۳۰۳ھ میں گنگوہی صاحب نے براہین قاطعہ لکھ کر اپنے مرید انبیٹھی صاحب کے نام سے چھپوائی۔ جس میں ان سارے معمولات کو جو اس وقت پوری دنیا کے مسلمانوں کا معمول تھے، شرک، بدعت، حرام، گناہ کہا بلکہ یہاں تک جراءت کا مظاہرہ کیا کہ میلاد مبارک کو "کنہیا" کے جنم کے سانگ سے تشبیہ دی۔ (براہین قاطعہ، ص ۱۵۳) اور فاتحہ کے وقت کھانے پر قرآن مجید کی آیات اور سورتیں پڑھ کر فاتحہ دینے کو وید پڑھنا کہہ دیا۔ (ایضاً ص ۷۹) اس سبوح وقدوس عزوجل کے لیے امکان کذب کا قول کیا۔ (ایضاً ص ۳) حتی کہ شیطان لعین کے علم ناپاک کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ وسیع مانا۔ (ایضاً ص ۵۱)

اہل علم غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا

فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ: ص ۵۵)

اس پر ہمارے مواخذے:۔

(۱) زمین کا علم محیط گنگوہی صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت مانا۔ پھر اسی علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شرک بتایا۔ اور یہ شرک اسی وقت ہوگا جب کہ اسے باری عز اسمہ کی صفت خاصہ مانیں، اور جب اسے اللہ عزوجل کی صفت خاصہ مانیں گے تو شیطان اور ملک الموت کے لیے اسے ثابت ماننے کا مطلب یہ ہوگا کہ شیطان اور ملک الموت خدا کے شریک ہیں۔ اور گنگوہی صاحب نے ان دونوں کے لیے ثابت مانا۔ تو لازم کہ انہوں نے شیطان اور ملک الموت کو خدا کا شریک مانا۔ یہ اس عبارت کا ایک صریح کفر ہوا۔ مسلمانوں کو بات بات پر مشرک بنانے والے خود اسی گڑھے میں گرے۔

چاہ کن را چاہ در پیش

(۲) پھر اس کفر وشرک کو نص یعنی قرآن واحادیث سے ثابت ماننا یہ دوسرا کفر ہوا۔

(۳) اخیر میں ہے: شیطان اور ملک الموت کو یہ (علم کی) وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان اور ملک الموت کے علم کی وسعت اور زیادتی نص یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے شیطان وملک الموت کا علم وسیع اور زیادہ ہے۔ مگر حضور اقدس ﷺ کے لیے وسعت علم یعنی علم کا زیادہ ہونا چوں کہ نص قطعی سے ثابت نہیں، اور نصوص قطعیہ کے خلاف ہے، اس لیے حضور کے لیے وسعت علم ماننا شرک ہے۔

اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا علم زیادہ نہیں۔ اب دونوں کو

ملایئے۔ شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ اور حضور اقدس ﷺ کا علم زیادہ نہیں۔ تو ثابت کہ شیطان کا علم حضور اقدس ﷺ کے علم سے زیادہ ہے۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

براہین قاطعہ کے خلاف شورش:۔

اس کتاب کے چھپتے ہی ایک عام بے چینی اور شورش پیدا ہوگئی۔ یہ کتاب چوں کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے چھپی تھی وہ اس وقت پنجاب ریاست بھاولپور میں ملازم تھے، اور تقیہ کیے ہوئے سنی بنے تھے۔ (مقدمہ تقدیس الوکیل: ص۱۳) اور اسی وجہ سے بھاولپور ریاست کے مدرسہ میں مدرس بھی بنائے گئے تھے، اور اسی وجہ سے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں بھی تھے۔ جب براہین قاطعہ کی اطلاع مولانا غلام دستگیر صاحب کو ہوئی تو انہوں نے بھاولپور جا کر انبیٹھی صاحب کو سمجھایا مگر وہ نہ مانے جس کے نتیجے میں اسی براہین قاطعہ کے گمراہ کن مضامین پر وہیں بھاولپور ہی میں نواب بھاولپور محمد صادق عباسی کی نگرانی میں حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب اور انبیٹھی صاحب کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں تحریری مناظرہ ہوا جو "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" میں چھپ چکا ہے۔

اس مناظرے میں انبیٹھی صاحب کو شکست فاش ہوئی۔ مناظرے کے حکم شیخ المشائخ مولانا شاہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ دیا۔

یعنی خلیل احمد انبیٹھی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت سے خارج ہیں۔ (تقدیس الوکیل: ص۱۴) جس کے نتیجے میں انبیٹھی صاحب کو ریاست سے نکال دیا گیا۔

اس تاریخی مناظرے میں دیوبندی ہار گئے۔ حکم نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ ریاست سے نکال دیے گئے مگر دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے جو رنگروٹ تیار ہوتے رہے وہ بہر حال دیوبندی اعتقادات اور نظریات کی اشاعت کرتے رہے جس کے نتیجے میں ملک کی فضا معتدل ہونے کی بجائے اور مسموم ہوتی گئی۔

حفظ الایمان:۔

ان بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کوئی کمی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کے حکیم الامت مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل مولوی اشرفعلی تھانوی نے "حفظ الایمان" لکھ کر مسلمانوں کے ماحول کو آتش فشاں بنادیا۔ ہر طبقے کے علمانے اس کا رد لکھا۔ وہ عبارت یہ ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و بکر بلکہ ہر صبی اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

چند سطر بعد ہے:

اور اگر تمام علوم غیبیہ مراد ہیں اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔

اس عبارت کا صریح وہ بھی صریح متعین مطلب یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو ہر کس و ناکس زید و عمر و بکر بلکہ بچوں پاگلوں بلکہ جانوروں چوپایوں کے علم خسیس سے تشبیہ دی یا حضور اقدس ﷺ کے علم پاک کو ان چیزوں کے مساوی بتایا۔ اور ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں حضور اقدس ﷺ کی انتہائی توہین و تحقیر ہے۔

اس کے خلاف شورش:۔

اسرائیلی صاحب کے استاذ مولوی اکرم الحق کے پیرزادے مولانا ابوالحسن زید صاحب لکھتے ہیں:

حفظ الایمان کی عبارت، براہین قاطعہ کی عبارت سے قباحت و شناعت میں بڑھی ہوئی ہے۔ اس رسالے کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے! کہاں محبوب خدا ﷺ کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا کیوں نہ ہو، اور کہاں زید و

عمرو، بھی و مجنون اور حیوانات و بہائم کا علم۔ (بزم خیر: صفحہ ۲۳)

سبحان اللہ! کیا خوب علت بیان کی۔ مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں، عوام کا ایمان برباد ہونے کا احساس نہیں، بھلے مانسوں اور برے مانسوں کے لکھنے کا اثر لیا جا رہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے مسلمانوں کے دل متالم (دکھی) ہوئے۔ (بزم خیر: صفحہ ۲۳)

یہی مولانا ابوالحسن زید صاحب ناقل کہ:

حضرت مولانا شاہ محی الدین ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ الٰہی بخش صاحب کی کوٹھی میں تھے، وہاں امام المناظرین حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حامی ایک بزرگ پیر سید گلاب شاہ اور تھانوی صاحب اور قاری طیب کے والد حافظ احمد بھی تھے۔ "پیر سید گلاب شاہ نے مولوی اشرفعلی صاحب کی کتاب "حفظ الایمان" کے صفحے کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا........دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے الی آخرہ۔ یہ سن کر آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے مولوی اشرفعلی سے کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ مولوی صاحب (اشرفعلی) نے کہا میں نے اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کردی ہے۔ آپ (مولانا ابوالخیر صاحب) نے بجواب ارشاد فرمایا: تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہو گئے، ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں گے۔ (بزم خیر صفحہ ۱۱ و مقامات خیر: صفحہ ۲۳۹)

اور خود تھانوی صاحب نے اسے بیان کیا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے تھانوی صاحب کو اپنی جماعت میں شریک ہونے سے روک دیا:

جب جماعت تیار ہو گئی تو مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلی پر جاتے ہوئے فرمایا: میری جماعت والوں کے سوا جو اور لوگ ہوں وہ علاحدہ ہو جائیں۔ (بزم جمشید)

مقامات خیر صفحہ ۶۱۶ کے حاشیہ پر حضرت مولانا پیر سید محمد جیلانی بغدادی ثم مدنی کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے پوتے سید نذیر الدین ولد سید معین الدین کہتے ہیں:

میرے دادا (پیر محمد بغدادی) کے پاس حیدر آباد کے لوگ مولوی اشرفعلی کا رسالہ

"حفظ الایمان" لائے۔ اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا: علم غیب کے متعلق مولوی اشرفعلی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔ اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرفعلی بیٹھے تھے، میرے دادا نے کھڑے ہو کر مولوی اشرفعلی کے رسالہ کی قباحت بیان کی اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے، پھر چند روز بعد مولانا حافظ احمد (فرزند مولانا محمد قاسم) کے مکان پر علما کا اجتماع ہوا، چونکہ حافظ احمد صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی اس لیے انہوں نے آپ کو بلایا اور آپ تشریف لے گئے، وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علمائے اظہار خیال فرمایا۔ آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔

پھر تھوڑے ہی دن بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ "حفظ الایمان" کی عبارت رد کرتے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا: ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو آپ نے عرض کی کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی ماندہ زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ پاک کی مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے، دس سال وہاں مقیم رہے، اور ۱۳۶۴ھ میں رحلت فرما گئے۔

اسرائیلی صاحب پر تو اس کا کیا اثر پڑے گا۔ وہ تو "منصفانہ جائزہ" میں یہ سب پڑھنے کے بعد وہی راگ الاپ رہے ہیں کہ ہمارے اکابر کے خلاف جو کچھ کیا وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا۔

ناظرین غور کریں، خود دیوبندیوں کو اعتراف ہے کہ تحذیر الناس کے خلاف پورے ملک کے علما تھے۔ سوائے ایک کے۔ ان کی تکفیر تک ہو رہی تھی۔ مولوی قاسم نانوتوی رام پور گئے تو اتنے سہمے ہوئے تھے کہ سرائے کے رجسٹر میں اپنا فرضی نام درج کرایا۔ اس وقت کے علما نے تحذیر الناس کے رد میں چھ چھ کتابیں لکھیں۔ یہ سب نانوتوی صاحب کی زندگی ہی میں ہوا۔ حسام الحرمین چھپنے سے برسوں پہلے۔

ناظرین غور کریں! امام المناظرین مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری یہ نہ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ تھے اور نہ مرید بلکہ پنجاب کے خود مرجع انام عالم تھے۔ انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں بہاول پور میں انبیٹھی صاحب سے مناظرہ کیا اور انہیں بہاول پور سے نکلوایا۔ یہ واقعہ حسام الحرمین چھپنے سے بیس سال پہلے ہو چکا تھا۔

ناظرین غور کریں! اسرائیلی صاحب نے اس پر ایک جگہ طنز بھی کیا ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت محی الدین شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی سے کوئی ربط نہیں رکھا، تو یہ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا۔ اگر ربط رکھتے اسرائیلی صاحب اپنی عادت کے مطابق لکھ دیتے کہ خوشامد، چاپلوسی کر کے اپنا ہم خیال بنالیا۔

ناظرین دیکھیں کہ وہ حفظ الایمان کی عبارت کی بنا پر مولوی اشرفعلی تھانوی کو بقول تھانوی صاحب کے اس لائق نہیں سمجھا کہ ان کو اپنی جماعت میں شریک ہونے دیں۔ آخر یہ کس بنا پر تھا۔ افسوس کہ مولوی اکرام الحق کے دادا پیر حفظ الایمان کے مصنف کو اس لائق نہ سمجھیں کہ وہ ان کے مقتدی ہوسکیں اور آج مولوی اکرام الحق اسی حفظ الایمان کی کفری عبارت کو حق ماننے والوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔

ناظرین! ان کے صاحب زادے مولانا ابوالحسن زید صاحب کا بیان پڑھیں۔ انہوں نے صاف صاف لکھا کہ حفظ الایمان کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول وعرض میں عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ مولوی صاحب پر اعتراضات شروع ہو گئے۔ کیا پورا ہندوستان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت کا مرید و تلمیذ تھا۔ پھر مولانا زید صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت پر جو شدید اعتراضات کیے ہیں کیا وہ اعلیٰ حضرت سے سیکھ کر کیے ہیں۔

پھر حضرت مولانا سید محمد جیلانی بغدادی ثم مدنی نے کس بنیاد پر تھانوی صاحب کے روبرو ان کے خاص محب کے گھر بیٹھ کر اس کا رد فرمایا۔ اور اس کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس پر انکی بارگاہ رسالت سے خوشنودی کا پروانہ اور انعام ملا۔

اسرائیلیو! ان سب حضرات کو کیا کہتے ہو؟ جنہوں نے "تحذیر الناس" "براہین قاطعہ" "حفظ الایمان" کی عبارتوں کا رد لکھا، اس پر انہیں کافر کہا، زندیق کہا۔

ناظرین! ٹھنڈے دل سے ان ساری باتوں کو پڑھیں اور خود ہی ان عبارتوں پر غور کریں ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان عبارتوں میں یقیناً بلاشبہ ضروریات دین کا انکار ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ:

پورے ملک کا یہ ماحول تھا۔ اس ماحول میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ہوش سنبھالا اور مسند ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے، اور اپنی فراست و بصیرت سے دیکھ لیا کہ اسلام کی بنیادی قدروں میں تحریف کرنے والوں میں سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک دیوبندی ہیں۔ شیعہ سنی الگ تھے، وہابیت کی دوسری شاخ غیر مقلدیت اپنی ایجاد کردہ نئی نماز کے طریقوں سے پہچانی جاتی تھی مگر دیوبندی اپنے کو حنفی نہ صرف حنفی بلکہ چشتی، قادری، نقش بندی، سہروردی، ظاہر کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ میلاد، قیام، فاتحہ وغیرہ بھی اہل سنت کے مراسم بھی ادا کر لیتے۔ انبیٹھی صاحب کا بھاول پور میں اور تھانوی صاحب کا کان پور میں ابتدائی دور اسی طرح گزرا۔ اس لیے ان کا پہچاننا بہت مشکل تھا۔ اور حال یہ ہے کہ انبیائے عظام و اولیائے کرام کی شان اقدس میں جتنی صریح اور کھلم کھلا توہین انہوں نے کی ہے کسی نے بھی نہیں کی۔

اس لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یوں تو ہر باطل فرقے کا رد فرمایا مگر سب سے زیادہ توجہ دیوبندی فرقے کی طرف مبذول فرمائی۔ خداداد علمی تبحر، اور ذہانت و فطانت سے ان کے باطل نظریات کے خلاف عمر بھر نبرد آزما رہے۔ اصولی، فروعی تمام مختلف فیہ مسائل پر ایسی فیصلہ کن ابحاث تحریر فرمائیں کہ نہ تو موافق کے لیے زیادتی کی گنجائش باقی رہی اور نہ مخالف کے لیے کسی حیلہ و بہانہ کی جگہ۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث، اقوال سلف و خلف سے اپنے عقائد و اعمال کو ایسا مبرہن اور دیوبندی عقائد و اعمال کو باطل ثابت فرما دیا کہ ان کی تردید سے پوری دیوبندی برادری آج تک عاجز ہے اور قیامت تک عاجز رہے گی۔

حسام الحرمین:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں "المعتمد المستند" تصنیف فرمائی۔ جسے حضرت مولانا قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے اس کے متن "المعتمد المنتقد" کے ساتھ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں چھپوایا۔

"المعتمد المستند" میں گنگوہی، نانوتوی، انبیٹھوی، تھانوی صاحبان کی تحذیر الناس، تکذیب باری عز اسمہ کے فتویٰ اور براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی کفری عبارتوں کی بنا پر قطعی تکفیر مذکور ہے۔

اس کی اطلاع ان میں جو لوگ زندہ تھے انہیں ہوئی بھی مگر ان لوگوں نے اپنی صفائی نہیں دی۔ نہ اس کی کوئی تاویل کی نہ توجیہ کی۔ جس کا اعتراف ان لوگوں کے ترجمان اعظم سنبھلی صاحب کو بھی ہے۔ (فیصلہ کن مناظرہ: ص۱۹)

ان کتابوں کی یہ عبارتیں کفری معنی میں ایسی واضح اور غیر مبہم ہیں کہ اس کا انکار کرنا آفتاب کے وجود سے انکار کے مترادف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ سال تک نہ ان میں سے کسی کو کچھ بولنے کی گنجائش ملی، نہ ان کے تلامذہ کو نہ خلفا کو۔

۱۳۲۳ھ میں بلا کسی سابقہ ارادے اور قصد کے یک بیک باطنی کشش کی بنا پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ حج و زیارت کے لیے گئے۔ تو اسی فتویٰ کی تائید و تقویت کے لیے المعتمد المستند کا وہ حصہ جس میں ان لوگوں کی نام بنام تکفیر تھی، علمائے حرمین طیبین کی خدمات عالیہ میں پیش فرمایا۔ اور دونوں حرم کے اجلہ علمائے کرام مفتیان عظام، خطبائے ذوی الاکرام، مدرسین ذوی الاحترام نے اس کی دھوم دھامی تصدیقیں فرمائیں۔ اور سب نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کے بارے میں یہ فتویٰ دیا کہ یہ لوگ ضروریات دین کے انکار اور شان الوہیت و رسالت میں صریح گستاخی کرنے کی وجہ سے دین سے خارج کافر مرتد ہیں۔

حج و زیارت سے واپسی کے بعد ان تمام تصدیقات کو "حسام الحرمین" کے نام سے چھپوا دیا۔ دیوبندی پہلے ہی کہیں منھ دکھانے کے لائق نہیں تھے، اب جب کہ اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در سے بھی ان کے بارے میں وہی حکم آ گیا جو ۱۳۲۰ھ سے ہندوستان کے

ہر طبقے کے علما دیتے آئے تھے تو انہیں کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ اس لیے انہوں نے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ علمائے حرمین طیبین چوں کہ اردو نہیں جانتے تھے اور اعلیٰ حضرت نے حد درجہ ان کی خوشامد اور چاپلوسی کی، اس لیے وہ دھوکے میں آگئے اور فتویٰ تکفیر کی تصدیق کردی۔

اس کا جواب:

اولاً: ان علماء میں شیخ الدلائل استاذ العلماء مولانا عبدالحق مہاجر مکی تفسیر اکلیل کے مصنف بھی ہیں۔ یہ ضلع الٰہ آباد قصبہ تارہ کے باشندے تھے۔ یہ تو اردو جانتے تھے۔ گنگوہی صاحب کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی کے بقول گنگوہی صاحب کو بھی جانتے تھے۔ (تذکرۃ الرشید: حصہ اول ص ۹۲) انہوں نے کیسے تصدیق کردی۔ حسام الحرمین میں ان کی تصدیق پانچویں ہے۔

ثانیاً: اس سال مکہ معظمہ میں انبیٹھی صاحب اور کچھ ریاست کے وزرا بھی موجود تھے۔ اس کی انہیں اطلاع بھی ملی اور اپنی صفائی کی کوشش بھی کی، مگر علمائے مکہ نے قبول نہیں فرمایا۔

جب رئیس العلماء مولانا صالح کمال، علی پاشا (شریف مکہ) کے دربار میں ''الدولۃ المکیۃ'' سنانے تشریف لے گئے، تو اسی اثنا میں آپ نے شریف علی پاشا سے خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد باطلہ اور ان کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ خلیل احمد انبیٹھی کو خبر ہوئی تو آپ کے پاس کچھ اشرفیاں نذرانہ لے کر پہنچے اور عرض کی کہ حضرت! آپ مجھ پر کیوں ناراض ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا: کیا تم خلیل احمد ہو؟ بولے جی! ہاں میرا نام خلیل احمد ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے تونے یہ براہین قاطعہ میں وہ شنیع باتیں کیسے لکھیں۔ میں تو تجھے (تقدیس الوکیل) میں زندیق لکھ چکا ہوں۔ اس سے پہلے مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری لاہوری کتاب ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' لکھ کر علمائے مکہ سے تقریظیں لے چکے تھے۔ اس کتاب پر مولانا صالح کمال کی بھی تقریظ ہے۔ اس میں آپ نے خلیل احمد انبیٹھی اور رشید احمد گنگوہی کو زندیق لکھا ہے۔

مولوی انبیٹھی صاحب نے مولانا صالح کمال سے کہا کہ حضرت جو باتیں میری طرف منسوب کی گئی ہیں، وہ میری کتاب میں نہیں ہیں۔ لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے؟ آپ

نے فرمایا: تمہاری کتاب چھپ کر شائع ہو چکی ہے، وہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ جب خلیل احمد نے دیکھا، اب بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو بول پڑے کہ کیا حضرت کفر سے توبہ نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نے جواب دیا۔ ہوتی ہے۔ پھر آپ نے چاہا کہ کسی مترجم کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطعہ دکھا کر ان کلمات باطلہ کا اقرار کرا کر توبہ لیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی میں جدہ بھاگ گئے۔ (الملفوظ: حصہ دوم ۱۳)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) علمائے مکہ معظمہ انبیٹھی اور گنگوہی صاحبان کی براہین قاطعہ سے بہت پہلے سے واقف تھے۔ نیز اس سے بھی واقف تھے کہ اس کتاب میں ان لوگوں نے کفریات وضلالات لکھے ہیں۔ اس کا ذریعہ امام المناظرین مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ہے، جو بھاولپور کے تحریری مناظرہ کی روداد ہے۔

۱۳۰۷ھ میں جب مولانا موصوف حج وزیارت کے لیے گئے تو اس کا عربی میں ترجمہ کر کے علمائے حرمین کی خدمات عالیہ میں پیش کیا۔ اس وقت سے علمائے حرمین طیبین ان لوگوں اور ان کے عقائد باطلہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی اس حاضری سے سترہ سال پہلے سے واقف تھے۔

(۲) علمائے حرمین طیبین براہین قاطعہ کی کفری وگمراہ کن عبارتوں کی بنا پر سترہ سال پہلے ہی اس کے مولف اور مصدق کو زندیق لکھ چکے تھے۔

(۳) براہین قاطعہ ان حضرات کے پاس موجود تھی۔

(۴) ان حضرات نے چاہا کہ انبیٹھی صاحب کے روبرو ان کے کفریات وضلالات کو پیش کر کے انہیں قائل کر کے توبہ کرائی جائے۔

(۵) اس وقت تک انبیٹھی صاحب کے پاس براہین قاطعہ کی کفری عبارتوں کی کوئی ایسی تاویل تو جیہہ ذہن میں نہ تھی جسے پیش کر کے وہ اپنی صفائی دے سکتے تھے۔

(۶) مکہ معظمہ میں ان حضرات کے علم میں ایسے مترجم تھے کہ اردو کا عربی میں ترجمہ کر سکتے تھے۔ اگر انہیں حسام الحرمین کے مضامین کے بارے میں کوئی شبہ ہوتا تو ان

مترجمین سے ترجمہ کرا کے تحقیق کر سکتے تھے۔ مگر چوں کہ تحقیق کے تمام مراحل سترہ سال پہلے طے ہو چکے تھے، اس لیے اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔

ثالثاً: کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ ایسا ہلکا نہیں کہ یہ اجلہ علمائے کرام بلا تحقیق صرف کسی کی خوشامد، چاپلوسی سے متاثر ہو کر کسی کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیں گے۔ کسی کی نام بنام تکفیر تو بہت اہم مسئلہ ہے، بلکہ باب افتا کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ان حضرات کا حال تو یہ معلوم ہے کہ کسی ظنی فرعی مسئلہ میں اگر انہیں اتفاق نہ ہوتا تو تصدیق نہ فرماتے بلکہ برملا انکار فرما دیتے۔ جس کی نظیر "الدولۃ المکیہ" کی تصدیق ہے۔

مدینہ طیبہ میں مفتی شافعیہ علامہ احمد برزنجی نے صرف اس وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کی کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیام قیامت کا علم ثابت کیا گیا تھا۔ اور علامہ برزنجی اس سے متفق نہ تھے۔ حالاں کہ یہ مسئلہ ظنی ہے۔ اثبات یا نفی کسی صورت میں تفسیق بھی نہیں مگر حسام الحرمین کی تصدیق انہوں نے بھی فرمائی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان علمائے دیوبند کی تکفیر سے ان کو بالکلیہ اتفاق تھا۔

دیوبندی مذہب کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب نے ان کی تصدیق کو بے اثر کرنے کے لیے لکھا ہے:

چنانچہ مفتی صاحب دام ظلہ نے حسام الحرمین پر جو تقریظ لکھی تھی، اس پر سے اپنا نام مٹا دیا۔ اور بہت سخت سست ان کو کہا۔ مگر دوسرے دن احمد رضا صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مفتی صاحب کے مکان پر بھیجا اور بہت کچھ عاجزی وغیرہ کرنے کے بعد مفتی صاحب نے پھر اپنی تقریظ پر اپنی مہر کر دی اور فرمایا کہ چوں کہ میں نے اپنی تقریظ میں شرط لگا دی ہے۔ اس لیے میری تحریر ہرگز نفع نہ دیوے گی۔ (الشہاب الثاقب، ص ۳)

صاحب شہاب ثاقب کے اس بیان میں کتنی صداقت ہے، اسے معلوم کرنے کے لیے "ردشہاب ثاقب" کا مطالعہ کیجئے۔ مجھے صرف اتنی گزارش کرنی ہے کہ جو بزرگ اتنا محتاط ہو کہ ایک ظنی فرعی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے "الدولۃ المکیہ" کی تصدیق نہ کرے، اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ جب اسے یقین ہو گیا تھا کہ چاروں اس الزام

سے بری ہیں، جو حسام الحرمین میں ان پر لگائے گئے ہیں، ان کی تکفیر پر کیسے دستخط اور مہر کر دے گا، اگر چہ مشروط ہی طریقے سے۔ بلکہ اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تو کبھی بھی تصدیق نہ فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ صاحب شہاب ثاقب نے حسام الحرمین پر تقریظ کے جرم میں حضرت مفتی شافعیہ سے انتقام لیا ہے کہ ان کا حال یہ تھا کہ عاجزی اور خوشامد سے جو چاہو ان سے لکھوالو۔ حالانکہ ان کے کردار کی مضبوطی ''الدولۃ المکیۃ'' پر تقریظ نہ لکھنے سے ظاہر ہے کہ جو شخص اتنا بلند ہو کہ ایک ظنی فرعی مسئلہ میں خوشامد عاجزی چاپلوسی سے متاثر نہ ہوا وہ تکفیر کے مسئلہ میں کیسے راضی ہو جائے گا۔

وہ گئی شرط تو قبلہ! ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے وہ ہمیں کیسے معتز جب کہ آپ کے بزرگوں کی کتابوں میں وہ عبارتیں موجود ہیں، جن پر تکفیر ہے۔ چلئے یہاں تو شرط کی آڑ لے لی مگر ان ہی مفتی شافعیہ نے اسی اپنی تقریظ میں اعلیٰ حضرت کو جو یہ لکھا، اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ لکھتے ہیں:

انی قد وقفت ایها العلامة النحریر و العلم الشهیر ذو التحقیق و التحریر والتدقیق والتحریر عالم اهل السنة و الجماعة جناب الشیخ احمد رضا خان البریلوی. ادام الله توفیقه و ارتفاعه. علی خلاصة من کتابک المسمی بالمعتمد المستند فوجدتها علی اکمل الترجیحات من حیث الاتقان و المنتقد وقد ازلت بها الاذی عن طریق المسلمین ونصحت فیها لله ورسوله و لائمة الدین و البث فیها براهین الحق الصحیحة و امتثلت فیها قوله صلی الله علیه وسلم الدین النصیحة. فهی و ان کان غنیة عن الاطرار و التبجیل و الثناء الجمیل لکنی احببت ان اجاریها فی رهانها و اجلوا عن بعض الوجوه فی مضمار لبیانها لکی اشارک صاحبها فیما استوجب من الحظ الجمیل و الاجر العزیز عند الله و الثواب الجزیل. (حسام الحرمین مترجم: ص۲۰۷،۳۱۶)

اے علامہ کامل ماہر مشہور و معروف صاحب تحقیق، تنقیح و تدقیق و تزئین عالم اہل

سنت وجماعت جناب شیخ احمد رضا خاں بریلوی اللہ ان کی توفیق اور بلندی ہمیشہ قائم رکھے۔ میں آپ کی کتاب المعتمد المستند کے خلاصہ پر واقف ہوا۔ میں نے اسے اتقان وانتقاد کے اعلیٰ درجہ پر پایا، اس کے ذریعہ آپ نے مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیز دور کی۔ اور اس میں آپ نے اللہ اور اس کے رسول اور ائمہ دین کی خیر خواہی کی اور اس میں آپ نے براہین حقہ صحیحہ سے مدعیٰ کو ثابت کیا ہے۔ اور اس میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل کی ہے کہ دین خیر خواہی ہے۔ آپ کی تحریر اگر چہ مدح، تعظیم، ثنائے جمیل سے بے نیاز ہے مگر مجھے پسند آیا کہ اس کی جولان گاہ میں اس کا ساتھ دوں اور اس کے روشن بیان کے میدان میں بعض اور وجوہ ظاہر کروں تاکہ مصنف نے اس اچھے حصے میں جو اس نے اپنے لیے واجب کرلیا اور اجر اور عمدہ ثواب میں جو اللہ عزوجل کے حضور ذخیرہ ہے، شریک ہوجاؤں۔

اس عبارت سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے:

(۱) علامہ سید احمد برزنجی کے نزدیک مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ علامہ نحریر یعنی حاذق ماہر صاحب عقل مجھ دار ہیں۔ صاحب تحقیق، تنقیح وتوفیق اور لائق تعظیم اہل سنت وجماعت کے عالم دین ہیں۔

(۲) "المعتمد المستند" مسلمانوں کے راستے سے موذی کو ہٹانے والی ہے۔ اور اس میں اللہ اور رسول اور ائمہ دین کی خیر خواہی ہے اور اس کے دلائل حق اور صحیح ہیں۔ یہ کتاب حسد، عناد، بغض وعداوت، حب وجاہ وریاست کے لیے نہیں لکھی گئی ہے۔ بلکہ خیر خواہی کی نیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ایسی کامل، اکمل اور عمدہ ہے کہ تعریف وتوصیف سے بے نیاز ہے۔

(۳) اس کتاب کے مصنف اس کتاب کے لکھنے کی وجہ سے اجر جمیل اور ثواب عظیم کے حق دار ہیں۔

(۴) اس کتاب کی تائید کرنے والا بھی اجر جمیل اور ثواب عظیم کا مستحق ہے۔

(۵) اس کتاب کی تصنیف پر مصنف کو یہ دعا دی۔ اللہ عزوجل ہمیشہ ان کو توفیق خیر دیتا رہے، اور ان کے درجوں کو بلند کرتا رہے۔

کیا کسی سے ناراض ہونے والا، کسی کو سخت وست کہنے والا اس قسم کے مدحیہ اور دعائیہ کلمات لکھتا ہے؟ کیا یہ تحریر چاپلوسی، عاجزی، منت وسماجت کا نتیجہ ہو سکتی ہے؟

ان علامہ برزنجی صاحب کا حال تو یہ ہے کہ انہوں نے بہت مبسوط، مفصل، مدلل تقریظ لکھی اور فرمایا: اسے مستقل رسالہ کر کے چھپایئے گا۔ (الملفوظ حصہ دوم، ص ۳۷) چنانچہ ان کی خواہش کی تکمیل کی گئی۔ ان کی تقریظ کا تاریخی نام "الکلم العلیۃ لمفتی الشافعیۃ" رکھا گیا۔

رابعاً: اب آیئے مدینہ طیبہ یہاں صاحب الشہاب الثاقب دیوبندیوں کے شیخ الاسلام پہلے ہی سے اپنی نجی مصلحتوں کے حصول کے لیے موجود تھے اور جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ میں نے مناظرہ کے لیے چیلنج بھی دیا۔ لکھتے ہیں:

اگر حقیقۃً اعلان حق مقصود تھا تو ہم نے جب مجدد صاحب سے ان امور اربعہ میں گفتگو طلب کی تھی تو کیوں فرار کیا تھا، اور کیوں کہا تھا کہ اپنے استاذوں کو بلاؤ۔ تم ہمارے قرین نہیں ہو۔ (الشہاب الثاقب: ص ۹۶ بالفاظ دیگر: ۳۳)

صاحب شہاب ثاقب کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ انھیں اس کا علم ہو چکا تھا کہ ہمارے اکابر کی تکفیر کے فتوی پر علمائے مدینہ طیبہ تصدیقیں فرما رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تکفیر کے وجوہ چار ہیں جبھی تو آپ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے گفتگو کرنی چاہی اور وہ بھی ان امور اربعہ میں۔

اب گزارش ہے کہ آپ بہت پہلے سے مدینہ طیبہ میں مخصوص ڈیوٹی پر متعین تھے اور بقول خود مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے تو لازم کہ آپ کے تعلقات علمائے مدینہ طیبہ سے یقیناً تھے اور پھر آپ نے اپنے اکابر کی صفائی میں جی جان سے کوشش کی ہوگی۔ مگر آپ کامیاب نہ ہو سکے اور ایک پردیسی جو چند روز کے لئے حاضر ہوا تھا وہ غالب آیا، اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ علمائے مدینہ طیبہ نے طرفین کے بیانات سن کر الزام اور صفائی پر مطلع ہو کر پوری تحقیق کے بعد آپ کے اکابر کی تکفیر کا فتویٰ دیا ہے۔

صاحب شہاب ثاقب نے تو اپنی جماعت میں اپنی بڑائی جتانے کے لیے یہ تعلی کی تھی مگر یہی خود ان کی باتوں کو رد کر گئی کہ پہلے لکھا ہے کہ انتہائی عاجزی اور تعظیم وتکریم سے متاثر

ہو کر علمائے حرمین طیبین نے ان کی حمایت کر دی۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

حاصل کلام یہ کہ علمائے حرمین طیبین نے ان اساطین دیوبندیت کی تکفیر انجانے اور ناوانی میں نہیں کی بلکہ پوری تحقیق اور اطمینان کے بعد کی ہے۔ بلکہ ان میں سے بہت سے حضرات ان دیوبندی بزرگوں کے کفری اقوال پر بہت پہلے مطلع تھے اور انہوں نے جو بھی فتویٰ دیا ہے کماحقہ تحقیق کے بعد دیا ہے۔

المہند:

نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھوی اور تھانوی صاحبان کی وہ عبارتیں جو اس رسالہ کا موضوع ہیں، ایسی صریح اور واضح کفر ہیں جو مسلمان بھی انہیں عصبیت بے جا اور حمیت جاہلیہ کے جذبے سے خالی ہو کر دیکھے گا، پکار اٹھے گا کہ یہ ضرور، ضرور کفر ہیں۔ مگر جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان عبارتوں پر فتویٰ کفر دیا تو مسلمانوں کا اذعان اطمینان کی منزل تک پہنچ گیا۔ اور جب علمائے حرمین طیبین نے اس کی تصدیق فرما دی تو واضح ہو گیا کہ ان اکابر دیوبند کا کفر اجماعی ہے۔ اسی وجہ سے جب حسام الحرمین شائع ہوئی تو دیوبندی علماء کہیں منہ دکھانے کے لائق نہ رہے، اس کا اعتراف دبے دبے الفاظ میں خود دیوبندی مبلغین کو بھی ہے۔ سنبھلی صاحب رقم طراز ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا۔ اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علمائے حرمین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ (فیصلہ کن، ص ۱۹)

اللہ عزوجل اور اس کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی اور توہین پر پردہ ڈالنے کے لیے انبیٹھوی صاحب نے یہ چال چلی کہ خود ہی ۲۶ سوالات بنائے، اور خود ہی ان کے جوابات لکھے، اور پھر خود اپنے علماء سے تصدیقیں کرائیں اور حرمین طیبین میں اہم

ادھر سے آکر رہنے والے کچھ آفاقیوں سے تصدیقات کرائیں اور اسے المہند کے نام سے چھاپ کر یہ ظاہر کردیا کہ علمائے حرمین ہمارے ساتھ ہیں۔ اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ظاہر یہ کیا یہ چھبیس سوالات مدینہ طیبہ کے علما کی طرف سے تحقیق حال کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ المہند کی تمہید میں ہے:

خاں صاحب کی اس مجرمانہ کارروائی کی خبر بعض علمائے مدینہ کو ہوئی، تب ان حضرات نے چھبیس سوالات حضرات علمائے دیوبند کی خدمت مبارک میں بھیجے کہ آپ کا ان میں کیا خیال ہے۔ اس کو صاف صاف لکھیے تاکہ حق وباطل واضح ہو جائے۔ چنانچہ فخر العلماء والمتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے ان کے جوابات لکھ کر الخ۔ (صفحہ ۴،۵)

المہند کی پوری حقیقت واقعیہ معلوم کرنے کے لیے صدر الافاضل سند الاماثل حضرت علامہ شاہ نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرادآبادی کے رسالہ مبارکہ "التحقیقات لدفع التلبیسات" کا اور امام المناظرین عمدۃ المتکلمین شیر بیشہ اہل سنت حضرت علامہ شاہ ابو الفتح حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے رسالہ مقدسہ "راز المہند" کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ المہند حقیقت میں دیوبندی مذہب کی جڑوں کو کھوکھلی کر گئی ہے۔ اور یہ غیر شعوری طور پر حسام الحرمین کی تصدیق ہے۔ ہم صرف چند باتیں عرض کیے دیتے ہیں۔

(۱) اگر واقعی یہ چھبیس سوالات علمائے مدینہ میں سے کسی عالم نے بھیجے تھے تو ان کا نام ظاہر کرنے میں کیا چیز مانع تھی، جب کہ حالات کا تقاضا یہ تھا کہ ان کا نام ضرور ظاہر کیا جاتا تو ان لوگوں کے حق میں حد درجہ مفید ہوتا۔ سائل کا نام ظاہر نہ کرنا کسی راز درون خانہ کی غمازی کر رہا ہے۔

(۲) جن چند علمائے حرمین کی تصدیقات چھاپی ہیں تو پوری بعینہ نہیں چھاپی ہیں بلکہ ان کا خلاصہ چھاپا ہے اور اکثر تو نام ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ چنانچہ المہند کے صفحہ ۷۵ پر ہے:

هذه خلاصة التصديقات السادة العلماء بمكة المكرمة.

یہ مکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفا وتعظیما کے علما کی تصدیقات کا خلاصہ ہے۔
اور صفحہ ۶۳ پر ہے: خلاصہ تصادیق علمائے مدینہ زادہا اللہ شرفا وتعظیما۔
آخر پوری تصدیقات یا تصادیق لفظ بہ لفظ شائع نہ کرنا اور خلاصہ پر اقتصار کرنا کسی اہم بنیادی مقصد ہی کے لیے ہے۔ یہ بہت ہی غور طلب اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔

(۳) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور علمائے اہلسنت نے کفر کا فتویٰ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ اور حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کے دستخطی مہری فتویٰ پر دیا ہے۔ ان سوالوں کے جواب میں ان کتابوں کی عبارتیں کیوں نہیں لکھی گئیں۔ المعتمد المستند اور حسام الحرمین کی تصنیف بلکہ اشاعت اول کے وقت تک المہند کا وجود ہی نہ تھا۔ المہند میں جو عبارتیں درج ہیں، ان پر کس نے کفر کا فتویٰ دیا تھا کہ اسے لکھ کر مکہ معظمہ مدینہ طیبہ میں بسنے والے چند آفاقیوں سے تصدیق کرائی بلکہ علمائے حرمین طیبین ہی سے کرائی تو اس سے کیسے ثابت ہو گیا کہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور گنگوہی صاحب کا تکذیب باری والا فتویٰ کفر نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انبیٹھوی صاحب اور اس وقت کے سارے دیوبندی پیشواؤں کو اس کا یقین تھا کہ تحذیر الناس وغیرہ کی یہ عبارتیں ضرور بالضرور کفر ہیں۔ اگر یہ وہی عبارتیں لکھی جائیں گی تو وہی فتویٰ آئے گا جو حسام الحرمین میں آچکا ہے۔ یہی یقین وادعان اس کا باعث ہوا کہ ان کتابوں کی اصل عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا۔ یہ ہے نظارہ ارشاد ربانی کا کہ فرمایا:

وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۝ (نمل)

ظلم اور تعلّی کی وجہ سے وہ نہ مانے (ضد پر اڑے رہے) حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے۔

المہند بھی چھپی ہوئی ہے۔ اور حسام الحرمین بھی۔ جس کا دل چاہے حسام الحرمین میں ان کتابوں کی عبارتوں کا ترجمہ ہے، اسے ان کتابوں سے ملالے۔ پھر المہند دیکھیے آپ کو اس میں وہ عبارتیں کہیں نہیں ملیں گی۔ ع:

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ابھی تک اکابر دیوبند کی ان عبارتوں پر کلام تھا جن پر اکابر علمائے حرمین پھر ہندوپاک کے ۲۶۸ علماء نے کفر کا فتویٰ دیا مگر علمائے دیوبند اسے تسلیم نہیں کرتے۔ اب آیئے ہم آپ کو دیوبندی مذہب کے بانیوں کی ایسی عبارتیں دکھائیں، جن کا کفر ہونا خود علمائے دیوبند کو تسلیم ہو چکا ہے۔

ا۔ اسماعیل دہلوی صاحب کا کفر:۔

تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی مشہور کتاب "ایضاح الحق" میں لکھا ہے:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان ومکان وجہت واثبات رویت بلا جہت ومحاذات از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔

اللہ عزوجل کا زمان ومکان اور جہت سے منزہ ماننا اور اس کی رویت بلا جہت محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے ہے، اگر ایسے عقیدہ والا اس کو عقائد دینیہ سے شمار کرے۔

اس پر ایک استفتاء مرتب کر کے دہلوی صاحب کے نیازمندوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ یہ سوال وجواب درج ذیل ہے:

سوال: کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان ومکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے۔

جوابات: یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد (گنگوہی) الجواب صحیح۔ اشرفعلی (تھانوی) عفی عنہ

حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا عقیدۂ اہل ایمان ہے۔ اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدہ کا بد دین وملحد ہے۔

کتبہ: عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند
الجواب صحیح بندہ محمود حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند

وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں۔

حررہ المسکین عبدالحق
الجواب صحیح محمد حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد

۲۔ نانوتوی صاحب کا کفر:۔

قصائد قاسمی صفحہ ۷ پر ایک شعر ہے:

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی اکابر سے استفتا کیا گیا تو ان کے مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے۔ مع سوال جواب ملاحظہ کریں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خواں نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا۔

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب: یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس کا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے، تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا۔ اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق اور سخت گنہ گار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔

(احمد حسن ۱۵ شوال ۶۹ ۱۳ھ سنبھلی)

(۲) اس شعر کا مفہوم کفر ہے، لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ (ظہور الدین سنبھلی)

(۳) کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بے وقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔ (سعید احمد سنبھلی)

(۴) اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ (وارث علی عفی عنہ سنبھلی)

(۵) چاروں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ (محمد ابراہیم عفی عنہ مدرسہ الشرع سنبھل)

(۶) شعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے، جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کافر اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ اس شعر کا پہلا مصرع شرط ہے جو معنی میں اگر کے ہے اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے۔ شرط کا وجود محال ہے، اس لیے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے، اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے مگر شعر نعت رسول میں بہت گراہوا رکیک ہے۔ ایسے غلو سے شاعر کو بچنا فرض اور ضروری ہے۔ ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہوجاتا ہے۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح سید مہدی حسن

صدر مفتی دار العلوم دیو بند ۱۳/۷/۸۲ جمعہ

۳۔ نانوتوی صاحب کا کفر:۔

(۲) نانوتوی صاحب کے کتابچہ "تصفیۃ العقائد" صفحہ ۲۵ پر ہے بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی کہنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیاء علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

اس پر دار العلوم دیوبند کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

فتویٰ ۱۴۸ر الجواب: انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں۔ ان کو مرتکب معاصی سمجھنا (العیاذ باللہ) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نہیں۔ اس کی وہ تحریر خطرناک بھی ہے اور عام مسلمانوں کو ایسی تحریرات کا پڑھنا جائز بھی نہیں۔ فقط واللہ اعلم

سید احمد علی سعید

نائب مفتی دار العلوم دیوبند

جواب صحیح ہے (ایسے عقیدہ والا کافر ہے) جب تک وہ تجدید ایمان اور تجدید نکاح نہ کرے اس سے قطع تعلق کریں۔ مسعود احمد عفی عنہ

مہر دار الافتاء دیوبند (الجمعیۃ دیوبند ص ۱۰، ماہ اپریل ۵۶ء سہ روزہ دعوت دہلی ۱۷ر جنوری ۵۶ء)

۴۔ قاری طیب کا کفر:

قاری صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے ایک کتاب لکھی تھی "اسلام اور مغرب کی تہذیب" اس کتاب کے بعض اقتباسات لکھ کر کسی نے دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی مہدی حسن صاحب کے پاس استفتا کیا تھا، یہ استفتا اور اس کا جواب ہدیہ ناظرین ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فلاسفۂ اسلام [illegible] کی تحریر میں [illegible] کے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے:

اقتباس ۱: یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذرا کے سامنے جس شبیہ مبارک بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہ محمدی تھی، اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طور پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس شبیہ مبارک کے سامنے بہ حوالہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲: پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعویدار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہو۔

اقتباس ۳: حضور تو بنی اسماعیل میں پیدا ہو کر کل انبیا کے خاتم قرار پائے، عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر بنی اسرائیلی انبیا کے خاتم کیے گئے۔ جس میں ختم نبوت کے منصب میں ایک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی۔ الخ

اقتباس ۴: بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مشابہت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت اور مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کی بارگاہ محمدی سے خلقاً و خُلقاً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیے۔ براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت و عدم صحت ظاہر کر کے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب:

جو اقتباسات سوال میں نقل کیے ہیں اس کا قائل قرآن عظیم کی آیات میں تحریف کر رہا ہے بلکہ در پردہ آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تصریح کی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ بشیر محمدی بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بھی یہی سمجھا کہ

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ○ کلمۃ القاھا الی مریم وروح منہ ○ فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا (الی قولہ تعالی) فقال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا ○ قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ آیۃ للناس (الی آخر الآیۃ) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ○

کے قائل تھے اور اس پر اجماع ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوش خبری سنانے

آیا تھا۔ شخص مذکور ملحد و بے دین ہے۔ عیسائیت وقادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کیے ہوئے ہے، اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدہ عیسیٰ ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے جس کی تردید علی رؤس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز "لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی ابن مریم" (الحدیث) یہ بانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔ الحاصل یہ اقتباسات قرآن وحدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں۔ مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیے بلکہ ایسے عقیدہ والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیے۔ جب تک توبہ نہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند

سہ روزہ دعوت دہلی، بابت ۲۲ ر دسمبر ۱۹۶۲ء

ناظرین! اگر دنیا سے انصاف نہیں اٹھ گیا ہے تو انصاف ہی کا واسطہ دے کر علمائے دیوبند کے معتقدین کو دعوت فکر دے رہا ہوں کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ وہ ان فتاویٰ کو بغور پڑھیں۔ اس میں خود جماعت دیوبند کے ذمہ دار مفتیوں نے مولوی اسماعیل دہلوی کو اور نانوتوی صاحب کو کافر، فاسق، خارج از ایمان، بیہودہ جاہل آدمی لکھا اور قاری طیب صاحب کو قرآن کا محرف، آیات کا مکذب، منکر کہا بلکہ ملحد و بے دین اور ایسا شخص بتایا جس کے جسم میں عیسائیت اور قادیانیت کی روح سرایت کیے ہوئے ہے۔ نانوتوی صاحب اور قاری طیب صاحب کے بارے میں تو یہ بھی لکھا کہ ان سے قطع تعلق اور بائیکاٹ کرنا چاہیے۔

علمائے [illegible] پر آپ کا یہ الزام ہے کہ [illegible] اور تمام آدمی کے لیے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے مگر اپنے مولویوں کے بارے میں سوچو کہ آخر انہوں نے ایسا فتویٰ کیوں دیا اور اگر ان فتاویٰ پر پوری تنقید سننا چاہتے ہو تو ماہنامہ تجلی بابت ماہ اپریل ۱۹۵۶ھ اور ماہنامہ تجلی دیوبند خاص نمبر مارچ، اپریل ۶۳ء کا مطالعہ کرو۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ فتاویٰ اس وقت تک کے لیے تھے جب تک قائلین کے نام نہیں معلوم تھے اور نام معلوم ہونے کے بعد سارے فتاویٰ بدل گئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مفتیان دیوبند کے اعتقاد کا مدار قرآن وحدیث نہیں بلکہ ان کے اکابر ہیں۔

اس ماحول میں ہمیں یقین کامل ہے کہ اگر ابتداء تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی وہ عبارتیں جو ہمارے اس رسالہ کا موضوع ہیں، خود دیوبندی مفتیوں کے یہاں بھیجی گئی ہوتیں، اور نام ظاہر نہ کیا گیا ہوتا تو وہی فتویٰ آتا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔ ان واقعات سے تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ دیوبندی جماعت کے اکابر جانے یا انجانے طور پر ایسی باتیں لکھ گئے ہیں جو خود انہیں کے ذمہ دار افراد کے نزدیک کفر ہے۔ یا پھر یوں کہیے کہ علمائے دیوبند کفر اور ایمان میں تمیز نہیں رکھتے۔

رازِ درونِ خانہ

یہاں تک پہنچنے کے بعد ایک بہت اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟

جو لوگ اسلام کی تاریخ سے واقف ہیں انہیں اس کا جواب دینا کچھ مشکل نہیں۔ اسلام کی روز افزوں ترقی کو دیکھ کر اسے تباہ و برباد کرنے والوں کا ایک مسلسل طبقہ عہد صحابہ ہی سے چلا آرہا ہے بلکہ عہد رسالت ہی سے۔ جو اپنے آپ کو سچا پکا مخلص اللہ والا مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں میں گھل مل کر طرح طرح کی دسیسہ کاری ریشہ دوانی کرکے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔

عبداللہ بن سبا کا حال کون نہیں جانتا کہ یہودی ہوتے ہوئے مسلمان بن کر وہ کیسے کیسے ہنگامے برپا کرتا رہا۔ خوارج نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چین نہیں لینے دیا۔ روافض کی قرناً بعد قرن نسلاً بعد نسل ریشہ دوانیوں نے کئی بار مسلمانوں کو موت وزیست کی کش مکش میں مبتلا کردیا ہے۔ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی بربادی اور نادر شاہ درانی کے ہاتھوں دہلی کا قتل عام کون نہیں جانتا۔ میر جعفر، میر صادق کی غداری کے قصے سبھی کو معلوم ہیں۔ انگریز ہندوستانی حکمرانوں کی باہمی چپقلش اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ہندوستان کا مالک ضرور بن گیا مگر یہ چالاک جانتا تھا کہ ہندوستانیوں میں اگر کبھی غلامی کی ذلت کا احساس پیدا ہوا تو ہمارا ہندوستان میں ٹکنا محال ہوجائے گا۔ اس لیے اسے ضرورت تھی کہ

ہندوستانی خصوصاً مسلمان چین سے بیٹھنے نہ پائیں کہ انہیں غلامی کی ذلت کا احساس ہو اس کے لیے انگریز نے دو طرفہ کوشش کی۔ ایک یہ کہ ہندو مسلمان آپس میں لڑیں، دوسرے یہ کہ مسلمان بھی متحد نہ رہ پائیں۔ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اس کے لیے بہت ذہین ہوشیار آدمیوں کی ضرورت تھی۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے کیسے اور کس کے ذریعہ لڑایا جائے۔ اس وقت اس سے بحث نہیں۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی مہم کی مختصر داستان یہ ہے۔ پہلے گذر چکا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے مسلمانوں کو لڑانے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی ان کو خود اعتراف ہے۔

گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (ارواح ثلاثہ: صفحہ ۷۱)

مولوی اسماعیل دہلوی کی یہ توقع پوری ہوئی۔ اس سے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا، قتال خوں ریزی ہوئی، اور اب تک ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ گھر گھر اختلاف پیدا ہوا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا، اور ہو رہا ہے۔ رہ گئی یہ توقع کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ آیئے اسی جماعت کے ایک محقق کی رائے سنیے۔ مولوی احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

افسوس ہے کہ اس کتاب تقویۃ الایمان جس کی وجہ سے مسلمانان ہند و پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصد حنفی المسلک ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں۔ (انوار الباری صفحہ ۱۰۷۔ جلد ۱۱)

انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی:

اب مسلمان اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر سنیں۔ تقویۃ الایمان کو انگریزوں نے مفت تقسیم کیا۔ ڈاکٹر قمر النساء ایم اے نے عربی میں ایک بہت ہی تحقیقی کتاب ''العلامۃ فضل حق الخیر آبادی'' لکھی، جس پر عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن نے انہیں ڈاکٹریٹ کا ڈپلوما دیا ہے۔ اس کتاب کو مکتبہ قادریہ لاہور نے بہت اہتمام اور آب و تاب سے چھاپا ہے۔ اس

کے صفحہ ۸، ۱۸۷۰ء پر ہے۔

شاع كتاب "لتقوية الايمان" او لا من رائل ايسياٹک سوسائٹی Royal Asiatic Society وقد اعترف البروفيسر محمد شجاع الدين (المتوفى ۱۹۶۵ء) رئيس قسم التاريخ بكلية دیال سنگھ بلاهور فی مكتوبه الى البروفيسر خالد البزمی بلاهور ان الانجليزيين قد وزعوا كتاب تقوية الايمان بغير ثمن۔

(سيف الجبار ۱۹۶۸ بحر الله الجبريه ... لاهور ... ۱۹۶۰ ص ۹)

تقویۃ الایمان پہلی بار (کلکتہ) رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپی، اور پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ، دیال سنگھ کالج لاہور نے اپنے ایک خط میں جو انہوں نے لاہور پروفیسر خالد بزمی کو لکھا تھا یہ اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے تقویۃ الایمان مفت تقسیم کی۔

رائل ایشیاٹک سوسائٹی انگریزوں کا خاص ادارہ ہے۔ اب ہر دین دار خدا ترس کو سوچنا ہے کہ جو کتاب دیو بندی مذہب کے قطب الارشاد (گنگوہی) صاحب کے فتویٰ کے مطابق عین اسلام ہے۔ اسے پہلی بار چھاپنے کی سعادت بھی انگریزوں کے حصے میں آئی، اور اسے بلا قیمت مفت تقسیم کرنے کی بھی۔ آخر تقویۃ الایمان اور انگریز میں کیا رشتہ تھا۔ وہ انگریز جو اس وقت جب کہ وہ پورے ہندوستانیوں کو عیسائیت پر لانے کے لیے پوری قوت صرف کیے تھا "توحید خالص سے لبریز" کتاب چھاپ کر مفت تقسیم کر رہا ہے۔ پھر ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کتاب لکھی گئی دہلی میں اور چھپی ہے کلکتہ میں اور چھپوا رہا ہے انگریزوں کا ادارہ۔

تقویۃ الایمان لندن میں چھپی:

دیو بندیوں کا عین اسلام اور توحید خالص تقویۃ الایمان انگریزوں کو اتنی بھائی کہ اس کا انگریزی ترجمہ لندن میں شائع کیا۔

سر سید احمد خان لکھتے ہیں

جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں

کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ (ج ۱۳، ۱۸۵۲ء) میں چھپا۔ (مقالات سرسید مجلس ترقی ادب لاہور جلد ۹ ص ۸ تا ۱۷)

قدر دانی کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہو سکتی ہے کہ حیثیت کے داعی، رد شرک کی سب سے اعلیٰ کتاب کا انگریزی ترجمہ حکومتی سطح پر چھاپ رہے تھے ؎

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

اور آگے بڑھئے۔ اسی تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی نے کلکتہ کے ایک مجمع عام میں علانیہ فتویٰ دیا:

انکی بے ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں۔ (سوانح احمدی، ص ۷۱) بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (حیات طیب: ۲۹۶)

اب ہر شخص کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کی اتنی پذیرائی انگریزوں نے کیوں کی۔ یہ ان کے انتہائی مخلص جاں نثار کی تصنیف ہے۔ جو انگریزوں کی حکومت کو بے ریا غیر متعصب سرکار علی رؤس الاشہاد کہہ رہا ہے۔ اور صاف صاف فتویٰ دے دیا...... کہ انگریزوں سے "جہاد درست نہیں بلکہ اگر کوئی انگریزوں پر حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ انگریزوں کی حفاظت میں ان پر سے دفاع کریں...... اس فتویٰ میں (کوئی) کا لفظ خاص توجہ کا مستحق ہے۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ انگریزوں پر کوئی مسلمان بھی حملہ آور ہو تو اس سے بھی جنود حقانیہ [illegible] کہ گنگوہی اور نانوتوی صاحبان علیحدہ کو مجاہدین آزادی سے لڑے جیسا کہ گزر چکا۔

تقویۃ الایمان:

مولوی اسماعیل دہلوی نے جب تقویۃ الایمان لکھی تو دہلی کے تمام علماء نے انتہائی برہمی کا اظہار کیا۔ ایک بھی ان کا ہمنوا نہ ہوا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے ان کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ لیکن مولوی اسماعیل دہلوی صاحب نہیں آئے۔ اس کے بعد علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کے رد میں "تحقیق الفتویٰ" لکھا جس پر اس وقت دہلی

کے تمام عمائد کے دستخط ہیں، جن میں خاندان ولی اللہ کے چشم و چراغ مولانا مولوی اور مولانا مخصوص اللہ فرزندان شاہ رفیع الدین صاحب کے بھی دستخط ہیں۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے وارث اور نائب حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب کے بھی دستخط ہیں۔ نیز قاسم نانوتوی صاحب اور گنگوہی صاحب کے اساتذہ کے بھی۔ علاوہ ازیں مولانا مخصوص اللہ صاحب نے خاص تقویۃ الایمان کا رد لکھا جس کا نام "معید الایمان" ہے۔

اسرائیلی صاحب کو آنکھیں پھاڑ کر دیکھنا چاہیے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کا کفر ایسا کفر ہے جو خاندان ولی اللہ اور خاندان مجدد الف ثانی کے وارثین کو بھی تسلیم ہے۔ نیز نانوتوی اور گنگوہی صاحبان کے اساتذہ کو بھی۔ اگر اسرائیلی صاحب نے خاندان ولی اللٰہی خاندان مجدد الف ثانی اور اپنے اکابر کے اساتذہ کا ذرا بھی پاس لحاظ کیا ہوتا ان کے ساتھ عقیدت و محبت ہوتی تو ان کے فتویٰ کو تسلیم کرتے۔ تقویۃ الایمان کے مصنف کو کافر مانتے اور جب ان حضرات کے فتویٰ کے برخلاف تمام اسرائیلی تقویۃ الایمان کو عین اسلام مانتے ہیں تو ان کو یہ حق نہیں کہ خاندان ولی اللٰہی یا خاندان مجدد الف ثانی کا نام زبان پر لائیں۔ وہ حضرات جسے کافر کہیں تم لوگ اس کو امام مانو۔ پھر بھی محبت برقرار۔ یہ منطق کس کی سمجھ میں آئے گی۔

بے چارے اسرائیلی صاحب کو جب چھٹکارا نہ ملا تو شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ کی حکمت کو واغدار کرنے کے لیے لکھا:

لہٰذا اگر کوئی اپنی حکمت عملی اور چال بازی سے بزرگوں سے ناجائز فائدہ اٹھالے یہ اس کی بدنصیبی ہے۔ نہ اس میں بزرگوں کا کچھ قصور ہے اور نہ کوئی ذمہ داری۔ (صفحہ ۳۸)

اس عبارت کا حاصل یہ ہوا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی نے حکمت عملی اور چال بازی سے شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ سے اپنے فتویٰ پر تصدیق حاصل کی ہے۔

ناظرین سوچیں! یہ کتنی بڑی گستاخی اور دریدہ دہنی ہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کی شان میں اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی جناب میں کسی کو کافر ہونے کا فتویٰ دینا کتنا اہم ہے۔ کسی کی چاپلوسی اور حکمت عملی سے متاثر ہو کر جو کافر نہ ہو اس کو کافر کہنے والا خود کافر

ہے۔ حدیث میں ہے فقد باء باحدھما:

اسرائیلی صاحب نے در پردہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب کو کافر کہہ دیا۔ اب یہ مجددیوں کو سوچنا ہے۔ پھر حکمت عملی اور چاپلوسی ایک کے یہاں چلے گی، یہ دہلی کے اس وقت کے منتخب روزگار علماء سب حکمت عملی اور چاپلوسی کے شکار ہو گئے۔

اسرائیلی صاحب کہتے ہیں:

مولانا فضل حق خیر آبادی نے تو خود ہی راز فاش کر کے تحقیق الفتویٰ کا بھانڈہ پھوڑ دیا ہے، اور بہت واضح الفاظ میں ان کو کہنا پڑا کہ میں اور مولوی اسماعیل پر تبرا کروں یہ نہیں ہو سکتا۔ جو مجھ سے ہو چکا ہے وہ بہکائے سکھائے سے ہوا تھا، اور اب تو وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو صاحب ایک فاسد غرض سے ان کے پاس گئے تھے۔ یہ کہہ کر ان کو اپنی مجلس سے اٹھوا دیا اور فرمایا یہاں کبھی نہ آنا۔ (ص: ۳۵)

اور ثبوت میں ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۷۵ کا حوالہ دیا ہے۔

اس حوالہ کی حیثیت بالکل وہی ہے جیسے کوئی ہندو کہے رام اوتار تھے اور حوالہ میں رامائن پیش کرے۔ ارواح ثلاثہ کی حیثیت داستان طلسم ہوشربا سے زیادہ نہیں۔ اگر چہ دیوبندیوں کے نزدیک اس کی حیثیت بخاری و مسلم کے برابر ہے۔

"اگر یہ بات صحیح ہوتی تو علامہ فضل حق خیر آبادی پر فرض تھا کہ اس کا اعلان عام فرما دیتے کہ "تحقیق الفتویٰ" صحیح نہیں۔ میں نے سکھائے بہکائے میں آ کر وہ فتویٰ لکھا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر ایک بہت بڑی غلطی یہ کرتی تھا کہ جن جن حضرات کی اس اس پر تصدیقیں تھیں سب کو مطلع فرماتے۔ صرف اس پر اکتفا نہیں فرماتے کہ ایک ہی مجلس میں ایک شخص سے کہہ کے خاموش ہو جاتے۔

استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا "تحقیق الفتویٰ" سے رجوع نہ کرنا اور مصدقین کو اطلاع نہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ آخر وقت تک اپنے فتویٰ پر قائم رہے۔ اور مصدقین بھی قائم رہے۔ اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ تحقیق الفتویٰ لکھنے کی مدت دراز کے بعد مولوی حیدر علی ٹونکی وہابی نے "تحقیق الفتویٰ" پر کچھ سوالات قائم کیے، جن کے جوابات

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد شاہ عبدالحق کانپوری نے دیے۔ پھر ایک صاحب کی عبدالستار صاحب نے مولوی حیدر علی ٹونکی کے سوالات کو سامنے رکھ کر ۱۵ استفتے مرتب کیے جن کے جوابات پر علامہ فضل حق خیر آبادی اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہما کے بھی دستخط ہیں۔ یہ فتویٰ حقیقت میں "تحقیق الفتویٰ" کا خلاصہ ہے۔ یہ فتویٰ ۱۲۶۹ھ میں مطبع "الہدایہ" میں سید ہادی صاحب کے اہتمام سے چھپا۔ ۱۲۶۹ھ تک علامہ فضل حق خیر آبادی کا اپنے سابقہ فتوے پر قائم رہنا اس کی دلیل ہے کہ ارواح ثلاثہ کے داستان گو نے اپنے اکابر کو بچانے کے لیے سفید جھوٹ بولا ہے۔ پھر اسی ارواح ثلاثہ صفحہ ۳۷ پر ہے:

مولوی عبداللہ خاں کاندھلوی اور مولوی فضل حق صاحب کا سہارن پور میں امکان نظیر کے مسئلے میں مناظرہ ہوا، مولوی فضل حق صاحب کو بھرے مجمع میں الزام ہو گیا۔

اگر علامہ فضل حق خیر آبادی "تحقیق الفتویٰ" لکھنے پر نادم ہوتے تو پھر مناظرہ کیسے کرتے۔ رہ گیا الزام کس کو ہوا۔ یہ آج کون بتائے، البتہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "امتناع النظیر" ارواح ثلاثہ کے جھوٹے راوی کے جھوٹے ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اس رسالہ کو لکھے ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زائد ہوئے مگر کسی وہابی کو توفیق نہیں ہوئی کہ اس کے ایک جملے کا رد لکھے۔

دوسرا مناظرہ:

آزاد کی کہانی صفحہ ۲۵۲ پر مسٹر ابوالکلام آزاد نے اپنے دادا حضرت مولانا منورالدین دہلوی متوفی [illegible] شاہ عبدالعزیز دہلوی کے [illegible] میں لکھا ہے:

انھوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل دہلوی اور ان کے رفیق و شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد مولانا عبدالحی (جو مولوی اسماعیل کے ہم خیال ہو گئے تھے) کو بہت فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث و رد میں سرگرم ہو گئے اور جامع مسجد دہلی کا وہ شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی دوسری طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔

اسرائیلی صاحب سے تو کچھ کہنا نہیں، ناظرین البتہ چشم انصاف دیکھیں اور سوچیں

کہ جب مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی تھی تو دہلی کے تمام علما ان کے مخالف تھے اور سب نے متفقہ طور پر مولوی اسماعیل کا رد کیا، ان سے مناظرہ کیا۔

تقویۃ الایمان کے رد میں کتابیں:

میں نے تھوڑی سی کوشش کر کے تلاش و جستجو کی تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے مختلف دیار و امصار کے علما نے تقویۃ الایمان کے رد میں مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

(۱) تحقیق الفتویٰ بابطال الطغویٰ۔ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی

(۲) معید الایمان۔ مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب دہلوی

(۳) شرح الصدور فی دفع الشرور۔ مولانا مخلص الرحمن چاٹگامی بنگال

(۴) تنبیہ الغرور۔ مولانا محمد سلطان کٹک

(۵) شرح تحفۂ محمدیہ۔ مولانا سید اشرف علی گلشن آبادی ناسک

(۶) حفظ الایمان رد تقویۃ الایمان۔ مولانا حسین تمنا

(۷) احقاق الحق۔ مولانا نصیر احمد پشاوری

(۸) تزکیۃ الایقان۔ مولانا نقی خاں بریلوی والد ماجد حضرت مجدد اسلام

(۹) صیانت الایمان

(۱۰) سیف الجبار۔ حضرت سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی۔

ناظرین [illegible] ہیں جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سے پہلے کے ہیں۔ انہوں نے کیوں تقویۃ الایمان کا رد لکھا، ان کو کس نے بہلایا پھسلایا۔ بات یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کے مصنف نے اپنی اس کتاب میں انبیائے کرام، اولیائے عظام کی توہینیں کیں۔ ان کو چمار سے زیادہ ذلیل ذرہ ناچیز سے کم تر کہا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لکھ دیا کہ "مر کر مٹی میں مل گئے"۔ شفاعت کا انکار کیا جس پر تقویۃ الایمان کے خلاف پورے ہندوستان کے علما صف آرا ہو گئے۔ پشاور سے لے کر کٹک تک چاٹگام سے لے کر ناسک تک ہر طرف کے علماء نے اس کا رد لکھا۔

تقویۃ الایمان کی اشاعت کا سبب:

یہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ تقویۃ الایمان کو سب سے پہلے انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ذریعے چھپوایا، اور اسے مفت تقسیم کیا۔ (علامہ فضل حق خیرآبادی)

یہی نہیں ''تقویۃ الایمان'' انگریزوں کو اتنی بھائی کہ اس کا انگریزی ترجمہ لندن میں شائع کیا۔

سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:

جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) ۱۸۲۲ء میں چھپایا۔

ظاہر ہے کہ حکومت وقت جس کتاب کو چھاپ چھاپ کر مفت تقسیم کرے، اس کا انگریزی میں ترجمہ کر کے چھاپے، اس کی اشاعت کیوں نہیں ہوگی؟ لیکن مسلمانوں کو یہ سوچنا ہے کہ دیوبندیوں کے بقول تقویۃ الایمان میں رد شرک اور خالص توحید ہے تو تثلیث پرست انگریزوں نے اس کو کیوں چھپوایا؟ کیوں مفت بانٹا؟ جو دین دار اس نکتے پر غور کرے گا اس پر دیوبندی مذہب اور انگریزوں کا خصوصی تعلق واضح ہو جائے گا۔

اسرائیلی صاحب! آپ حضرت مولانا ابوالخیر صاحب دہلوی اور ان کے خانوادے کے بہت بڑے نیاز مند ہیں اور ریزہ خوار، تو جناب مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کی کتاب ''مولانا محمد اسماعیل اور تقویۃ الایمان'' پڑھ لیں، طبیعت ہری ہو جائے گی۔

اسماعیل دہلوی کا حکم:

اسرائیلی صاحب نے لکھا:

مفتی صاحب تحقیق الفتویٰ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید سے متعلق تکفیری فتوے کا تذکرہ تو کسی بھی رضا خانی کے لیے مفید نہیں ہے کیوں کہ خاں صاحب نے خود ہی حضرت شہید کی تکفیر سے منع کیا ہے، اور اسی میں سلامتی بتائی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی رضا خانی حضرت

شہید کی تکفیر کے درپے ہوتا ہے تو وہ بقول خاں صاحب کے خود ہی سلامتی اور بھلائی سے محروم ہے۔ (صفحہ ۳۸)

کیا لکھوں، یہ پوری کتاب جہالت حماقت سفاہت کا پلندہ ہے۔ ان چند جملوں میں اسرائیلی صاحب نے افترا بھی کیا ہے، اور دھوکہ بھی دیا ہے۔ افترا یہ ہے کہ لکھ مارا کہ خاں صاحب نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے منع بھی کیا ہے۔ اسرائیلی صاحب! اگر آپ کی ماں نے دھوکہ نہیں کھایا ہے تو دکھاؤ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت نے کہاں اسماعیل دہلوی کی تکفیر سے منع کیا ہے؟ بات بات پر جھوٹ بولنا، اور جھوٹ بول بول کر اپنے مذہب کی صفائی دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندی مذہب باطل ہے۔

اولاً: احتیاطاً کافر کہنے سے کف لسان کرنا دوسروں کو کافر کہنے سے منع کرنا نہیں۔

ثانیاً: آپ کو کف لسان تو نظر آیا اور وہ جو اسماعیل دہلوی کے سیکڑوں کفریات گنائے نظر نہیں آیا اٹھا کر دیکھئے "الکوکبۃ الشہابیۃ" اور "الاستمداد" لیکن لزوم والتزام، کفر فقہی و کفر کلامی میں بڑا فرق ہے۔ اسماعیل دہلوی کے کفریات، کفر فقہی اور لزومی ہیں۔ التزامی اور کلامی نہیں۔ جس پر جمہور فقہا قائل کے کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا مولوی اسماعیل دہلوی کی بدنصیبی کے لئے یہ کم ہے کہ وہ جمہور فقہا کے نزدیک کافر ہے۔

ثالثاً: ہمارا مقصود مولوی اسماعیل کا تعارف ہے کہ وہ ایک ایسا خدا ناترس بے لگام انسان ہے جسے اس کے معاصر علماء نے بالاتفاق کافر کہا، اور عند التحقیق اس پر سیکڑوں کفر لازم مگر دیوبندی اپنا امام بنائے ہوئے ہیں۔

رابعاً: آپ نے بھی اس کتاب میں اور دوسرے دیوبندیوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس کا رونا رویا ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت نے ان کے اکابر کو کافر کہا۔ ہمیں بتانا مقصود یہ ہے کہ دیوبندی اکابر کو صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی نے کافر نہیں کہا۔ بلکہ اعلیٰ حضرت سے پہلے پورے ہندوستان کے علماء نے ان کو کافر کہا لکھا چھاپا۔ یہ دیوبندیوں کا مکر ہے کہ صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو بدنام کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت سے قبل جن علمائے اسماعیل دہلوی کو کافر کہا اس کا رد لکھا ان کا نام نہیں لیتے۔

ہمیں اسرائیلی صاحب سے کچھ کہنا فضول ہے۔ ان کی رگ و پے میں دیوبندیت گھول کر پلادی گئی ہے۔ مجھے انصاف پسند مسلمانوں کو بتانا ہے کہ اسماعیل دہلوی کے وقت سے لے کر اعلیٰ حضرت کے پہلے تک ہندوستان کے سیکڑوں علما نے مولوی اسماعیل کا رد لکھا، انہیں کافر کہا، نہ صرف مولوی اسماعیل دہلوی بلکہ قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھی، اشرفعلی تھانوی صاحبان کا بھی رد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علاوہ سیکڑوں علمانے کیا ہے۔

مثلاً قاضی فضل احمد صاحب ان کی کتاب "انوار آفتاب صداقت" موجود ہے۔ ناظرین اس کو پڑھ لیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اسرائیلی صاحب کس طرح مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔ قاضی فضل احمد صاحب اعلیٰ حضرت کے نہ مرید ہیں نہ تلمیذ مگر انوار آفتاب صداقت میں دیوبندیوں کا شدید رد کیا ہے، اور ان کی تکفیر کی ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا احمد حسن صاحب محدث کانپوری نے بھی دیوبندیوں کے عقیدۂ امکان کذب کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان"

اسی طرح مولانا عبداللہ ٹونکی نے بھی رد لکھا ہے۔ ان کے رسالہ کا نام "نجاۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب" ہے۔

ان علما کا اعلیٰ حضرت سے شاگردی یا پیری مریدی کا کوئی لگاؤ نہیں مگر سب نے آپ لوگوں کے اکابر کا رد لکھا بلکہ ان میں مولانا احمد حسن صاحب کانپوری، نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مولانا عبد السمیع صاحب رام پوری بھی حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے انہوں نے بھی آپ لوگوں کے رد میں "انوار ساطعہ" لکھی۔

ایسی صورت میں جب کہ ہر چہار طرف سے آپ لوگوں کا رد لکھا گیا مگر آپ لوگ صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کو گالیاں لکھتے ہیں، دیتے ہیں، آپ لوگوں کے واعظین تقریروں میں بھانڈوں کی طرح نقالی کر کے جھوٹے فرضی افسانے گڑھ گڑھ کے قہقہے لگواتے

ہیں، اس کے جواب میں علامہ فضل حق خیر آبادی سے لے کر مولانا ابو الحسن زید صاحب تک جن علما و مشائخ نے آپ لوگوں کا رد لکھا ان کا نام ذکر کیا جاتا ہے تا کہ دنیا دیکھے کہ آپ کا مذہب صرف دیوبند کی چہار دیواری میں محدود ہے۔

آپ نے ڈینگ تو ماردی ہم بڑھتے جارہے ہیں آپ لوگ گھٹتے جارہے ہیں، لیکن آپ کو پتا نہیں کہ علمائے اہلسنت نے کہاں کہاں سے آپ لوگوں کا بستر گول کیا ہے۔ اور اب بحمدہ تبارک تعالیٰ آپ لوگوں کے اہم مراکز میں گھس گھس کر ہم لوگ دار العلوم قائم کر رہے ہیں، اور بڑی بڑی کانفرنسیں کر رہے ہیں۔ سہارن پور شہر میں ہمارا دار العلوم قائم ہو چکا ہے اور چار سال پہلے وہاں ہمارا عظیم الشان جلسہ ہو چکا ہے۔ دہلی میں ہمارے دو، دو، دار العلوم قائم ہو چکے ہیں اور ابھی حال ہی ۲۵ راگست ۱۹۹۵ء میں ہماری اتنی بڑی کانفرنس ہوئی کہ اب تک آپ لوگ اتنی بڑی کانفرنس دہلی میں نہیں کر سکے۔

چلیے آپ کی بات بالا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ دجال کے زمانے میں سب کافر ہو جائیں گے الا ماشاء اللہ۔ کیا یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سب حق پر ہوں گے۔ آپ کے منہ میں گھی شکر اگر بقول آپ کے لوگ بڑھیں گے نہیں تو دجال کو ساتھی کہاں سے ملیں گے۔

لا ملئن جهنم تھا وعدہ ازلی
نہ منکروں کا عبث بد عقیدہ ہونا تھا

نجدی حکومت:۔

اپنے مذہب سے ناواقفی اور جہالت کی وجہ سے آپ نے ناحق نجدی امام حرم کی بات چھیڑ دی۔ آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ پہلے اپنے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب کی کتاب "الشہاب الثاقب" پڑھیں۔ اس میں انہوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ نجدی سارے جہاں کے مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں ان کے قتل کرنے کو اور ان کے مال لوٹنے کو مباح جانتے ہیں۔ نیز اسی میں لکھا ہے:

نجدی شان رسالت میں انتہائی گستاخ ہیں۔

کیا جو لوگ شان رسالت میں انتہائی گستاخ ہوں جو سارے جہاں کے مسلمانوں کو

کافر واجب القتل جانتے ہوں کیا وہ آپ کے مذہب میں مسلمان ہیں۔ آپ کا مذہب کیا ہے وہ آپ جانیں۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کسی نبی کی شان میں گستاخ ہو مسلمان نہیں۔ اور جب وہ مسلمان نہیں تو اس کے پیچھے نماز کیسی؟ نماز کیسی، نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے جب ایمان غائب تو نماز بھی غائب۔

اپنی مایۂ ناز کتاب "المہند" پڑھیے۔ اس میں نجدیوں کو علامہ شامی کے فیصلے کے مطابق خارجی کہا گیا ہے۔ خارجی گمراہ فرقہ ہے اور گمراہ فرقوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ فقہ کی تمام کتابوں میں تصریح ہے۔

یہ آپ لوگوں کا رافضیوں کی اتباع میں کتمان مذہب ہے کہ اپنے مذہب کی کتابوں میں کچھ لکھتے ہیں اور عمل کچھ کرتے ہیں، اور عوام سے کچھ کہتے ہیں۔ اسرائیلی صاحب لکھتے ہیں:

جب مدینہ میں آپ ﷺ کے مدفون ہونے کی نسبت سے مدینہ کی چپے چپے اور ذرے ذرے کو وہ مقام وعظمت حاصل ہے کہ اس کو برا کہنے والا گمراہ اور گردن مارنے کے لائق ہے تو پھر آج جو لوگ وہاں کی خاک سے پیدا ہوتے اور وہیں دفن ہوتے ہیں ان کو اور خصوصا جنت البقیع میں خدا کے مقرب اور جنتی مدفون بندوں کو کافر کہنا کیا کسی صحیح مسلمان کا کام ہوسکتا ہے۔ (صفحہ ۳۲)

اگر آپ نے اس کا نام لے لیا ہوتا کہ کون مدینہ کو برا کہتا ہے اور کون جنت البقیع میں مدفون، خدا کے مقرب بندوں کو کافر کہتا ہے، تو بات صاف ہو جاتی لیکن نام لیتے ہوئے اسرائیلی صاحب کو لرزہ آرہا ہے لیکن سخن شناس جانتے ہیں کہ ان کا روئے سخن ہم اہل سنت کی طرف ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہ اسرائیلی صاحب کا سو فیصد جھوٹ ہے۔ اگر دیوبندی مذہب میں جھوٹ بولنا گناہ ہے تو بتائیں ہم اہلسنت میں سے کس نے مدینہ طیبہ کے کس ذرہ کو برا کہا، اور کس نے جنت البقیع میں مدفون اللہ کے مقرب بندے کو کافر کہا؟۔

ایک پولیس نے کہا کہ مسلسل جھوٹ بولتے جاؤ کچھ لوگ تو ایسے پیدا ہوں گے ہی جو کہنے لگیں گے کہ کیا سب جھوٹ ہی ہے!۔

سن لیجیے ہم جو کچھ کہتے ہیں نجدیوں کو کہتے ہیں وہ بھی ان کی گمرہی، شان رسالت

میں گستاخی، ان کے ظلم اور بربریت کی بنا پر اور ہم ہی نہیں کہتے بلکہ گنگوہی صاحب اور ان کے متبعین کو چھوڑ کر ساری دنیا کے مسلمان کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب بھی ــــــ رہ گئے حرمین طیبین کے اصل باشندے وہ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں، وہاں کے علماء ہمارے مقتدا ہیں۔ علمائے اہلسنت جب حج و زیارت کے لیے جاتے ہیں تو دونوں حرم کے باشندے، علماء و خواص، ان کو سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ ضیافتیں کرتے ہیں۔ میلاد شریف کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔

حجاز کے باشندے نجدیوں سے سخت بیزار ہیں۔ اگر نجدیوں کو چہیتے بیٹے کی طرح امریکہ اپنی آغوش میں نہیں لیے ہوئے ہوتا تو اب تک نجدی حکومت کا خاتمہ ہو چکا ہوتا۔

ماضی قریب کے مکہ معظمہ کے سب سے بڑے عالم اور محدث علامہ شیخ محمد مغربی قدس سرہ گزرے ہیں یہ حرم کعبہ میں باب السلام کے پاس درس حدیث دیا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ کے تمام اہل علم ان کے تلمیذ ہیں۔ حضرت حضرت مولانا مصطفیٰ رضا صاحب مفتی اعظم ہند قدس سرہ جب حج کے لیے حاضر ہوئے تو مولانا سید محمد مغربی صاحب نے حضرت مفتی اعظم ہند سے طلب فیض کے لیے بیعت کی اور خلافت لی اور سلاسل حدیث کی اجازت بھی ــــــ تنہا یہی نہیں بلکہ اس وقت کے تقریباً پچاس علمائے مکہ نے حضرت مفتی اعظم ہند سے بیعت کی اور احادیث کی اجازت لی۔

حضرت مولانا سید محمد مغربی قدس سرہ نے ایک بار ایسے مجمع میں جن میں ہندوستان اور مکہ معظمہ کے بہت سے علمائے کرام موجود تھے، فرمایا:

ہندوستان سے جب کوئی شخص ہمارے پاس آتا ہے تو اس سے شیخ احمد رضا خاں کے بارے میں ہم پوچھتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ سنی ہے اور اگر وہ ان کی برائی کرتا ہے تو جان لیتے ہیں کہ وہ بدمذہب ہے یہی ہماری کسوٹی ہے۔

مدینہ میں تدفین:۔

اسرائیلی صاحب کو جب کہیں پناہ نہیں ملی تو جیسے ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے اس طرح انہوں نے مولوی خلیل احمد انبیٹھی اور مولوی زکریا کے مدینہ میں دفن ہونے کو ان کے

جنتی ہونے کی دلیل ٹھہرایا۔ اسرائیلی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر صرف جنت البقیع میں دفن ہونا جنتی ہونے کی دلیل ہے تو عبد اللہ بن ابی ابن سلول رأس المنافقین کو بھی جنتی کہئے۔ اس لئے کہ یہ بھی جنت البقیع میں دفن ہے۔ بلکہ اس کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے لئے اپنا پیراہن عطا فرمایا اس کے جنازے کی نماز پڑھی اس کے علاوہ سیکڑوں منافقین جنت البقیع میں دفن ہیں وہ سب شاید اسرائیلی صاحب کے نزدیک جنتی ہیں۔

علاوہ ازیں ان علمائے مدینہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے جنہوں نے فتاویٰ حسام الحرمین کی تصدیق کی اور آپ کے اکابر کو نام لے لے کر کافر کہا۔

اور سنئے! سیاح عالم مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم صاحب میرٹھی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہاتھ پر یورپ اور افریقہ کے لاکھوں عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے، یہ بھی جنت البقیع میں دفن ہیں۔ اخیر عمر مبارک میں سات سال مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر رہے۔

مزید برآں عارف باللہ قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین صاحب قدس سرہ بھی جنت البقیع میں دفن ہیں۔ یہ بھی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ اسرائیلی صاحب شاید آپ کو یہ حدیث نہیں پہنچی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

المدینۃ کالکیر تنفی خبثہا۔

مدینہ بھٹی کے مثل ہے گندگی کو نکال پھینکتا ہے۔

عبد اللہ بن ابی ابن سلول رأس المنافقین ہو یا دوسرے منافقین، شاتم رسول خلیل احمد انبیٹھی ہو یا اس کے خلیفہ زکریا ہوں یہ جنت البقیع میں ضرور دفن ہوئے، لیکن مدینہ نے ان تمام گندگیوں کو اپنے سینے سے نکال کر جو ان کا مستقر تھا وہاں پھینک دیا ہے۔

انگریزوں کے وظیفہ خوار:۔

بہتان: اسرائیلی صاحب نے صفحہ ۳۶ پر لکھا:

یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب یہ اپنے باپ مولوی فضل رسول بدایونی کی جانشینی

میں انگریزوں سے اپنے باپ کا وظیفہ دوسو ساٹھ روپے ماہانا وصول کرتے ہوئے رد وہابیت میں لگے ہوئے تھے۔

اسرائیلی صاحب نے انتہائی ڈھٹائی سے "المیزان" کے امام احمد رضا نمبر کا حوالہ بھی دے دیا۔ صفحہ بھی لکھ دیا۔ ناظرین! امام احمد رضا نمبر نایاب نہیں، ہمارے پاس بھی ہے اور اسرائیلی صاحب نے حوالے دیا ہے تو ان کے پاس بھی ہوگا۔ ناظرین! ان سے مطالبہ کریں کہ وہ امام احمد رضا نمبر میں یہ عبارت دکھا دیں کہ تاج الفحول محب رسول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی قدس سرہ انگریزوں سے وظیفہ پاتے تھے۔ اسرائیلی صاحب یا کوئی دیوبندی مذکورہ بالا مضمون امام احمد رضا نمبر میں دکھا دیں تو میں خط غلامی لکھانے کو تیار ہوں۔ جھوٹ بولنا، بہتان باندھنا، دیوبندی مذہب میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ مگر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ.

جھوٹ وہی گڑھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

بریلی اور بدایوں کا اختلاف:

اسرائیلی صاحب نے صفحہ ۱۴۳ پر لکھا:

خاں صاحب نے علمائے دیوبند کی طرح مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی اور دیگر علمائے بدایوں کو بھی کافر مرتد قرار دیا ہے، اور ایک دو نہیں بلکہ ۱۲۵ وجہوں سے ان کا کفر بیان کیا ہے۔ حوالہ انکشاف حق کا دیا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس بہتان کی پردہ دری کریں، ضروری ہے کہ انکشاف حق کے مصنف خلیل احمد بجنوری بدایونی کا تعارف کرادیں۔

دیوبندیوں نے ایک سوچے سمجھے پلان کے تحت اپنے کچھ فن کار مولویوں کو اہل سنت کے کئی بڑے بڑے شہروں میں بھیجا مثلاً خلیل احمد انبیٹھی کو ریاست بھاول پور پنجاب کے صدر مقام ہارون آباد بھیجا۔ اور مولوی اشرفعلی تھانوی کو کان پور بھیجا، اور انہیں سکھا دیا کہ پورا

تقیہ کرنا، کتمان مذہب کرنا اور ساتھ ہی ساتھ تحقرون صلاتکم عند صلاتھم و صیامکم عند صیامھم پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو عبادت گزار ظاہر کرنا جو لوگ تمہارے جال میں پھنس جائیں ان کو بہت خفیہ طریقہ سے وہابی بناتا۔

اسی پلان کے تحت تھانوی صاحب ۱۲ سال تک سنی بنے رہے۔ میلاد، قیام سب کرتے رہے، اور ساتھ ہی ساتھ اندر اندر وہابیت پھیلاتے رہے۔ لیکن بالآخر پکڑے گئے، اور مدرسہ فیض عام سے نکالے گئے۔ مگر اس بارہ سال میں انہوں نے سیکڑوں آدمیوں کو دیوبندی بنالیا تھا۔ اس لیے پنکاپور کی مسجد میں جا کر اڈہ جمایا۔ بدایوں شریف بحمدہ تعالیٰ دیوبندیت سے پاک شہر تھا۔ وہاں دیوبندیت پھیلانے کے لیے مولوی خلیل احمد بجنوری کو بھیجا بدایوں پہنچ کر اس شخص نے اپنے آپ کو نہایت سنی ظاہر کیا اور انتہائی فتنہ بنا۔ تقریر میں بازاری لب ولہجہ میں دیوبندیوں کا رد کرتا۔ مارہرہ شریف جا کر تاج العلماء حضرت مولانا سید اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ، تاجدار مسند غوثیہ برکاتیہ سے مرید ہوا۔ انتہائی قلیل تنخواہ پر بدایوں شریف گھنٹہ گھر کی مسجد میں امام وخطیب بنا، وہیں پڑھانے کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ اس کے تلامذہ حضرت علامہ مفتی مظفر احمد صاحب بدایونی، حضرت علامہ مظہر حسین صاحب بدایونی کا بیان ہے کہ اس زمانے میں بھی یہ شخص علمائے دیوبند کی گھنٹوں بہت لمبے چوڑے فضائل ومناقب بیان کرتا۔ اخیر میں کہتا کیا ہے؟ میں اس علم وفضل کے باوجود یہ سب گمراہ ہوگئے۔ دوسری طرف تمام علمائے اہلسنت کی تجہیل کرتا ان پر بہتان باندھ باندھ کر ان کے مرتبے گھٹانے کی کوشش کرتا۔ یہی نہیں اپنے علاوہ تمام علمائے اہلسنت کو چلپلا کہتا۔ بہت سے سادہ لوح اس کے مرید بھی ہو گئے۔ جب دیکھ لیا کہ ہمارا پاؤں جم گیا تو رفتہ رفتہ وہابیت کا پرچار کرنے لگا مگر تا کجے؟ مثل مشہور ہے پاپ چھپر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ علمائے اہل سنت کا اس سے تکفیر دیابنہ پر مناظرہ ہوا جس سے اس کی دیوبندیت طشت ازبام ہوگئی۔ بدایوں اور آس پاس کے اہلسنت نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ گھنٹہ گھر کی مسجد سے نکالا گیا مگر اب دیوبندیوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خود اسرائیلی صاحب وغیرہ نے گھوسی بلایا۔ ''انکشاف حق'' اسی چار سو بیس تقیہ باز کی کتاب ہے۔

اس کتاب میں اس نے کیا کیا دجل وفریب کیا ہے، اس کو دیکھنے کے لیے مفتی بہار اشرف مفتی غلام محمد خاں صاحب کی کتاب "عجائب انکشاف" کا مطالعہ کیجیے۔ انہیں میں یہ بھی ہے جو اسرائیلی صاحب نے نقل کیا۔ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت مولانا شاہ عبد المقتدر اور علمائے بدایوں کو کافر و مرتد لکھا۔ بجنوری تو اپنے کیفر کردار کو پہنچے، اسرائیلی صاحب اگر سچے ہیں تو دکھائیں، بتائیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کس کتاب میں علمائے بدایوں کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔ وہ بھی ایک دو نہیں بلکہ ۶۳۵ وجہوں سے۔

قصہ اصل یہ ہے کہ مسئلہ اذان ثانی میں حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اختلاف کیا۔ اس پر حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدست اسرارہم نے ان پر ایرادات کیے۔ ان ایرادات کی تعداد ۶۳۵ ہے۔ ایراد کا معنی تکفیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اعتراض کرنا ہے۔ مثلاً بدایوں کے لوگ "بین یدیہ" کے معنی منبر کے متصل خطیب کے سر پر لیتے تھے۔ اس پر یہ ایراد ہے کہ یہ حدیث سے مردود ہے۔ ابو داؤد شریف کی حدیث میں "بین یدیہ" کے ساتھ "علی باب المسجد" بھی ہے۔ جب کہ منبر اقدس سے دروازۂ مسجد کم از کم چھیانوے ہاتھ دوری پر تھا۔ ہاں ایہ ضرور ہے کہ ان حضرات کے بعض کلمات منجر الی الکفر تھے، جس پر انہیں الزام دیا گیا ہے۔ کسی ایسی بات کی تردید میں جو منجر الی الکفر ہو، الزام کفر دینا کافر و مرتد کہنا نہیں، یہ بجنوری کی شرارت ہے۔ علم کلام کی کتابیں پڑھیے اور خوارج وغیرہ گمراہوں کے رد میں علماء انہیں الزام کفر دیتے ہیں۔ مگر پھر بھی کافر نہیں کہتے بلکہ اہلسنت کے دونوں فریق کے فروعی اختلاف میں بھی اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ مثلاً اشاعرہ اور ماتریدیہ میں یہ اختلاف ہے کہ اشیا کا حسن وقبح عقلی ہے یا شرعی۔ ماتریدیہ کا قول یہ ہے کہ عقلی ہے۔ اشاعرہ کا قول یہ ہے کہ شرعی ہے۔ اشاعرہ ماتریدیہ کو الزام دیتے ہیں۔ تو پھر لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ مختار نہ ہو مجبور ہو۔ کون احمق کہے گا کہ حضرات اشاعرہ نے حضرات ماتریدیہ کو کافر کہا۔ پھر سارے ایرادات سوال کی شکل میں ہیں، سوال فتویٰ نہیں ہوتا مگر ان دقیق باتوں کو دیوبندی کیا سمجھیں

علم اللہ کا نور ہے، اور اللہ کا نور شاتم رسول کو نہیں ملتا۔

بہتان:۔

صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں:

یہی وجہ ہے کہ خواص یعنی وہ علمائے بدایوں اور علمائے رام پور وغیرہ جن کا علمائے دیوبند سے کوئی جوڑ نہیں تھا، بلکہ ان کو تو خاں صاحب ہی سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے انہوں نے بھی علمائے حق کی بے جا تکفیر سے متعلق خاں صاحب کی تحریف وخیانت کی خوب خوب قلعی کھولی ہے۔ چنانچہ مولوی فضل رسول بدایونی کے پوتے مولوی عبد المقتدر صاحب بدایونی اور دیگر علمائے بدایوں اپنی کتاب "سد الفرار" میں خاں صاحب کو لکھتے ہیں کہ تجربے نے ثابت کر دیا کہ نفوس علما میں خشیت وتواضع وانصاف کی جگہ تشدد واعجاب بالرائے وحب تعلی وسیادت متمکن ہوگئی ہے۔ اپنے لیے القاب عظیمہ، اعلیٰ اعلیٰ مناقب فخیمہ اپنے قلم سے لکھ کر اپنے آپ کو ساری دنیا سے بزرگ تر سمجھ کر اپنا مقرب بنانا چاہتے ہیں۔ متقدمین (یعنی خاندان ولی اللہی مولانا اسماعیل شہید وغیرہ) ومتاخرین (یعنی علمائے دیوبند) پر معروضات وتعقیدات لکھ کر ان کا شمار کر کر قوم میں شائع کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ بحوالہ انکشاف حق)

دیوبندیوں کو جھوٹ اور فساد اتنا پسند ہے کہ کوئی دجال کچھ بھی لکھ دے اسے آنکھ بند کرکے تسلیم کر لیتے ہیں، یہ بھی بدایونی دجال کی دجالی ہے۔ اس نے اس ایک عبارت میں کتنا جھوٹ بولا ہے ناظرین ملاحظہ کریں:

جھوٹ:(۱) اگر چہ میں نے سد الفرار نہیں دیکھا ہے اور نہ اسرائیل صاحب نے دیکھا ہوگا۔ مگر اسرائیلی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب مرحوم کی تصنیف نہیں ان کے وصال کے بعد لکھی گئی ہے۔ یہ "سد الفرار" کے جواب میں ہے۔ "سد الفرار" ابھی چھپی نہیں تھی کہ حضرت مولانا موصوف کا ۲۷ محرم ۱۳۳۴ھ میں وصال ہوگیا۔ "سد الفرار" میں ہے:

"دوران طبع میں دفعۃ مولانا کا انتقال ہوگیا۔ (صفحہ ۱۳۸)

دجال نے لکھ مارا:

مولوی عبدالمقتدر صاحب بدایونی اور دیگر علمائے بدایوں اپنی کتاب ''سد الفرار'' میں خاں صاحب کو لکھتے ہیں۔

جھوٹ: (۲) ''سد الفرار'' بدایوں کے کسی ایک عالم کی تصنیف ہے اسے علمائے بدایوں کی تصنیف بتاتے ہیں۔ یعنی چند علمانے مل کر لکھا ہے۔

جھوٹ: (۳) ''سد الفرار'' میں متقدمین سے مراد خاندان ولی اللہی کے افراد یا مولوی اسماعیل ہرگز نہیں۔ اور نہ یہ کسی طرح متقدمین میں داخل، اس سے مراد علمائے اہل سنت کے وہ متقدمین ہیں جو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت پہلے کے ہیں، لیکن بدایونی دجال یا اسرائیلی صاحب نے (یعنی خاندان ولی اللہی) مولانا اسماعیل شہید وغیرہ) بڑھا کر علمائے بدایوں پر بہتان باندھا ہے۔

جھوٹ: (۴) ''سد الفرار'' میں متاخرین سے مراد علمائے دیوبند ہرگز نہیں۔ اس سے مراد ماضی قریب کے علمائے اہل سنت متاخرین ہیں۔ لیکن بدایونی دجال نے یا اسرائیلی نے متاخرین (یعنی علمائے دیوبند) بڑھا کر علمائے بدایوں پر بہتان باندھا ہے۔ حضرات علمائے بدایوں خود اسماعیل دہلوی کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے خاص اسماعیل دہلوی کے رد اور اس کی تکفیر کے بیان میں ''سیف الجبار'' لکھی، اور علمائے بدایوں کے بقیۃ السلف حضرت مولانا عبدالقدیر مفتی اعظم حیدرآباد دکن نے دیوبندیوں کو کافر و مرتد کہا اور کہتے رہے۔ ''الصوارم الہندیہ'' میں ان کی تصدیق موجود ہے۔

ان کے صاحبزادے جناب شاہ الحاج حافظ محمد سالم صاحب باحیات ہیں، ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ آپ دیوبندیوں کی تکفیر کرتے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو پانچ کو کافر کہتے ہیں۔ یعنی نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی، اسماعیل دہلوی وہ باحیات ہیں۔ ان سے دریافت بھی کیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسماعیل دہلوی اور دیوبندیوں کی تردید کو وہ ان کلمات سے تعبیر کریں جو بدایونی دجال نے نقل کیا ہے۔

علمائے رام پور:

بحمدہ تبارک تعالیٰ علمائے رام پور دیوبندیوں کی تکفیر کے معاملے میں اعلیٰ حضرت

قدس سرہ کے ساتھ ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبد الغفار صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے مسئلہ اذان ثانی میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رد میں متعدد رسالہ لکھے، خود ان کی تصدیق "الصوارم الہندیہ" صفحہ ۱۴۲ میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس دور کے تمام اجلہ علمائے رام پور کی تصدیقات "الصوارم الہندیہ" میں موجود ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ علمائے رام پور اپنی کتابوں میں دیوبندیوں کو کافر کہنے کی وجہ سے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو کافر کہیں۔ بدایونی دجال نے "زمزم شیریں چاہ شور" اور "جبر جوشش چاہ شور" کا حوالہ دیا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ اس نام کی کتابیں کبھی لکھی بھی گئیں یا نہیں؟ یا لکھی گئیں تو اس کے مصنف علمائے اہل سنت ہیں یا کسی دیوبندی نے لکھ کر شائع کی ہیں۔ دیوبندیوں سے کچھ بعید نہیں کہ یہ دیکھ کر کہ ایک فرعی مسئلہ میں علمائے اہلسنت کے مابین اختلاف ہے، اس سے فائدہ اٹھا کر بظاہر علمائے رام پور کی حمایت کرتے ہوئے اپنا مذہب درج کر دیں۔

دیوبندی شاطرین شروع ہی سے یہ کرتے آئے ہیں کہ فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ کر اپنا مدعا ثابت کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے "منصفانہ جائزہ" صفحہ ۸۵۔۸۶ کا مطالعہ کریں۔

ان ملی بے جوڑ:

تقویۃ الایمان میں ایک دو جگہ نہیں بلکہ دسیوں جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور عامہ انبیائے کرام کی توہین کی گئی ہے۔

مثلاً یہ حدیث نقل کی۔ "بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر تو کیا تو سجدہ کرے گا؟" "ف" لکھ کر یہ جڑ دیا۔ یعنی ایک دن مر کر میں مٹی میں ملنے والا ہوں۔

مر کر مٹی میں ملنا یقیناً توہین کا صیغہ ہے۔ اگر کوئی اسرائیلی صاحب سے کہے تمہارے باپ دادا مر کر مٹی میں مل گئے تو لڑنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے، اور ایسا زلزلہ آئے گا کہ اپنے دڑبے میں لکھی ہوئی عبارت بھول جائیں گے۔ صفحہ ۳۵ پر لکھا:

اہل زبان بخوبی واقف ہیں کہ دفن ہونا اور مٹی میں ملنا اردو لغات میں دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

اسرائیلی صاحب اب اجازت دیں تو ہم کہیں، گنگوہی مرکر مٹی میں مل گئے، نانوتوی مرکر مٹی میں مل گئے، انبیٹھوی مرکر مٹی میں مل گئے، تھانوی مرکر مٹی میں مل گئے، اسرائیلی صاحب کے باپ دادا مرکر مٹی میں مل گئے۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ شمسان گھاٹ لے جاکر پھونکے نہیں گئے ہیں۔ بدیہیات کا انکار کرنا دیوبندیوں کا خاص شعار ہے۔ بلری زبان میں کھالے ہور لے۔ دونوں کے معنی ایک ہیں مگر "ہور لے" توہین کا صیغہ ہے۔ اسی طرح اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ دفن ہونا اور مٹی میں ملنا ایک معنی میں ہے تو پھر بھی مرکر مٹی میں ملنا توہین کا جملہ ہے۔

اور حقیقت میں دونوں ایک معنی میں نہیں۔ مٹی میں ملنے کے معنی ہیں برباد ہو جانا۔ نیست و نابود ہو جانا۔ عام طور پر لوگ بولتے ہیں ساری کوشش مٹی میں مل گئی۔ ساری دولت مٹی میں مل گئی، وغیرہ وغیرہ کیا ان محاوروں میں دفن ہونا مراد ہے؟ کفر بک کر اور اس میں تحریف معنوی کرکے کوئی کفر سے نہیں بچ سکتا۔

لطیفہ:

تقویۃ الایمان کی اس کفری عبارت کی توجیہ میں اسرائیلی صاحب کے امام الکل فی الکل وسیع المناقب گنگوہی نے لکھا:

مٹی میں ملنے سے مراد مٹی سے ملنا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اس پر ایک منچلے سنی نے ایک دیوبندی سے کہا کہ اب اجازت دیجئے ہم کہیں ڈنڈا گنگوہی صاحب میں مل گیا۔ کیوں کہ دیوبندی لغت میں "میں" کا معنی "سے" ہے تو کیا حرج ہے۔

اب ناظرین اس عبارت کی تائید میں اسرائیلی صاحب کی "الکلام الاوضح" اور "فتاویٰ افریقہ" کی نقل کردہ عبارتوں کو پڑھیں تو معلوم ہوگا جیسے زلزلے میں چوٹ کھایا ہوا حواس باختہ بڑبڑاتا ہے، ویسے ہی اسرائیلی صاحب بڑبڑا رہے ہیں۔

بھان متی کا تماشہ:

صفحہ ۳۴۶ پر اسرائیلی صاحب نے لکھا:

نیز حاشیہ فتاویٰ افریقہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس جس خاک پاک سے بنا صدیق وفاروق اسی مٹی سے بنے۔ (صفحہ ۸۵)

اور مولانا نقی علی خاں صاحب لکھتے ہیں:

کارخانہ الٰہی میں کوئی چیز ذلیل وخوار خاک سے نہیں۔

تو کیا یہ رضا خانی عقیدہ نہیں ہوا کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے ذلیل چیز سے بنائے گئے۔

اسی کو کسی نے کہا ہے کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا بھان متی نے رشتہ جوڑا۔ اسرائیلی صاحب بتائیں کہ یہ جو قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○

کیا ہم نے تم کو بے قدر پانی سے نہیں پیدا فرمایا۔

اور نیز فرمایا:

ولقد كرمنا بنى آدم ○

اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

اسرائیلی صاحب بتائیں کہ الم نخلقکم میں "کم" کے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہیں یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو تخصیص پر قرینہ کیا؟ اور داخل ہیں تو بولو کیا جواب ہے؟

یہ تو اسرائیلی صاحب کو ہوش میں لانے کے لیے ایک سوال تھا۔ اہل سنت وجماعت کے لیے عرض ہے۔ کسی نوع پر اس کے اکثر افراد کے اعتبار سے کوئی حکم لگانا اس کو مستلزم نہیں کہ اس کے تمام افراد کا یہی حکم ہے مثلاً فرمایا گیا:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ○ (کہف: آیت ۵۴)

اور ہے انسان سب چیزوں سے زیادہ جھگڑالو۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ○ (ابراھیم: آیت ۳۴)

بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ○

(ھود: آیت: ۹)

اور اگر ہم چکھائیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر وہ چھین لیں اس سے تو وہ ناامید ناشکر ہوتا ہے۔

اور فرمایا:

وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۝

(اسراء: آیت: ۸۳)

اور جب ہم آرام بھیجیں انسان پر تو ٹال جائے اور بچائے اپنا پہلو اور جب پہنچے اس کو برائی تو رہ جائے مایوس ہو کر۔

یہ چند آیتیں پیش کر دی گئی ہیں ورنہ اس قسم کی آیات بہت ہیں۔ ان آیات میں نوع انسان کو ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو فرمایا گیا ہے۔ ناامید، ناشکرا فرمایا گیا، کیا یہ انسان کے ہر فرد کے لیے ہے؟ کیا حضرات انبیا واولیا بھی سب سے زیادہ جھگڑالو ناشکرے ہیں؟ اسی طرح خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں قدس سرہ نے خاک کو ذلیل کہا تو اس کے اکثر افراد کے اعتبار سے۔ کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ خاک ذلیل ہے اس پر بیٹھنا اس پر سونا اس کو پاؤں سے روندنا اس پر گندگی ڈالنا، کوڑا کرکٹ ڈالنا اس پر پیشاب، پاخانہ کرنا ذلت کی بات نہیں۔ اگر نہیں تو اجازت دیں کہ اہل سنت آپ کے سروں پر کم از کم کوڑا پھینکا کریں۔ خاک ہی پر مسجدیں بھی ہیں، جو زمین کے اور حصوں سے افضل ہے۔ اسی طرح وہ خاک پاک جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرات انبیا بنائے گئے وہ سب سے افضل ہے۔ امام قاضی عیاض قدس سرہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ خاک کا وہ حصہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہے کعبہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے۔

اپنے مذہب سے روگردانی:

"الکلام الاوضح" اور "سرور القلوب" کی چند عبارتیں نقل کرنے کے بعد صفحہ ۲۹ پر لکھا: کیا اس عبارت کا یہ صاف مطلب نہیں کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات

کا پیدا کرنے والا ہے لہذا وہی سب کی حاجات وضروریات کو بھی پوری کرنے والا ہے۔ اس سے حاجت صرف اسی سے پوری کرو اور خدا کے سوا سبھی مخلوق ہیں خواہ انبیا واولیا ہی کیوں نہ ہوں، اور مخلوق ہونے کی بنیاد پر ان کا محتاج ہونا لازم وضروری۔ لہذا وہ کسی کی حاجت روائی نہیں کر سکتے۔

اسرائیلی صاحب! آپ کے شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب مرثیہ گنگوہی میں لکھتے ہیں۔

حوائج دین ودنیا کے کہاں لے جائیں ہم یا رب
الغا وہ قبلہ حاجات روحانی وجسمانی

اور لکھتے ہیں

نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم

جب آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق خواہ انبیا ہوں خواہ اولیا کسی کی حاجت روائی نہیں کر سکتے تو گنگوہی صاحب دین ودنیا کے حوائج پوری کرنے والے اور روحانی وجسمانی حاجات کے قبلہ کیسے ہوئے، اور اتنے بڑے مالک ومختار کیسے ہوئے کہ قضائے مبرم کے کاٹنے والے ہوگئے کہ ان کے مرنے پر محمود الحسن صاحب بچوں کی طرح ماتم کرتے ہوئے مرثیہ پڑھ رہے ہیں مگر آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس مرثیہ کا کیا اعتبار کہ حضرت شیخ الہند صاحب نے اخیر میں خود ہی کہہ دیا ہے کہ [illegible]

ع: خالی از درد نہیں گو کہ ہیں مستم بسلم

تو لیجئے اب نانوتوی صاحب کہتے ہیں۔

کرم کرائے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

دیکھئے نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے حاجت طلب کر رہے ہیں صاف صاف قبول کر رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔

اسماعیلی صاحب اگر اس کا جواب دے دیں تو ان کے کلمات ہی سے خاتم المحققین مولانا شاہ نقی علی خاں صاحب قدس سرہ کی ساری عبارات کی ہم ایسی توجیہ کر دیں کہ اسماعیلی صاحب کیا پھر ان میں مل جائے مگر ہمیں یقین ہے کہ اسماعیلی صاحب مرتے مر جائیں گے لیکن اس کا جواب نہ دے پائیں گے۔ اس لیے ہم ناظرین کے طبعیان کو دور کرنے کے لیے انھیں کے ایک بہت بڑے حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی ایک ان کی نقل کرتے ہیں انھوں نے جناب محمود الحسن صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں تو ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھا ہے

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ شبیر احمد صاحب نے جو کچھ لکھا یہ اصل دیوبندی مذہب نہیں اصل مذہب وہ ہے جو تقویۃ الایمان میں لکھا

"خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے۔"

تقویۃ الایمان کی حیثیت [illegible] ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

اس لیے اس [illegible] صاحب کی یا شبیر احمد صاحب کی وہ دیوبندیوں کا مذہب نہیں ہو سکتی۔ دیوبندی مذہب وہی ہے جو تقویۃ الایمان میں ہے یا پھر یوں کہئے کہ دیوبندیوں کا دوہرا مذہب ہے۔ اصل مذہب ان کتابوں میں ہے جو پہلے لکھی گئیں جیسے تقویۃ الایمان، ایضاح الحق، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ اور ملمع مذہب ہے جو بعد کی کتابوں میں ہے جسے اب دیوبندی سنیوں کے سامنے بیان کرتے رہتے ہیں۔

ضروری توضیح:

سب مسلمانوں کا یہ یقینی قطعی عقیدہ ہے کہ ساری دنیا اور دنیا کی سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ سب چیزوں میں بندر، سور، مچھر، مکھی وغیرہ بھی ہیں لیکن یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ بندروں، سوروں کا خالق ہے سخت ممنوع ہے بلکہ بہت سے علمائے اسے کفر لکھا، اور اس کا ممنوع ہونا اور اس میں اللہ عزوجل کی توہین ہونا خود دیوبندیوں کو تسلیم ہے۔ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام مدنی صاحب لکھتے ہیں

دیکھئے یہ جملہ کہ "اللہ پیدا کرنے والا قاذورات کا ہے" یا "خالق القردة والخنازیر" یعنی پیدا کرنے والا سوروں اور بندروں کا کہنا ممنوع ہے بے ادبی ہے۔ (الشہاب الثاقب ص ۱۰۵)

اس کی روشنی میں یہ کہنا "ہر مخلوق چھوٹی ہو یا بڑی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" اور یہ کہنا کہ اور "کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر"۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان عبارتوں میں یقیناً حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی توہین ہے۔

اور قرآن کا اعلان۔ اللہ عزوجل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝

اور وہ اللہ کے حضور عزت والے تھے۔

اور فرمایا:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۝

یہ رسولوں کا گروہ ہے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعضوں کو درجوں بلند فرمایا۔

اور فرمایا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (سورہ منافقون آیت ۸)

اللہ ہی کے لیے عزت ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنین کے لیے۔

''تقویۃ الایمان'' کی ان کفری عبارتوں کی تائید میں ''الکلام الاوضح'' ''سرور القلوب'' کی وہ عبارتیں پیش کرتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا بیان ہے ایسے ہی ہے جیسے کوئی دیوبندی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ بندروں، سوروں، [illegible] کا خالق ہے۔ اور دلیل میں قرآن کریم کی ان آیات کو پیش کرے جن میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کا خالق ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت:

علمائے اہلسنت نے [illegible] ''حفظ الایمان'' میں جو کسی [illegible] بچوں پاگلوں چوپایوں سے [illegible] ہے۔ اس لیے اس کی تائید میں ''الصمصام'' کی یہ عبارت پیش کرنی حماقت ہے [illegible] حضرت عزت کی جناب سے قرآن عظیم [illegible] اس قسم کے کروڑوں علم عام انسان بلکہ تمام [illegible] ہیں۔

کیا اس [illegible] صاحب [illegible] سے انکار ہے [illegible] انسان [illegible] عمر بھر [illegible] ان کو [illegible] کیا ان کے لیے علم [illegible] علم کے علم [illegible] بچوں پاگلوں چوپایوں تمام [illegible] علم سے [illegible] اس میں [illegible] ہے۔

''الصمصام'' [illegible] علم [illegible] باری تعالیٰ کے علم اور [illegible] ''الصمصام'' کی عبارت نقل کرنے سے کیا فائدہ؟

ایک دجالی:

[illegible]

[illegible] میں لکھتے ہیں ''ای لا تستطیع الفکارہ الفاسدۃ عند الخ'' یعنی

دجال کے تمام خیالات واقعات نیند کی حالت میں بھی ان سے علاحدہ نہ ہوں گے اس لیے کہ اس کے خیالات اور وسوسے میں کثرت ہوگی اور جو شیطان اس کے دل میں ڈالے گا وہ وقت بھی زیادہ ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔ (جلد اول ۹۱)

ناظرین کرام! اسمٰعیل صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت میں جو مقام خود گھڑ کر دکھایا اور جس طرح انہیں چھپایا ہے جس کو پانے کی ضرورت ان کو ... بیان کیا گیا ہے ان کی چالاکی ملاحظہ کریں۔

(۱) اسمٰعیل صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت میں لکھتے ہیں "او لا یستطیع الخ" اسے پڑھنے والا یہی سمجھے گا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ خود اپنی طرف سے لکھا ہے حالانکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام قاضی عیاض قدس سرہ کا قول بحوالہ ملا علی قاری نقل فرمایا ہے صاف صاف لکھا ہے ـــ قال القاری قال القاضی رحمہما اللہ تعالی ای لا یستطیع ـــ ملا علی قاری نے کہا کہ امام قاضی عیاض نے کہا دجال کے قلب و افکار وسوسے کے وقت بھی ختم نہ ہوں گے ... [illegible] ... کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے امام قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ... [illegible] ... سمجھیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قول ہے۔

(۲) امام قاضی عیاض کا قول نقل کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس سے پوری طرح ظاہر فرمادی ... [illegible] ... سے دوبی کہاں ہے کیا دجالی نہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس قول کو رد کر دیا اسے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دیا۔ مگر دیوبندی مذہب کی یہ کوئی نئی کرامت نہیں دیوبندی مذہب کے بانی گنگوہی صاحب نے اسی اختلاف سے یہ دیوبندی مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے جس روایت کے بارے میں فرمایا "بے اصل ہے"۔ اسی روایت کے بارے میں لکھ مارا "شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" (براہین قاطعہ صفحہ ۵۵)

(۳) جو ترجمہ ہے وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نہیں خود زلزلے والے کا ہے۔ امام قاضی عیاض کے قول میں صرف "کما" ہے جس کے معنی ہیں جیسے یا جس طرح، اس میں حصر کا کوئی صیغہ نہیں مگر اسرائیلی صاحب ترجمہ کرتے ہیں "اسی طرح" صیغہ حصر کے ساتھ یہ عبارت کی تحریف معنوی ہے۔

حفظ الایمان کی عبارت کی توضیح میں دجل، فریب تحریر کرنا اس کی دلیل ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں کوئی ایسا معنی نہیں جو صحیح ہو ورنہ اس کو پیش کرتے، افترا، دجل، فریب خیانت کیوں کرتے۔

دیوبندی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کو شرک کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ مگر شیطان کے لیے زمین کا علم محیط مانتے ہیں، اور شیطان کے لیے یہ قدرت مانتے ہیں کہ وہ جہاں چاہے جب چاہے موجود ہو جائے۔ دیوبندی کھانا کھائیں تو موجود ہو، بیوی کے پاس جائیں تو موجود ہو، نماز پڑھیں تو موجود ہو، یہ ان کے عقیدے میں شرک نہیں بلکہ ایمان ہے، کیوں کہ نص قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۵ کی عبارت میں ہے۔
مفتی احمد یار خاں صاحب نے دیوبندیوں کے اس عقیدے کو یاد دلا کر اس کو سامنے رکھ کر یہ لکھا۔ اے دیوبندیو! (شیطان ہر جگہ تم سب پر نظر رکھتا اور تمہارے حالات کی خبر رکھتا ہے، یہ تمہارا ایمان ہے پھر ہم سنیوں کا یہ عقیدہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زمین کا علم محیط ہے اور وہ سب پر نظر رکھتے ہیں اور سب کے حالات کی خبر رکھتے ہیں تو کیوں چیختے ہو کہ یہ شرک ہے۔

البتہ انہوں نے اس مضمون کو جن الفاظ اور عبارت میں بیان کیا ہے بے ڈھنگی، سخت ناپسندیدہ ہے مگر کفر نہیں جیسے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت۔ کیوں کہ نہ ہر تشبیہ توہین کے لیے متعین اور نہ ہر تشبیہ توہین کے معنی میں مستعمل اور نہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کے اعلیٰ و ادنیٰ ہونے پر تعریف و توہین کا دارومدار بلکہ تعریف و توہین کا دارومدار عرف پر ہے۔ عرف میں کبھی اعلیٰ کو ادنیٰ سے تشبیہ دیتے ہیں جو سنتا ہے اسے تعریف سمجھتا ہے حالاں کہ مشبہ

بہ مشبہ سے ادنی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ زید شیر کے مثل ہے۔ عرف میں یہ جملہ تعریف کا ہے اگرچہ مشبہ بہ شیر زید سے ادنی ہے اور یہ کہنا اسرائیلی صاحب گدھے کے مثل ہیں بجو کے مثل ہیں، چھچھوندر کے مثل ہیں، یقیناً توہین کا جملہ ہے کسی عالم کو یہ کہنا کہ تمہارا علم پاگل کے علم کے مثل ہے، حیوانوں کے علم کے مثل ہے عرف میں یقیناً اس عالم کی توہین ہے۔ اگر اسرائیلی صاحب اسے تسلیم نہ کریں تو اجازت دیں ہم ان کے بارے میں کہیں، ان کا علم پاگلوں جیسا ہے، گدھے جیسا ہے، کتے جیسا ہے، مجھے یقین ہے کہ اسرائیلی صاحب اس پر چراغ پا ہو جائیں گے تن بدن کے ساتھ ساتھ دماغ بھی جھلس جائے گا۔ حفظ الایمان میں یہی دوسری صورت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر علم کو ہر کس و ناکس زید و عمرو و بکر بلکہ ہر بچے پاگل حیوانات اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے جو عرف عام میں بلا انکار منکر توہین ہے۔

اسرائیلی صاحب کا اقرار کفر:

امام قاضی عیاض قدس سرہ اور مفتی احمد یار خاں صاحب کی عبارات دیکھ کر اسرائیلی صاحب کے زلزلہ زدہ دماغ میں ایسا بھونچال آیا کہ انہوں نے تسلیم کر لیا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ارفع و اعلیٰ کو ہر کس و ناکس حتیٰ کہ بچوں پاگلوں حتیٰ کہ چوپایوں کے علم سے تشبیہ دی۔

اس میں یقیناً حتماً بلا شبہ خود علمائے دیوبند کے اقرار کے بموجب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے، اب ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ اسرائیلی صاحب کے اقرار کے بموجب تھانوی صاحب کیا ہوئے؟ اور تھانوی صاحب کو حکیم الامت اور اپنا پیشوا مان کر اسرائیلی صاحب کیا ہوئے؟

براہین قاطعہ کی عبارت:

اسرائیلی صاحب امولوی عبد الجبار عمر پوری دیوبندی نے لکھا:

"حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہ جہاں مولود شریف پڑھا جاتا ہے تشریف لاتے ہیں شرک ہے، ہر جگہ موجود اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی صفت کسی کو ودیعت نہیں فرمائی"۔
(براہین قاطعہ۔ صفحہ ۵۵)

نانوتوی، گنگوہی، تھانوی صاحبان کے پیر بھائی حضرت مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو یوں رد کیا:

"زمین میں ہر جگہ تشریف لے جانے کو اللہ عزوجل کا خاصہ جاننا باطل ہے۔ شرق سے غرب تک ہر روح کو حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام قبض کرتے ہیں، ہر مکان کو رات دن دیکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے آگے مثل چھوٹے سے خوان کے کردی ہے یہ تو ایک فرشتہ مقرب ہیں، اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت دی ہے کہ وہ تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب مخلوق اور غیر اللہ کو یہ قدرت دی گئی ہے تو یہ شرک ہرگز نہیں"۔

یہ قیاس نہیں بلکہ عمر رامپوری کا رد ہے۔ حضرت مولانا عبد السمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں قیاس نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ دیوبندی کے اس قول کا رد فرمایا ہے کہ میلاد شریف کی محفل میں تشریف لانے کو ماننے میں شرک ہے ایسا شرک اس وقت ہوتا جب اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہوتی، کسی مخلوق میں نہ پائی جاتی۔ ہر جگہ موجود ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں، حضرت ملک الموت علیہ السلام بھی یہ قدرت رکھتے ہیں کہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ اور شیطان میں بھی پائی جاتی ہے اس لیے اس کو شرک نہیں کہتے جیسے زندہ ہونا علیم وخبیر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں بندوں میں بھی یہ صفت پائی جاتی ہے اس لیے بندوں کو زندہ یا علیم وخبیر کہنا شرک نہیں۔

لیکن گنگوہی صاحب نے اپنی حکمت عملی سے اس رد کو قیاس سمجھا اور انہیں کی اندھی تقلید میں اسرائیلی صاحب بھی اسے قیاس کہہ رہے ہیں۔ یہ دھاندلی "محکم" جزاف ہے۔

اسرائیلی صاحب تو حضرت ملک الموت کے ہر جگہ موجود ہونے کا اور شیطان کے ہر جگہ پہنچنے کا انکار کر رہے ہیں۔ لیکن گنگوہی صاحب نے ڈنکے کی چوٹ پر براہین قاطعہ صفحہ

واقعہ کی عبارت میں اعلان عام کردیا۔ " شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص قرآن وحدیث سے ثابت ہوئی۔

اس کا نام ہے میبت حق کہ اسرائیلی صاحب جس عبارت کی مرہم پٹی کرنے چلے تھے خود اسی کا رد کردیا۔ جو خود اپنے عقیدے کے زلزوں کے جھٹکے میں بدمست شرابی کی طرح جوش میں آئے لکھے اور یہ خبر نہ ہو کہ ہم جس کی حمایت کررہے ہیں اسی کا صفایا کررہے ہیں اسے کس نے کہا تھا کہ مصنف ہو۔

متفرقات:

آیت کریمہ "وعلم الانسان مالم یعلم" آیت کریمہ "خلق الانسان علمہ البیان" میں عام مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں انسان سے مراد نوع انسان ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "الصمصام" میں اسی قول کو سامنے رکھ کر فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے سکھایا آدمی کو جو اسے معلوم نہ تھا۔ اور فرمایا

"رحمٰن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی اسے بتایا بیان۔

یہاں آدمی سے نوع کی آدم مراد ہے۔ جمہور کی تفسیر کی بنا پر۔ لیکن بہت سے مفسرین نے "خلق الانسان علمہ البیان" میں الف لام عہد ذہنی کا مان کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی ہے۔ اس قول کے مطابق خزائن العرفان میں خاص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد لی۔ اس کی تصریح بھی موجود ہے خزائن العرفان میں ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ انسان سے مراد یہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیا کے علوم عطا فرمائے۔

علماء نے فرمایا:

القرآن ذو وجوہ وھو حجۃ بکل وجہ مالم تتنافی۔

قرآن کے متعدد معنی ہیں، اور اس کا ہر معنی حجت ہے جب تک کہ آپس میں تنافی نہ ہوں۔

اور یہ خود حدیث سے ثابت "لہا ظہر و بطن" قرآن مجید کے اگر دس معنی ہوں وہ سب ہمارا ایمان اور سب ہمارے لیے دلیل۔ جب ان آیات میں "الانسان" میں دونوں معنی ہیں تو انسان سے مراد نوع انسان ہو، یا انسان سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو تو دونوں ہمارا ایمان، دونوں صحیح، دونوں کو دلیل میں پیش کرنا درست۔ الصمصام میں پہلا معنی اختیار فرمایا۔ وہ بھی حق، اور خزائن العرفان میں پہلے معنی کے ساتھ ساتھ دوسرا معنی بیان فرمایا یہ بھی حق۔ اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو عام بشر کہہ دیا یہ تو وہی کہے گا جس پر کوئی بھوت سوار ہو۔ البتہ دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح معمولی بشر ہیں۔ اٹھا کر دیکھو "مختصر سیرت" مصنفہ عبدالشکور کاکوروی۔ اب اسرائیل صاحب اپنا منتر اپنے اوپر پڑھ کر دم کریں۔ لکھا:

یہ اعلیٰ درجہ کی شیطنت ہے ایسا کیا کہنے والے کا ٹھکانہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے کے علاوہ کہیں اور بھی ہو سکتا ہے؟

ایک فریب

ہندوستانی مطبوعہ بخاری شریف کا جو حاشیہ ہے وہ پورا کا پورا مولانا احمد علی سہارن پوری کا لکھا ہوا ہے اسے سب اہل علم جانتے ہیں۔ انہوں نے خود حاشیہ کے مقدمہ میں لکھا:

وعلقت عليه من التعليقات

سارے [illegible] لکھے ہیں

المحشى بحواشى الحافظ الشيخ المحدث احمد على السهارن فورى

لیکن قرآن مجید میں منافقین کی ایک خاص صفت یہ بیان کی گئی ہے

يحبون ان يحمدوا بما لم يفعلوا ○

منافقین پسند کرتے ہیں کہ جو انہوں نے نہیں کیا اس پر ان کی تعریف کی جائے۔

اسی صفت کے پیش نظر اسرائیل صاحب نے لکھ مارا کہ بخاری شریف کا حاشیہ قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے۔

دار العلوم دیوبند:

جگ جگ اسرائیلی صاحب نے دار العلوم دیوبند کی بہت بکھان لکھی ہے، لمبی چوڑی عمارت مدرسین اور طلبہ کی یاجوج ماجوج کی طرح بھیڑ اگر حقانیت کی دلیل ہے تو لازم آئے گا کہ ہندو حق پر ہوں اس لیے کہ ان کی ہندو یونیورسٹی اتنی بڑی ہے کہ اگر اس کے تمام پائخانوں کا مربع فٹ نکالا جائے تو دیوبند کی ساری عمارتوں سے زیادہ ہوگا۔

ناظرین سن لیں! دار العلوم دیوبند انگریزوں کا ممد ومعاون رہا۔ روزنامہ نئی دنیا کے عظیم مدنی نمبر صفحہ ۳۳، کالم ۴ پر لفٹیننٹ ممالک مغربی وشمالی کے فرستادہ کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں دیوبند کے مدرسے کے بارے میں ہے

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد ومعاون سرکار و ہمدردیان سرکار ہے"۔

اسی طرح جگ جگ تجارت کے لیے کتابوں کا حاشیہ لکھنے شرح لکھنے ان کے چھپوانے کا ذکر ہے۔ دیوبندی اس معاملے میں کتنے ہی آگے بڑھیں مگر منشی نول کشور لکھنؤ سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس نے تنہا فارسی عربی کی نایاب اور اہم اتنی کتابیں چھپوائی ہیں کہ اب تک تمام دیوبندی بیوپاری مجموعی طور پر بھی اس کے برابر نہیں ہو سکے۔ اگر یہی حقانیت کی دلیل ہے تو چاہیے کہ منشی نول کشور بھی حق پر تھا۔ قادیانیوں نے بنام اسلام بظاہر اسلام کی تائید میں کتنی کتابیں لکھی اور چھپوائی ہیں کہ اس کی ہوا تک بھی دیوبندیوں کو نہیں لگی۔ قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ سب سے پہلے قادیانیوں نے لکھا اور چھاپا کیا اس کی وجہ سے قادیانی حق پر ہو گئے؟ تجارت کی وسعت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے کتابوں کی تصنیف واشاعت مدار حقانیت نہیں۔ مدار حقانیت ایمان ہے اور ایمان کی جان عظمت رسول ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے۔ وہ کچھ بھی کرے کالعدم۔ ارشاد ہے:

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ (سورہ الفرا)

عمل کریں مشقت جھیلیں گرم آگ میں جلیں گے۔

بریلی شریف کے مناظرہ میں دیوبندی صدر مولوی منظور سنبھلی نے بہت چلا چلا کر کہا مسلمانو! ہم کلمہ پڑھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، دیوبند جیسا مدرسہ قائم کیے

کیے ہوئے ہیں، جس میں حدیث وتفسیر پڑھاتے ہیں دینی کتابیں چھاپتے ہیں پھر بھی یہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں اہل سنت کے صدر حضرت مجاہد ملت قدس سرہ نے فرمایا: مولوی صاحب نے اپنی منقبت میں بہت لمبا قصیدہ پڑھا مگر ٹیپ کا بند چھوڑ دیا، ان سب کے ساتھ یہ بھی کہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین بھی کرتے ہیں، ہم تم لوگوں کو نماز پڑھنے پر روزہ رکھنے پر مدرسہ چلانے پر کتابیں چھاپنے پر کافر نہیں کہتے ہم تمہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی بنا پر کافر کہتے ہیں، اس کو کیوں نہیں کہتے؟

رہ گیا ''نزہۃ القاری'' پر اعتراضات کا معاملہ تو اگر حیادار ہوگے تو میں نے تمہارے پہلے ہی اعتراض کا جو جواب دیا ہے اس کے بعد اس کا نام نہ لوگے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

نزہۃ القاری جلد ثالث صفحہ ۶۰ پر ہے:

فیض الباری میں ہے ہماری دلیل ترمذی کی یہ حدیث ہے حتی یسود الافق۔ اس پر یہ تعقب کیا گیا۔ آج کل ایسے حوالے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعینہ وہ لفظ موجود ہو گزر چکا کہ ترمذی میں یہ لفظ نہیں۔ ترمذی کیا حدیث کی کسی کتاب میں یہ لفظ نہیں۔

کسی نامعلوم شخص نے فرضی نام سے لکھا حالانکہ ابوداؤد میں حین یسود الافق کا لفظ موجود ہے۔ صفحہ ۵۷ کتاب الصلوٰۃ۔

شرم ہوتی تو اتنے ہی سے پانی پانی ہوجاتے کہ ان کے پیر مغاں نے ترمذی کا حوالہ دیا اس میں یہ حدیث نہیں اتنے ہی سے انورشاہ کشمیری اس لائق نہیں رہے کہ ان کی حدیث کی کسی روایت کو قبول کیا جائے، مردود الروایت ہوگئے اور اتنے ہی سے دیوبندیوں کی ساری جھوٹی کہانیاں جو انورشاہ کشمیری صاحب کے حافظے کے بارے میں گڑھ کر بیان کی جاتی ہیں باطل ہوگئیں۔ رہ گیا جو میں نے یہ لکھا: ترمذی کیا کسی حدیث کی کتاب میں یہ لفظ نہیں ''کشمیری صاحب کا لفظ'' ''حتی یسود الافق'' ہے۔ ابوداؤد میں ہے'' حین یسود الافق'' کیا حتی اور حین ایک لفظ ہیں؟ میں نے اس لفظ کے ساتھ ہونے کا انکار کیا تھا اس کے ہم معنی کسی روایت کے ہونے کا نہیں کیا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر اب بھی باقی ہے۔ اگر اسرائیلی صاحب نزہۃ

القادری پر اپنے اعتراضات شائع کریں گے تو پھر ناظرین دیکھ لیں گے کہ دیوبندیت اور جہالت دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

اندازہ یہی ہے کہ یہ رسالہ پڑھ کر اسرائیلی صاحب کا پارہ اور تیز ہوگا اگر وہ آئندہ اپنے ہم سے کچھ چھپوانے کی کوشش کریں گے تو ان کی خدمت گزاری کے لیے یہ خادم تیار ہے۔

☆☆☆

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی منقبت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان ہے "نظم معطر" اس نظم میں مدحت غوث الوریٰ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کا شاعرانہ کمال اور دقیقہ سنجی ونکتہ آفرینی عیاں ہے، مگر ع:

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے!

اسی نظم کے ضمن میں ایک رباعی ہے۔

بر وحدت او رابع عبدالقادر ☆ یک شاہد و سابع عبدالقادر

انجام و بے آغاز رسالت باشد ☆ ایک گو ہم تابع عبدالقادر

اس میں نام عبدالقادر کے حروف تہجی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی خوبی دکھائی ہے اور ایک عمدہ نکتہ پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں: عبدالقادر کا چوتھا حرف "ا" جس کا عدد ایک ہے، خدا کی وحدت پر ایک شاہد ہے اور ساتواں حرف "ا" یہ دوسرا شاہد۔ تیسرے مصرع میں فرماتے ہیں۔

انجام وبے آغاز رسالت باشد

اس مصرع کا دو معنی ہے۔ ایک تو وہ جو اوپر والے شعر کے انداز پر ظاہر ہے جسے معمولی فارسی داں بلکہ اردو شعر و سخن سے تعلق رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ (یعنی عبدالقادر کا آخری حرف (ر) رسالت کا پہلا حرف۔ اور دوسرا معنی ذرا دقیق ولطیف ہے۔ (یعنی جہاں مقام عبدالقادر کی انتہا ہوتی ہے وہاں مقام رسالت کی ابتدا ہوتی ہے) اس معنی پر تنبیہ اور اس کی تائید کے لیے چوتھے مصرع میں فرمایا:

ایک گو ہم تابع عبدالقادر

یعنی حضرت عبد القادر کی جمعیت میں تم یہ بھی کہو (کہ جہاں سے رسالت کی ابتدا ہوتی ہے) وہاں حضرت عبد القادر کے مقامات و مراتب کی انتہا ہو جاتی ہے)

دراصل اس میں سیدنا سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اس کلام کی جانب اشارہ ہے جو امام نور الدین علی شطنوفی نے اسناد محدثانہ سرکار غوث اعظم سے نقل فرمایا ہے۔ وہ رقم فرماتے ہیں:

اخبرنا ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ بن سنان الدمیاطی المولد بالقاھرۃ سنۃ احدی وسبعین وست مائۃ، قال اخبرنا الشیخ القدوۃ شھاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ السھروردی، ببغداد سنۃ اربع وعشرین وست مائۃ قال سمعت الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ یقول علی الکرسی بمدرستہ.

ہمیں ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ بن سنان دمیاطی مصری المولد نے ۶۷۱ھ میں قاہرہ کے اندر بتایا کہ ہمیں بزرگ پیشوا شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبد اللہ سہروردی نے بغداد کے اندر ۶۲۴ھ میں بتایا کہ میں نے شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ اپنے مدرسے میں کرسی پر بیان فرما رہے تھے کہ:

کل ولی علی قدم نبی، وانا علی قدم جدی صلی اللہ علیہ وسلم وما رفع المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قدما الا وضعت انا قدمی فی الموضع الذی رفع قدمہ منہ الا ان یکون قدما من اقدام النبوۃ فانہ لا سبیل ان ینالہ غیر نبی. (ص ۲۳ بہجۃ الاسرار شریف)

ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ اور میں اپنے جد اکرم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پر ہوں۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مقام پر بھی قدم رکھ کر اٹھایا ہے میں نے بھی وہاں قدم رکھا ہے بجز اس کے کہ اقدام نبوت اور مقامات رسالت میں سے کوئی مقام قدم ہو کیوں کہ غیر نبی کے لیے کسی مقام نبوت تک رسائی کی کوئی راہ نہیں۔

واضح رہے کہ یہاں ان مقامات کا تذکرہ ہے جو سیر و سلوک سے حاصل ہوتے ہیں۔ صحبت و رویت نبوی سے جو امتیاز و شرف ملتا ہے وہ ایک الگ چیز ہے جو دراصل جمال

نبوی کا صدقہ ہے۔ باطنی سیر و سلوک کا اس میں دخل نہیں۔ مذکورہ ارشاد سے عیاں ہے کہ نبوت سے نیچے سلوک و معرفت کے جو مقامات تھے وہ سب سرکار غوث اعظم نے طے کر لیے مگر جہاں مقام نبوت کی ابتدا ہوتی ہے وہاں ان کے قدم رک گئے۔ اسی کو اعلیٰ حضرت نے شعر میں یوں ذکر کیا ہے۔

انجام دے آغاز رسالت باشد
ایک گوہم تابع عبدالقادر

یعنی: جہاں ان کے مقامات کی انتہا ہوتی ہے وہاں مقام رسالت کی ابتدا ہوتی ہے حضرت عبدالقادر کی تبعیت میں یہ بھی ہو۔

بہجۃ الاسرار شریف سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات و مناقب میں نہایت بلند پایہ کتاب ہے، اس میں ہر قول اور ہر واقعہ کو محدثانہ انداز میں بزرگ اولیا اور ثقہ علما و عرفا کی سندوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ خود اسی کلام کی سند دیکھئے صرف دو واسطے ہیں وہ بھی نہایت اعلیٰ اور بلند و بالا۔ ایک مشہور بزرگ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی غوث اعظم کے شاگرد و خلیفہ ہیں، دوسرے شیخ ابو محمد سالم دمیاطی ہیں۔ مصنف امام نور الدین شطنوفی نہایت جلیل القدر بزرگ ہیں عظیم ناقد رجال علامہ شمس الدین ذہبی نے ملاقات کے لیے ان کی مجلس درس میں حاضری دی اور طبقات المقرئین میں ان کی مدح کرتے ہوئے انہیں "الامام الاوحد" یکتا امام کہا یہ لفظ ثقہ ثبت اور امام سے بھی زیادہ بلند و بالا ہے۔ اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں انہیں الامام الاوحد لکھا ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اس کتاب اور اس کے مصنف سے بڑی عقیدت ہے اور اس پر کامل اعتماد فرماتے ہوئے اس کے مندرجات کی بنیاد پر اپنے اشعار میں سرکار غوث اعظم کے مناقب فضائل نظم کیے ہیں۔

مگر دیوبندی برادری کو اولیائے کرام سے عداوت ہے، خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب سے تو اور زیادہ جلن ہے۔ اور اگر وہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے قلم سے ذکر ہو جائیں تو پھر حد درجہ عناد و بغاوت ہے۔ ٹھیک اسی طرح انہیں عقل و فہم اور علم و آگہی

سے بھی دشمنی رکھتا ہے۔ آسان فارسی میں ایک رباعی کا سمجھنا ان کے بس سے باہر ہے۔ اور اوپر والے شعر کی مناسبت سے تیسرے مصرع کا ایک معنی یہ تھا کہ "عبد القادر" کا آخری حرف رسالت کا پہلا حرف ہے" اتنا بھی پلے نہ پڑا۔ اور چوتھے مصرع کی ترکیب کے لحاظ سے اس کا دوسرا معنی یہ تھا کہ جہاں مقام رسالت کی ابتدا ہوتی ہے وہاں مقام عبد القادر کی انتہا ہو جاتی ہے۔ اور یہ بات بھی اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے نہ کہی بلکہ خود غوث اعظم کی معیت میں کہی جس کی تشریح بہجۃ الاسرار شریف سے نقل ہوئی۔ یہاں تک جہالت و خباثت کی رسوائی کیا ہوتی۔ اسرائیلی صاحب کو اس وجہ سے غصہ آیا یا اس کی برادری کے جانے پہچانے [illegible] ہوئے

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی وفات کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا، یہ کہ کہ وہ عبد القادر کا تابع بھی ہوگا۔ (صفحہ ۹۰)

اسی کو کہتے ہیں "الٹے گھٹنا پھوٹے سر" یہ تو فارسی کی استعداد رہی کہ ایک آسان شعر بھی دماغ شریف میں نہ اتر سکا۔ جب کہ پورا شعر بھی [illegible] تھا۔ چوتھے مصرع کے ترجمے میں جو جہالت کی دکھائی ہے وہ تو قابل تماشا ہے تیسرا مصرع میں انجام کا ترجمہ "وفات" کر دیا [illegible] "ولادت" [illegible] ذہن سے کوئی بعید نہ تھا کہ ولادت و وفات [illegible] ہے۔

اردو کی [illegible] ہے کہ [illegible] سے بھی کی گئی ہے۔ علمائے حرمین نے اعلیٰ حضرت کی مدح میں وہ شعر ذکر کیا تھا جو [illegible] نے ذکر میں کیا تھا۔

وانی وان کنت الاخیر زمانہ

لآت بما لم تستطعه الاوائل

میں زمانہ اگرچہ بعد میں ہوا لیکن میں وہ کر گزرنے والا ہوں جو اگلوں سے نہ ہو سکا۔

اسی کو اردو شعر میں یوں نظم کیا گیا۔

زمانہ میں گرچہ آخر ہوا

وہ لایا جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

یہ اردو شعر بھی اسرائیلی فہم میں نہ آیا اور کچھ کا کچھ بنایا۔ اسی طرح حکیمی کا ایک شعر تھا

نے اعلیٰ حضرت کی مدح کرتے ہوئے لکھا تھا۔

لیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

اس کا بھی شعر میں ترجمہ کیا گیا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا اپنی قدرت سے ایک شان میں اگر ایک جہان جمع کردے تو کوئی عجیب نہیں۔ اس ادیب کو ایک تو یہ پتہ نہ چلا کہ یہ علمائے حرمین نے لکھا ہے یا خود اعلیٰ حضرت نے اپنے بارے میں کہا ہے۔ بلکہ اس نے سمجھا تو یہ سمجھا کہ خود اعلیٰ حضرت نے فخریہ اپنے بارے میں کہا ہے۔ یہ کہ وہ فخر یہ معنی بھی اس کے پلے نہ پڑا۔ بلکہ [illegible] جیسے لوگوں کے ہاتھوں میں [illegible] قلم آ گیا ہیں تو اوراق کی سیاہی اور اوقات کی بربادی کے سوا اور کیا حاصل ہوگا۔

اسی پر بس نہیں نا سمجھی کے ساتھ دجالی اور بیہودہ تحریفات سے بھی کام لیا ہے۔ موہد المنتخب اور الکلام الاوضح سے آدھے آدھے جملے نقل کر کے من مانا مطلب گھڑ مارا ہے۔ ورنہ اس دجالی کو سمجھ سکتا ہے کہ شرط ہے اور جزا غائب۔ اگر ـــــ لکھ دیا اور "تو غائب اور اسی پر اکتفا کر کے بڑی بے باکی سے مطلب بھی گڑھ دیا۔ کیا ساری دنیا کو اپنی طرح جاہل یا اندھی سمجھ رکھا ہے؟ یا اس طرح کی مذبوحی حرکتوں سے مولوی قاسم نانوتوی کے اس شہرۂ آفاق کفر پر پردہ پڑ سکتا ہے جس کا ارتکاب انہوں نے تحذیر الناس میں ان بے حجاب الفاظ میں کر گئے ہیں۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔"

قادیانی کے [illegible] کر کے [illegible] نبی ہونے کا دعویٰ کیا، مولوی نانوتوی کی فکر قادیانی نے مکمل کر دی۔ خدا ایسے کھلے ہوئے کفریات اور کفر کرنے والوں کی علمت وطرف داری سے مسلمانوں کو بچائے اور لوگوں کو راہ حق کی ہدایت نصیب کرے اور اس پر استقامت بخشے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین خاتم النبیین علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

☆☆☆

چند اعتراضات کا علمی محاسبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الجبار القہار مقلب القلوب والابصار والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الابرار وسند الاخیار وعلیٰ آلہ وصحبہ

سنی دیوبندی اختلاف کی بنیاد:

یہ دیوبندی جماعت کے معتقدین کو بھی تسلیم ہے کہ سنی دیوبندی اختلاف فروعی مسائل تک محدود نہیں بلکہ اس کی بنیاد کفر و اسلام ہے جیسا کہ خود مولوی منظور سنبھلی نے اقرار کیا اور میں نے "مصنفات جائزہ" میں اس کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ دیوبندی جماعت کے اکابر مثلاً مولوی اسماعیل دہلوی سے لے کر مولوی اشرف علی تھانوی تک مسلسل ایک صدی اللہ عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص لکھتے اور شائع کرتے رہے ہے۔ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے:

نماز میں شیخ اور اس جیسے بزرگوں کی جانب خیال لے جانا اگرچہ جناب رسالت مآب ہوں اپنے گائے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا زیادہ برا ہے۔

نیز لکھا:

ہر مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی (نبی ہو یا ولی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔

نیز "ایک حدیث لکھ کر ف بڑھایا پھر لکھا میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔

نیز لکھا:

کہ (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں

ف۔(ماخوذ تقویۃ الایمان)

دیوبندی جماعت کے مولوی محمد قاسم نانوتوی نے ایک طول طویل عبارت لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے:

خاتم النبیین کے معنی آخری نبی عوام کا خیال ہے، اہل فہم کا نہیں۔ یہ مقام مدح میں ذکر کے لائق نہیں۔ یہ ایسے اوصاف کی طرح سے ہے جس میں کوئی فضیلت نہیں۔ اگر آپ کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہے گا۔ (تحذیر الناس)

دیوبندی جماعت کے قطب الارشاد اور چشم و چراغ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے لکھا:

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ (براہین قاطعہ)

مولوی اشرف علی تھانوی نے "حفظ الایمان" میں لکھا:

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

دیوبندی اکابر کی ان گستاخیوں پر پورا ہندوستان ہی نہیں عرب و عجم چیخ اٹھا، اور علمائے حل و حرم عرب و عجم ہند و سندھ نے ان کے بارے میں یہ متفقہ فتویٰ دیا کہ ضروریات دین کے انکار اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی وجہ سے یہ لوگ کافر، اسلام سے خارج ہیں۔ تفصیل کے لیے "حسام الحرمین" "الصوارم الہندیہ" اور منصفانہ جائزہ کا مطالعہ کریں۔

دیوبندی اکابر کا جرم ایسا ہے کہ جو کسی کے چھپائے چھپتا نہیں، اس جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے اور عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے دیوبندی شاطرین نے یہ چال چلی کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر الٹے سیدھے اعتراضات کرو، ان پر بہتان باندھو، جتنا

جھوٹ بول سکتے ہو بولو، ان کا یہ فلسفہ ہے کہ کوئی تو ہوگا کہ ہمارے سو جھوٹوں میں سے ایک دو کو تو صحیح سمجھ لے گا بس ہمارا کام ہو گیا۔

اسی سلسلے کی کڑی وہ جلسے ہیں جو سال بہ سال گھوسی کے دیوبندی کرتے ہیں، اور اس میں خصوصیت سے جھوٹ، دجل و فریب کے اسپیشلسٹ مولوی طاہر گیاوی کو بلاتے ہیں اور فرمائش کر کے انتہائی اشتعال انگیز تقریریں کراتے ہیں، جس کو برداشت کرنا آسان کام نہیں، اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ سنی دیوبندی جھگڑا ہو جائے تو ہمیں کوپا گنج، مئو، پورہ معروف کے دیوبندیوں سے بھیک مانگنے کا موقع مل جائے گا۔ ہم دیوبندی پونجی پتیوں کے پاس جائیں گے روئیں گے کہ ہم اقلیت میں ہیں، مظلوم ہیں، سنی ہمارا جینا دوبھر کیے ہوئے ہیں ہم کو چندہ دو ہماری مدد کرو ہم پر رحم کھاؤ۔

ایک آدھ بار جب عوام سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے دیوبندیوں کے مدرسہ میں گھس کر مواخذہ کیا تو اس کے بعد گھوسی کے دیوبندیوں نے خوب بھیک مانگی۔

پہلے یہ تیر بہدف عمل کریم الدین پور کے دیوبندی کرتے تھے اور اب اس سال سے مداپور، بیسواڑہ کے دیوبندیوں نے بھی بھیک مانگنے کے اس مجرب طریقے پر عمل کرنے کے لیے مولوی طاہر گیاوی کو بلوایا، اور حسب عادت گیاوی جی نے بہتان، فریب، بدزبانی کے وہ سارے کرتب دکھاڈالے جو انہیں اپنے باپ دادا سے میراث میں ملے تھے۔

طاہر گیاوی کا تعارف:

ناظرین کرام تھوڑی سی ان گیاوی جی کی ہسٹری بھی سن لیں۔ گیاوی جی کے باپ دادا ضلع گیا کی ایک بستی گاڑہ کے رہنے والے تھے یہ لوگ وہاں قبرستان کے تکیہ دار تھے، گورکنی ان کا پیشہ تھا۔ گیاوی جی کے باپ نے قبرستان کی زمین اپنے نام کھیت بنا ڈالا، جب یہ بستی والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے قبرستان کی زمین گیاوی جی کے باپ سے واپس لینے کی کوشش کی جس کے نتیجے میں مار پیٹ ہوئی اور گیاوی جی اور ان کے باپ وغیرہ جیل گئے، کس جرم میں جیل گئے؟ قبرستان کی زمین غصب کرنے کے جرم میں۔ گاؤں والوں نے گیاوی جی کو

گاؤں سے نکال دیا اب وہ پلاموں ڈنڈیلہ میں الگ تھلگ ایک مکان بنا کر رہتے ہیں۔ جیسے اوہر میں نٹ رہا کرتے ہیں۔

گیاوی جی کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے تو انہوں نے ایک زبردست ہڑتال کرائی تھی جس کے جرم میں دارالعلوم دیوبند سے نکالے گئے۔ لیکن اس کو کیا کیجیے۔ ہمارے گھوسی کے چند شر پسند دیوبندیوں کو اپنے ہی کیٹیگری کے افراد پسند ہیں۔

امسال بھی حسب عادت گھوسی کے دیوبندیوں نے گیاوی جی کو بلایا اور ان سے فرمائش کر کے انتہائی زہریلی، اشتعال انگیز، دجل و فریب سے بھری ہوئی تین تقریریں کرائیں۔ البتہ امسال جلسے کے بانی مبانی مداپور اور بیسواڑے کے دیوبندی تھے۔ دو جلسے ہوئے، پہلے ایک ساتھ دو جلسوں میں گیاوی جی کی دو تقریریں بڑی لمبی لمبی ہوئیں۔ اس کے باوجود کہ گھوسی کی فضا انتہائی پر سکون تھی۔ سنی دیوبندی اختلاف کا کوئی ذکر نہ تھا لیکن بانیان جلسے نے گیاوی جی سے فرمائش کر کے انتہائی دل آزار ایسی تقریر کرائی جو انسانیت کے نام پر دھبہ ہے۔ ٹیپ ریکارڈ جس کا جی چاہے سن لے۔ ان دونوں تقریروں کا تین چوتھائی فحش بازاری گالیوں سے بھرا ہوا ہے۔ صرف ایک چوتھائی تقریر کا وہ حصہ ہے جس میں اختلافی باتوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ اگر چہ اس کا لہجہ بھی اتنا تند و تیز ہے کہ برداشت کے قابل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنی نوجوانوں نے مشتعل ہو کر جوابی جلسہ کیا جس میں علمائے اہلسنت نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ جس کے جواب میں پھر گیاوی جی کو بلوایا اور ساتھ ہی ساتھ عبد المالک بھوجپوری کو بھی بلوایا، جو دیوبندی جماعت میں گالی دینے کے بڑے اسپیشلسٹ مانے جاتے ہیں۔ اور خود ان کو بھی گالی دینے کی مشاق ہونے پر ناز ہے۔ جس کو انہوں نے خود اپنی تقریر میں بڑے فخر سے بیان کیا ہے جہاں تک گالی کا معاملہ ہے اس معاملہ میں ہمارے اکابر دیوبندی اکابر سے ہار مان چکے ہیں۔

اس جماعت کے خدا جو کھدر میں ملبوس ہو کر گلی کوچوں میں گھومتے تھے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص: ۵۹ تفصیل کے لیے تحقیقات اول ص: ۱۳۳ دیکھیے)

یعنی جناب حسین احمد صاحب ٹانڈوی نے اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب" میں جو صرف نوے صفحے کا ایک رسالہ ہے اس میں چھ سو چالیس گالیاں صرف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو دی ہیں۔

لیکن پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اپنی تقریروں میں اس کا بھرپور پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ سنی علما صرف گالیاں دیتے ہیں۔ میں مدھوبنی [illegible] کے ان دیوبندیوں سے پوچھتا ہوں کہ گیاوی جی کے آنے سے پہلے کسی نے دیوبندی مولویوں کو کچھ کہا تھا کہ آپ لوگوں نے گیاوی جی سے فرمائش کر کے [illegible] حضرت صدر الشریعہ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہما کو گالیاں دلوائیں [illegible] کے جواب میں علمائے اہلسنت نے ارشاد ربانی "فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم"۔ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس کی زیادتی کا جواب [illegible] دو۔ پر عمل کرتے ہوئے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو اب کیوں چلاتے پھرتے ہو کہ ہمیں گالیاں دی گئیں۔ یاد رکھو گالی دینے کی ابتدا تم نے کی ہے۔ اس لیے البادی اظلم کے مطابق جواب الجواب میں کہا گیا ہے ان سب کا وبال تمہارے ہی اوپر ہے۔ اگر میں گالیوں کی فہرست تیار کروں جو گیاوی جی اور بھوجی نے دی ہیں تو سو صفحے بھر جائیں گے۔ میں [illegible] وعظ و ارشاد کے اسٹیج پر کھڑے ہو کر آپ نے دیوبند کے مدرسے کے کنویں کے مقدس پانی سے دھلا ہوا یہ جملہ ادا کیا:

"[illegible]"

غالباً دیوبندی شریعت میں یہ جملہ [illegible] کے لیے [illegible] حاصل کرنے کے لیے تریاق کامل ہے۔

گیاوی جی! آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری دو اہم کتابیں آپ لوگوں کے اکابر کے رد میں تقریباً تیس سال سے شائع اور مشہور ہیں۔ "تحقیقات" جس کے چودہ ایڈیشن نکل چکے ہیں، اور "منصفانہ جائزہ" جس کا پانچواں ایڈیشن چل رہا ہے" بھی قریب الختم ہے۔

گیاوی جی! آپ کی اوقات ہی کیا ہے؟ آپ کی والدہ ماجدہ نے اور دادی اماں نے

صاحب نے ہوش سنبھالتے ہی گالیوں کے صیغے آپ کو حفظ کرانے شروع کر دیے پھر دیوبند جانے کے بعد حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے اور ان کے تربیت یافتہ آپ کے اساتذہ نے ان کو نو بہ نو طریقے میں ادا کرنے کی مشاقی کرائی۔ سوائے گالیوں کی مشاقی کے نہ آپ نے کچھ پڑھا ہے نہ لکھا ہے۔ نہ آپ کو کچھ آتا ہے۔ آپ تو اس سے عاجز ہیں کہ جن تحقیقات آپ کے امام الکل فی الکل قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند آنجہانی کے پرچہ کے رد میں ہے اگر وہ جوگتی میں علم الشرائع میں جتلا ہونے کی وجہ سے جواب نہیں لکھ سکے تو ان کے بیٹوں اور پوتوں مریدوں میں سے کوئی تو جواب دیتا۔ پھر اس میں آپ سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کسی دیوبندی میں غیرت نام کی کوئی چیز ہوتی تو اس کا جواب لکھتا اور "خصوصاً جاگنا" تو خاص بنیادی اختلافی مسئلہ تکفیر پر آپ لوگوں کے تابوت میں آخری کیل ہے۔ مگر کسی دیوبندی میں دم نہیں کہ اس کا جواب لکھے۔ آپ تبلیغ کرنے سے پہلے "تحقیقات" اور "خصوصاً جاگنا" کے جواب دو۔

دیوبندی مذہب کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی بے غیرت بے حیا ہو جاتا ہے۔ بھاری علمائے دیوبند کے بڑے بڑے چوٹی کے مولوی آج سے بیس سال پہلے مولوی آئے تھے ان کی تقریر کے رد میں علامہ عبد الحکیم خان صاحب کا رسالہ "... کا فرض ہے" چھپا ہوا ہے۔ کسی دیوبندی میں جرأت ہوئی کہ اس کا جواب دیتا۔

پھر اس کے بعد کوہاٹ کے ایک گمنام مولوی نے ایک کتاب لکھی جس کے رد میں مولانا وصی احمد صاحب ... "... دیوبند" لکھا پھر بھی کریم الدین پور کے ایک انتہائی فتنہ پرور دیوبندی اسرائیلی نے اپنے استاذ بھائی مولوی اکرام الحق کی حمایت میں "زلزلہ قیامت" لکھا جس کے رد میں مولانا نور الاسلام اشرفی کو میں نے "علمائے دیوبند علمائے اسلام کی نظر میں" لکھا کرایا۔ جو آج تک لاجواب ہے۔ ہاں اسرائیلی صاحب نے حال ہی میں ایک کتاب لکھی ہے "مصلح القرآن" کھلا جس کو وہ کہتے ہیں کہ یہ رسالہ "علمائے دیوبند علمائے اسلام کی نظر میں" کا جواب ہے لیکن جس کا جی چاہے دونوں رسالے پڑھ لے وہ خود فیصلہ کرے گا کہ اس میں رسالہ کا

نام تو لیا گیا ہے مگر اس کے قاہر ایرادات کا کوئی جواب نہیں۔

اگر دیوبندیوں کو اس بات کا اطمینان ہوتا کہ ان کا مذہب حق ہے تو اپنے مولویوں کو مجبور کرتے کہ وہ ان کتابوں کا جواب لکھیں لیکن چوں کہ دیوبندی مولوی ہو یا جاہل سب کو یقین ہے کہ ان کتابوں پر جو ایرادات کے گئے ہیں ان کے جوابات کوئی دیوبندی مرتے مرتے بھی نہیں دے سکتا ہے، اس لیے وہ یہ کرتے ہیں کہ سال بہ سال گیاوی جی کو بلاتے ہیں، اور کبھی کبھی بھوجی کو بھی اور یہ دونوں اپنی تلبیس و دجل کی مہارت سے نئے نئے شگوفے چھوڑتے رہتے ہیں۔ جس سے پرانی بحثیں دب جاتی ہیں اور نئی بحثیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ لیکن ہمارے اہلسنت کے عوام کو چوں کہ اس بات کا یقین ہے کہ ہمارا مذہب حق ہے اس لیے کوئی بات بھی عام اعتراض سنتے ہیں تو اپنے علماء سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواب ہونا چاہیے۔ اس لیے میں صرف اپنے عوام کی تسکین کے لیے گیاوی جی اور بھوجی کے دجل و فریب اور افترا و بہتان کا پردہ چاک کرنے کے لیے چند اہم باتوں پر بقدر ضرورت مختصر کلام کر دیتا ہوں جس سے ان شاء اللہ اہلسنت کا ایمان اور قوی و مضبوط ہو جائے گا۔ اور دیوبندیت کا بطلان اور واضح ہو جائے گا۔

گیاوی جی کے ہذیانات کا علاج

پہلا مسئلہ: بہار شریعت حصہ اول صفحہ ۵۵ پر یہ عقیدہ تحریر ہے:

مرتکب کبیرہ مسلمان ہے اور جنت میں جائے گا۔ خواہ اللہ عزوجل اپنے محض فضل سے مغفرت فرما دے یا حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے بعد یا اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر اس کے بعد کبھی جنت سے نہ نکلے گا۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ جو کافر مشرک نہیں مومن موحد ہیں، اور اپنی شامت سے گناہ کبیرہ کر بیٹھے وہ کافر نہیں اور جنت میں ضرور جائیں گے۔ یہ خوارج کا رد ہے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جنت میں کبھی نہیں جائے گا۔ پھر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے ان کی دو قسمیں کیں۔ ایک جماعت وہ جو مرتکب

کبیرہ ہوتے ہوئے بھی جہنم میں قطعاً نہیں جائیں گے، اللہ عزوجل کے فضل یا حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے محفوظ رہیں گے اور جنت میں ان کا دخول اولی ہوگا۔

دوسری جماعت وہ ہے جو ابتداء جہنم میں جائے گی اور پھر اپنے اعمال بد کی کچھ سزا پاکر جنت میں آئے گی۔

ہم نے پہلی شق میں یہ تفصیل کی کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا دخول اولی جنت میں ہوگا۔ کیوں کہ ان کے مقابل حرف تردید کے ساتھ دوسری قسم یہ مذکور ہے۔ یا اپنے کیے کی کچھ سزا پاکر (جنت میں جائیں گے) اگر قسم اول سے مراد یہ ہو کہ جہنم میں جاکر پھر اللہ کے فضل یا حضور اقدس ﷺ کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے تو وہ اپنے کیے کی کچھ سزا پاکر جہنم سے نکالے گئے تو دو قسم ہوئی کہ نہیں اس لیے ضروری ہے کہ پہلی قسم سے مراد یہ ہو کہ جہنم میں گئے بغیر ان لوگوں کا دخول اولی جنت میں ہو۔

گیاوی جی کو پہلی والی قسم منظور ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اپنی تقریر میں بار بار کہا ہے کہ یہ ہمیں تسلیم ہے اگر چہ پہلی قسم کے بیان میں انہوں نے بہت چک پھیریاں کی ہیں۔ ان سب کو بیان کرنے میں رسالہ طویل ہو جائے گا۔ اس لیے میں ان کو نظر انداز کرتا ہوں، اور جب ان کو پہلی قسم کی صحت تسلیم ہے تو اس پر کلام کرنے اور اس کے ثبوت دینے کی ہمیں کوئی حاجت نہیں رہی۔ ان کو جو کچھ اعتراض ہے دوسری قسم پر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کچھ ایسے بھی جنتی مسلمان ہیں جو اپنے کیے کی پوری سزا پائیں گے۔ اس پر انہوں نے دو طرح اعتراض کیا ہے۔ ایک یہ کہ یہ غلط ہے اور یہ غلطی معمولی نہیں ہے اور یہ عقیدے کی غلطی ہے۔ اس لیے اس میں نہ کوئی مداہنت کی جائے گی اور نہ کوئی رعایت۔ اسی پر چیخ چیخ کر بار بار چیلنج کیا ہے کہ لائیں دکھائیں کہاں ہے، اور اسی میں قابو سے باہر ہو کر حضرت محدث کبیر کو حدث اکبر تک کہہ دیا ہے۔ اور یہ اس بنا پر کہا ہے کہ حضرت محدث کبیر کا نام سن کر ان لوگوں کو حدث لاحق ہو جاتا ہے۔

ہمیں اس کے ثبوت کے لیے نہ کسی کتاب کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ورق گردانی کی۔ خود گیاوی نے مشکوۃ شریف، باب الحوض والشفاعۃ کی حدیث جو سیدنا انس بن

مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نادانی سے اپنے مدعا کے مطابق سمجھ کر پڑھی ہے اس سے یہ ثابت کہ کچھ گنہ گار اپنے کیے کی کچھ سزا پا کر جہنم سے نکالے جائیں گے اور جنت میں جائیں گے، اور کوئی بھی مسلمان مومن موحد اپنے کئے کی پوری سزا نہیں پائے گا۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی بار شفیع المذنبین ﷺ کو اجازت ملے گی کہ ان لوگوں کو جہنم سے نکالو جن کے اندر جو کے برابر بھی ایمان ہے۔ دوسری بار ان لوگوں کے بارے میں اجازت ملے گی جن کے دل میں رائی یا ذرے کے برابر ایمان ہے۔ تیسری بار ان لوگوں کے بارے میں اجازت ملے گی جن کے دل میں کم سے کم، کم سے کم، کم سے کم، رائی یا ذرے کے برابر ایمان ہے۔ چوتھی بار حضور اقدس ﷺ عرض کریں گے کہ اے اللہ اجازت دے کہ میں ان لوگوں کو بھی جہنم سے نکالوں جنہوں نے لا الہ اللہ کہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ حق آپ کا نہیں۔ میری عزت و جلال کبریائی و عظمت کی قسم ہے کہ جس نے لا الہ اللہ کہا میں ان کو جہنم سے نکالوں گا۔

اس حدیث کے بعض طرق میں ہے:

حتیٰ ما یبقی فی النار الا من قد حبسہ القرآن ای وجب علیہ الخلود۔

یہاں تک کہ جہنم میں صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جن کو جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے یعنی صرف کفار۔ (مشکوٰۃ: ص ۴۸۸)

اور اس حدیث میں من قال لا الہ الا اللہ سے مراد اگلے انبیائے کرام کی وہ امتیں ہیں جو جہنم کی مستحق ہوئیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ان المراد بمن قال لا الہ الا اللہ فی الحدیث الاول ھم الامم الذین آمنوا بانبیائھم لکنھم استوجبوا النار. (جلد خامس: ۲۵۶)

اے حدیث اول میں "من قال لا الہ الا اللہ" سے مراد وہ اگلی امتیں ہیں جو اپنے انبیاء پر ایمان لائیں اور جہنم کی مستحق ہوئیں۔

ناظرین غور کریں کہ چاروں قسم کے لوگ وہی تو ہیں جو جہنم میں اپنے کیے کی سزا

بارے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یا اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہنم سے نکالے گئے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کیے کی پوری سزا نہیں پائی۔ اگر اپنے کیے کی پوری سزا پاتے تو وہ خود ہی جہنم سے نکل جاتے۔ شفاعت سے نکلنا یا اللہ کے فضل سے نکلنا اس کی دلیل ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کیے کی پوری سزا نہیں پائی۔ اپنے کیے کی کچھ سزا پائی۔ نیز جب حدیث سے ثابت کہ اس کے بعد جہنم میں صرف کافر ہی رہ جائیں گے تو اب کون مومن رہ گیا جو اپنے کیے کی پوری سزا پائے گا تو ثابت ہو گیا کہ کوئی مسلمان اپنے کیے کی پوری سزا نہیں پائے گا۔

اس کے بعد کہ یہ مضمون خود گیاوی جی کی بیان کی ہوئی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ اس کی کچھ حاجت نہیں کہ ہم علما کے اقوال نقل کریں، مگر ناظرین کے اطمینان خاطر کے لیے امام نووی کی تصریح نقل کر دے رہے ہیں

شرح مسلم باب اثبات الشفاعة واخراج الموحدین من النار کے تحت فرماتے ہیں کہ شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں اور قریب قریب یہی مضمون حضرت شیخ نے اشعۃ اللمعات میں بھی لکھا ہے:

الثالثة الشفاعة لقوم استوجبوا النار فيشفع فيهم نبينا صلى الله عليه وسلم ومن يشاء الله تعالى. الرابعة فيمن دخل النار من المذنبين فقد جاءت الاحاديث باخراجهم من النار بشفاعة نبينا صلى الله عليه وسلم والملائكة واخوانهم من المؤمنين ثم يخرج الله تعالى كل من قال لا اله الا الله كما في الحديث لا يبقى فيها الا الكافرون.

تیسری قسم شفاعت کی ان لوگوں کے لیے ہے جو جہنم کے مستحق ہوں گے اور ان کے بارے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے یا وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے۔ چوتھی قسم شفاعت کی ان گنہگاروں کے حق میں ہے جو جہنم میں داخل ہو چکے تھے۔ یہ حدیثیں آئی ہیں کہ یہ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتے اور اپنے مومن بھائیوں کی شفاعت سے جہنم سے نکالے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نکالے گا ہر اس شخص کو جس نے لا الٰہ

الا اللہ کہا اس کے بعد جہنم میں صرف کافر ہی رہ جائیں گے۔

با انصاف ناظرین ملاحظہ کریں! یہ وہی مضمون ہے جو بہار شریعت میں مذکور ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ یہاں پہلی قسم کے لوگ (یعنی جو لوگ جنت میں شروع ہی سے جائیں گے) وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور ملائکہ اور صالحین کی شفاعت سے جائیں گے۔ اور بہار شریعت میں صرف حضور کی شفاعت کا ذکر ہے ہمیں اندیشہ ہے کہ صرف اتنی ہی بات سے گیلوی جی اور بھوری جی یا ان کا کوئی ذم چھلہ مثلاً نیازی وغیرہ شور مچا دیں اس لیے ناظرین نوٹ کرلیں۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" میں لکھتے ہیں:

اول کسے کہ فتح باب شفاعت کند آں حضرت باشد وحق در حقیقت شفاعتہا ہمہ راجع بحضرت وے بود وحضرت صاحب شفاعت علی الاطلاق۔ (جلد رابع: صفحہ ۳۸۲)

پہلے جو صاحب شفاعت کا دروازہ کھولیں گے آنحضرت ہیں پس حقیقت میں تمام شفاعتیں حضور ہی کی طرف راجع ہیں اور حضور صاحب شفاعت علی الاطلاق ہیں۔

جب سب کی شفاعت حضور ہی کی طرف راجع ہے۔ تو اختصار کے لحاظ سے اس کو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منسوب کیا گیا ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بہار شریعت میں اللہ کے فضل کا بھی ذکر ہے، اور یہاں شرح مسلم میں ... سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ... "یعنی اول اول اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے۔ (فتح الباری جلد اول صفحہ ۱۰)

دیوبندیو! دیکھو ہم نے گیلوی جی کی ضد پوری کر دی بہار شریعت میں لکھا ہوا عقیدہ خود گیلوی جی کی بیان کی ہوئی حدیث اور امام نووی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے ثابت کر دیا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ گیلوی جی آئیں گے تو کہیں گے کہ عربی، فارسی کی عبارت ہے اردو میں دکھاؤ اردو میں دکھائیں گے تو کہیں گے کہ دیوبندی اردو میں دکھاؤ۔ دیوبندی اردو میں دکھائیں گے تو کہیں گے گنگوہی اردو میں دکھاؤ۔ ناظرین

حیرت میں ہوں گے کہ دیوبندی اور گنگوہی اردو کیا ہے؟ دیوبندی اردو یہ ہے۔

براہین قاطعہ میں ہے:

ایک صالح نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو میں کلام کرتے دیکھا تو پوچھا حضور کو یہ کلام کہاں سے آ گئی، فرمایا جب سے علمائے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی۔ (صفحہ ۲۶)

اردو زبان میں کلام مذکر ہے اور دیوبندی اردو میں مونث اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ دیوبندی بزرگوں کی عادت ہے کہ مذکر کو مونث کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ حوالہ آگے آرہا ہے۔ گنگوہی اردو کا نمونہ تذکرۃ الرشید حصہ [illegible] صفحہ [illegible] کے حاشیہ پر یہ ہے۔

گنگوہی صاحب نے پیچش کے لیے ایک نسخہ تجویز کیا ہے۔

جامن کی کونپل تیر دہیا مار کر کے بچے ماں گیر کے پلاوے۔

یعنی جامن کی کونپل لے کر دہی میں رگڑ کر پیالے میں رکھ کر باپ کو پلادے۔

اور اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کوئی مسلمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بغیر جہنم سے نہیں نکلے گا۔ مسلمان جب عرف میں بولا جاتا ہے تو اس سے مراد اس امت کے افراد ہوتے ہیں۔ رہ گئے وہ لوگ جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا اور اللہ تعالی نے انہیں اپنے فضل سے نکالا۔ یہ ہمارے محققین کے نزدیک وہ موحدین ہیں جنہوں نے کسی نبی اور رسول کی دعوت نہیں پائی، اور بالہام خداوندی اللہ کو جانا ایک مانا توحید پر ایمان رکھا۔ محدثین اور علماء کی اصطلاح میں [illegible] مسلمان یا [illegible] نہیں کہے [illegible] شفاعت کی حد سے خارج ہیں۔ انہیں کے بارے میں علماء نے لکھا کہ یہ لوگ شفاعت کی حد سے خارج رہے۔ اسی لیے آپ کے حافظ جسم و جاں بیچی غیر مقلدیت ابن تیمیہ نے "الطوانا" کہا کہ کچھ لوگ شفاعت کی حد سے خارج ہیں یہ نہیں کہا کہ کچھ مسلمان یا مومن شفاعت کی حد سے خارج ہوں گے۔

دوسرا مسئلہ: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ میں تحریر فرمایا کال رستگاری کی ہے جنت عذاب دخول جنت۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ اول وقوع

یہ مذہب اہل سنت میں محض مشیت الٰہی پر ہے۔ جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے، اگر چہ لاکھوں کبائر کا مرتکب ہو اور چاہے تو ایک گناہ صغیرہ پر گرفت کرے، اگر چہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو۔

حاشیہ میں فرمایا:
مگر وہ ایسا کرے گا نہیں۔ (فتاوی افریقہ: صفحہ ۱۲۷)

اس پر گیاوی جی نے کتنی تبرا بازیاں کی ہیں، اور کتنا چیخے چلائے ہیں، اور غیظ وغضب میں اتنا بھر گئے ہیں کہ زبان قابو میں نہ رہی۔ کبھی صغیرہ کی جگہ کبیرہ کہہ دیا۔ کبھی کبیرہ کی جگہ صغیرہ۔ ناظرین ان جگہ کا ٹیپ سن لیں مزہ آجائے گا۔ غالباً ضمیر کی آواز نے ان کو حواس باختہ کر دیا تھا، وہ جانتے تھے کہ فتاوی افریقہ میں جو کچھ ہے حق ہے مگر جاہل دیوبندیوں سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کے لیے ضمیر کی آواز کے خلاف بولتے رہے۔ قبلہ گیاوی جی سے تو ہم کیا خطاب کریں وہ تو اس جگہ پہنچتے تک پاگل ہو چکے تھے۔ البتہ ناظرین کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ معتزلہ کا مذہب وہ نہیں جو فتاوی افریقہ میں ہے۔ معتزلہ کا مذہب وہ ہے جو شرح عقائد کی اس عبارت سے ظاہر ہے جو گیاوی جی نے پڑھی تھی کہ:

ویجوز العقاب علی الصغیرۃ وذھب بعض المعتزلۃ الی انہ اذا اجتنب الکبائر لم یجز تعذیبہ۔ (صفحہ ۸۲)

گناہ صغیرہ پر سزا دینا جائز ہے۔ خواہ کبیرہ سے بچے خواہ نہ بچے اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ جب کبائر سے بچا ہو تو اسے عذاب دینا جائز نہیں۔

دیکھئے صاف واضح ہے کہ بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ صغیرہ پر عذاب دینا جائز نہیں۔ اس کے برخلاف مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صاف صاف فرمایا۔ اگر چاہے تو صغیرہ پر گرفت کرے۔ اس واضح فرق کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے معتزلہ کا مذہب اختیار کیا سراسر افترا اور بہتان ہے۔ اللہ عزوجل نے سچ فرمایا:

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

جھوٹ وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

رہ گئی حاشیے کی عبارت۔ مگر ایسا کرے گا نہیں۔ اگر یہ گیاوی جی کے یہاں غلط ہے تو اسے ثابت کریں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس کے ثبوت میں تین آیتیں تحریر فرمائی ہیں۔

اول:

وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ..... اَلَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۝ (سورہ نجم : ۳۱)

اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے بالخصوص زیادہ بچتے ہیں۔ مگر ہلکے ہلکے گناہ۔ (ترجمہ تھانوی)

جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں ہے:

ويجزى الذين احسنوا بالتوبة وغيره من الطاعات بالحسنى اى الجنة وبين المحسنين بقوله يجتنبون كبائر الاثم والفواحش الا اللمم هو صغار الذنوب كالنظرة والقبلة واللمسة فهو استثناء منقطع والمعنى لكن اللمم تغفر باجتناب الكبائر (ص:۴۳۸)

اور نیکی کرنے والوں کو جزا میں جنت دے گا، جو توحید اور دوسری طاعات بجالاتے ہیں۔ یہ نیکوکار ہیں جو گناہ کبیرہ اور فحش گناہوں سے بچتے ہیں۔ اگر چہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب ہوجاتا ہو۔ جیسے اجنبیہ عورت کو دیکھنا، اس کا بوسہ لینا اور اسے چھونا۔ معنی یہ ہے گناہ کبیرہ سے بچنے کی وجہ سے گناہ صغیرہ معاف کردیئے جائیں گے۔

اسی مضمون کو تھانوی صاحب نے موضح القرآن میں یوں بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

یعنی ہلکے ہلکے گناہ، اگر کبھی کبھار ہوجائیں تو جس نکوکاری کا یہاں ذکر ہے اس میں ان سے خلل نہیں آئے گا۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ گناہ صغیرہ پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

دوسری آیت:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا

كَرِيمًا ۝ (سورہ نساء: آیت ۳۱)

جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں جو بھاری بھاری کام ہیں اگر تم ان سے بچتے رہو گے تو ہم تمہاری خفی برائیاں تم سے دور فرما دیں گے، اور ہم تم کو ایک معزز جگہ میں داخل فرما دیں گے۔

اس کی تفسیر میں جلالین میں ہے:

سیئاتکم الصغائر بالطاعات وندخلکم مدخلا کریما هو الجنة.

سیئات سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گناہ صغیرہ کو طاعات کے ذریعہ کفارہ کر دیں گے اور تم کو جنت میں داخل کریں گے۔

تیسری آیت:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (سورہ ہود: آیت ۱۱۴)

بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو۔ یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔ (ترجمہ تھانوی)

جلالین میں اس کی تفسیر میں ہے:

يذهبن السيئات ای الذنوب الصغائر نزلت فی من قبل اجنبية فاخبره صلی الله عليه وسلم فقال الی هذا قال لجميع امتی کلهم

سیئات سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے ایک اجنبیہ کا بوسہ لے لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ آیت سنائی تو اس نے کہا یہ صرف میرے لیے ہے؟ فرمایا: پوری امت کے لیے۔

اخیر کی دونوں آیتوں میں "سیئات" سے مراد گناہ صغیرہ ہیں، اور یہ گیاوی جی نے خود اپنی تقریر میں بیان کیں کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں سیئات آیا ہے اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔ پہلی آیت کا صریح منطوق یہ ہے کہ اگر کوئی گناہ کبیرہ سے بچے تو نیکیاں گناہ صغیرہ کے

لیے کفارہ ہو جائیں گی۔ کفارے کے بعد مواخذہ کا سوال ہی نہیں۔ دوسری آیت نے صراحۃً بتایا کہ نیکیاں گناہ صغیرہ کو مٹا دیتی ہیں۔ ختم کر دیتی ہیں، لے جاتی ہیں۔ جب نیکیوں کے سبب گناہ صغیرہ ختم ہو گئے تو پھر ان پر مواخذہ کے کیا معنی؟ اس لیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو فرمایا کہ "ایسا کرے گا نہیں" حق اور درست ہے، اور قرآن مجید کی دلالت اس سے ثابت ہے، اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔

یہ عقیدہ ہے کہ چاہے تو صغیرہ پر مواخذہ فرمائے مگر ایسا کرے گا نہیں اہل سنت وجماعت کا عقیدہ متفق علیہ ہے۔ اسے معتزلہ کا عقیدہ بتانا دجل وفریب ہے۔ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے وہ بھی بعض کا کہ گناہ صغیرہ پر عذاب دینا مواخذہ کرنا جائز نہیں۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہمارے یہاں صغیرہ پر مواخذہ اور عذاب دینا جائز ہے۔ ہر منصف غور کرے کہ دونوں عقیدوں میں کتنا اختلاف ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ صغیرہ پر مواخذہ بھی جائز اور عذاب دینا بھی جائز البتہ از راہ کرم عذاب نہیں دے گا۔ بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں۔

سید احمد سجلماسی کا واقعہ

ابریز شریف صفحہ ۱۸۲ پر سید احمد سجلماسی کا یہ قصہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے ایک رات اپنی دونوں بیویوں کو ایک خواب گاہ میں اکٹھا کیا ان میں سے ہر ایک ایک بچھونے پر تنہا سوئی اور میں ایک بچھونے پر سویا، اور گھر میں ایک بچھونا رکھا گیا جس پر کوئی نہیں سویا۔ میں نے یہ گمان کر کے کہ دوسری سو رہی ہے۔ ایک بیوی سے ہم بستری کر لی تھوڑی دیر سونے کے بعد دوسری سے بھی ہمبستری کی، یہ گمان کر کے کہ پہلی والی سو گئی۔ پھر جب میں حضرت شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، اور میں اکثر ان کی زیارت کو جاتا تھا۔ اگر چہ مسافت دور ہو، ایک دن وہ مجھ سے تفریح کرنے لگے یہاں تک کہ فرمایا: تم لوگ کیا کہتے ہو دو عورتوں کو ایک مسکن میں جمع کرنے کے بارے میں اور دونوں سے وطی کرنے کے بارے میں، میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھ سے جو سرزد ہوا ہے، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، میں نے عرض کیا: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ تو فرمایا: اور چھ تھے

بچھونے پر کون سویا تھا؟ میں نے عرض کیا سیدی! میں نے گمان کیا کہ دونوں سو رہی ہیں۔ فرمایا: نہ پہلی سوئی تھی نہ دوسری علاوہ ازیں یہ مناسب نہیں اگرچہ دونوں سو رہی ہوں۔ میں نے عرض کیا اے سیدی! یہی مذہب ہے اور میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اسی واقعہ کا حاصل ملفوظ حصہ دوم صفحہ ۳۰ پر مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر گیاوی جی نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور وہ بھکو بازی کی ہے کہ شریف آدمی سن نہ سکے۔ لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کرامت ہے کہ گیاوی جی نے اس واقعہ کو تنقید کے لیے اپنی دونوں تقریروں میں ذکر کیا۔ اور اس میں تین جھوٹ بولے۔

اول: یہ کہ [illegible] میں بچھونا تھا حالانکہ چارپائی تھی۔

دوم: یہ کہ سید احمد سجلماسی اپنی ایک بیوی کے ساتھ ایک بچھونے پر سوئے تھے حالانکہ ابریز شریف میں تصریح ہے کہ دونوں الگ الگ بچھونے پر سوئے ہوئے تھے۔

سوم: یہ کہ صبح کو حضرت شیخ کی زیارت کے لیے گئے تو انہوں نے یہ کہا [illegible] کتاب سے ظاہر ہے کہ یہ اسی صبح کا معاملہ نہیں۔

اب جو تقریر [illegible] کریں کہ اپنی قابلیت کا وہ ڈھونگ اور عالم یہ ہے کہ ایک مختصر سے واقعہ کے بیان کرنے [illegible]

گیاوی جی کی ساری بالا خوانی کی بنیاد اس پر تھی کہ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ واقعی [illegible] شیخ پر چسپاں کر دیا ہے کہ کوئی دکھا دے کہ کہاں یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ اسی کمرے میں ایک پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ گیاوی جی نے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ مشرکانہ عقیدہ ثابت کرنے کے لیے کہ شیخ ہر وقت اپنے مرید کے ساتھ رہتا ہے، یہ اضافہ کیا ہے کہ شیخ عبدالعزیز دباغ اسی مکان میں جو تھے پلنگ پر تشریف فرما تھے۔

دیوبندیوں کو تو جانے دو ان کا قاعدہ تو یہ ہے کہ ان کا جو مولوی سب سے زیادہ جھوٹ بولے، فریب دے، افترا کرے، بہتان باندھے، وہ سب سے بڑا پیر ہے۔ لیکن اگر دنیا میں کہیں انصاف ہے اور انصاف ابھی دنیا والوں کی نظر میں کوئی قابل وقعت

ہے تو انصاف کا واسطہ دے کر انصاف پسند افراد کو دکھاتا ہوں کہ ابریز شریف میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبد العزیز دباغ اسی کمرے میں چوتھے پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

سید احمد سجلماسی نے جب یہ عرض کیا کہ سیدی آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ تو حضرت شیخ عبد العزیز دباغ نے اس کے جواب میں فرمایا وَمَنْ نَامَ عَلَى الْفِرَاشِ الرَّابِعِ؟ اور چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟

یہ استفہام تقریری ہے ورنہ حضرت سید احمد سجلماسی کے اس سوال کا جواب نہ ہوگا کہ آپ نے کیسے جانا؟ جس کے ذریعہ کے جواب میں فرمایا ہے کہ چوتھے فرش پر کون سویا تھا؟ جواب اسی وقت بنے گا جب کہ یہ استفہام تقریری ہو جس کا حاصل یہ نکلے گا کہ اس چوتھے بچھونے پر میں تھا۔

ناظرین کے اطمینان کے لیے ابریز شریف ہی سے اسی قسم کا ایک اور واقعہ نقل کر دیتے ہیں:

شیخ عبد الرحمن کے [illegible] جب بیٹھ گیا دریافت فرمایا تو نے اتوار کی رات کو کیا کیا؟ میں نے عرض کیا یا سیدی میں نے کیا کیا؟ فرمایا تو اپنی بیوی سے جماع کر رہا تھا اور اپنے بیٹے کو بچھونے پر [illegible] تک جاتا کہ میں تیرے ساتھ موجود تھا [illegible]

اس واقعہ میں تو استفہام تقریری تھا جس سے حضرت شیخ کا اس گھر میں رہنا ثابت ہے اور یہاں تو صاف صریح ہے کہ میں تمہارے ساتھ تھا۔ بولو! گیلانوی جی اب کیا کہتے ہو؟

باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کو دیکھنا عیب نہیں۔ کیا اللہ عزوجل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے، اور گمراہی کی طرف لے جانے والا ذریعہ بھی۔

دیوبندیوں کے پیران پیر کی کرامت:

مگر میں جانتا ہوں کہ دیوبندیوں کا غوغا اس سے بند نہ ہوگا۔ ان کے علاج کے لیے ان کے نہاں خانہ خاص کا ایک راز ان کی کتابوں سے فاش کردوں جس کا تعلق بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب اور ان کے پیر اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے ہے۔

ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۹۰ پر ہے:

ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے، فرمایا کہ تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔

اب دیوبندی بتائیں کہ جن تین سالوں میں جناب حاجی امداد اللہ صاحب کا چہرہ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہا، ان تین سالوں میں جب جب گنگوہی صاحب نے اپنی بیوی یا رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہم بستری کی خواب میں یا بیداری میں حاجی صاحب ٹکر ٹکر دیکھتے رہے یا نہیں؟

صرف ٹکر ٹکر دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ گنگوہی صاحب کے قلب میں گھسے رہے تو ہمبستری کی بھی لذت سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

سبحان اللہ [illegible] کرے مرید اور لطف اندوز ہو مرید کے ساتھ پیر بھی۔ گیلانی جی سے کیا خطاب کریں ان کو تو اپنی بے حیائی پر دیوبندی صاحبین بڑی [illegible] کہ گیلانی جی کا [illegible] سے چھڑائی جائے تو جائے ہمبستری [illegible] تیغ قطع اعتراضات تیغ بنگال کے مناظرہ سے بھاگنے کے بعد ان کو بھی مولوی منظور سنبھلی کی طرح مناظرہ سے توبہ کرکے گھر میں بیٹھ رہنا چاہیے تھا مگر بیچارے کیا کریں، مجبور ہیں، ان کا پیشہ ہی بے سینوں پر بہتان باندھ کر گالیاں دے کر مزدوری پانا ہے چھوڑیں تو کھائیں گے کہاں سے۔ مگر اے دیوبندیو! اگر تم پکے منافق نہیں، آخرت کی جزا و سزا پر ایمان ہے تو بولو حضرت شیخ احمد کھٹو کی کے واقعہ میں تصریح ہے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے شیخ یہاں تشریف فرما ہیں، اس پر گیلانی جی نے آسمان سر پر اٹھالیا، لیکن یہاں تو گنگوہی جی جانتے ہیں کہ میرے پیر جی

ہمارے دل میں ہیں اور فکر کرتا کرتے رہتے ہیں۔ پھر بھی کبھی بیوی سے ہم بستری کرتے ہیں کبھی اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے۔ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں۔ پھر مزے کی بات یہ کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا اگر بیوی سے ہم بستری کرنی چاہی تو پوچھا اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہم بستری کرنی چاہی تو پوچھا۔

دیوبندیو! یہی ہوتا ایسا کہ ایک مرد کے ساتھ بھی ہمبستری کرنے کی اجازت دیتا ہو، تمہارا دیوبندی مذہب میں سوائے گنگوہی صاحب کے انسان کو [illegible] راستہ ہی نہیں ہے۔

دیوبندیو! اختصار ہو، میں نے یہ لکھ دیا کہ گنگوہی صاحب اپنے رفیق جانی نانوتوی کے ساتھ ہمبستری کرتے تھے تو یہ خود تمہاری کتابوں میں لکھا ہے اٹھا کر دیکھو۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۲۸۹)

خواب میں نانوتوی صاحب کے ساتھ ہمبستری:

ایک بار ارشاد فرمایا: میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی قاسم نانوتوی صاحب عروس کی صورت میں میرے پاس آئے ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے۔ سو جس طرح زن و شوہر میں ایک کو دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔

ناظرین! غور کریں اس قسم کے خواب ہم جوان آدمی [illegible] انسان بھی بیان کرتے ہوئے [illegible] جائے بے حیا جاہلہ ہیں کہ اسے برملا مجمع عام میں اپنے فضل و کمال کو ظاہر کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ شیطان کسی کے خواب میں آتا ہے اور کسی نہ کسی شکل میں آتا ہے مگر آخر کیا خاص بات ہے کہ گنگوہی جی کے خواب میں ان کے رفیق جانی ہی کی شکل میں آیا۔ اس سے ان کے خصوصی رشتے کا پتا چلتا ہے۔ جو شیطان اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان ہے۔ پھر اس خواب میں اس راز کو بھی طشت از بام کردیا جو خلوت میں یہ دونوں بزرگ انجام دیتے تھے کیوں کہ عام طور پر خواب میں وہی باتیں نظر آتی ہیں جو بیداری میں انسان کیا کرتا ہے۔

بیدار میں نانوتوی کے ساتھ ہمبستری:

یہ تو خواب میں ہمبستری ہوئی، اب بیداری میں مجمع عام میں ہمبستری کا منظر ملاحظہ کریں۔ ارواح ثلاثہ صفحہ ۲۸۹ میں قاری طیب صاحب کی روایت سے ہے:

ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا اور حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے مرید وشاگرد سب جمع تھے اور یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرماتھے کہ حضرت گنگوہی نے، حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میاں ذرا لیٹ جاؤ، حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے، مگر حضرت نے فرمایا تو بہت ادب کے ساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اسی چارپائی پر لیٹ گئے، اور مولانا کی طرف کو کروٹ لے کر اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا، جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا ہر چند فرماتے ہیں کہ میاں کیا کررہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے، حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو۔

سچ ہے: جب پیار کیا تو ڈرنا کیا!

پردہ نہیں جب کوئی خدا سے بندوں سے پردہ کرنا کیا

ناظرین! اس پیراگراف کے چند ٹکڑے پر خصوصی توجہ دیں، گنگوہی صاحب نے جب نانوتوی صاحب سے لیٹنے کو کہا تو آخر وہ شرمائے کیوں شرمانا، کس بات کی غمازی کررہا ہے؟ اسے ناظرین ضرور نوٹ کریں۔ پھر عاشق صادق کی طرح سینے پر ہاتھ رکھنا کیا معنی؟

قلب بے چین تھا گنگوہی صاحب کا تو نانوتوی صاحب کا ہاتھ اپنے دل پر رکھتے؟ الٹے اپنا ہاتھ نانوتوی صاحب کی چھاتی پر رکھنا چہ معنی دارد؟ یہ سب جانے دیجئے، نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ میاں کیا کررہے ہو؟ لوگ کیا کہیں گے؟ صاف بتارہا ہے کہ گنگوہی صاحب نے صرف سینے پر ہاتھ ہی نہیں رکھا تھا کچھ ایسی حرکت بھی کی تھی جس پر لوگوں کو کہنے کا موقع ملتا لیکن ظاہری آنکھوں کے ساتھ ساتھ ہوا وہوس کے اندھے کو کیا پرواہ صاف صاف ڈھٹائی سے کہہ دیا لوگ کہیں گے کہنے دو۔

دیوبندیو! اب سے ہوش میں آؤ، گیاوی تمہارا نادان دوست ہے وہ تمہیں

اور تمہارے مذہب کو لے ڈوبے گا۔ ابھی تو ابتداء ہے، اب تم نے گیاوی جی کو یا اس جیسے کسی بھکو باز یا بہتان طراز کو بلا کر دوبارہ گالیاں دلوائیں۔ خواہ ماں کی دلوائیں یا بیٹی کی دلوائیں۔ بہن کی دلوائیں یا پھوپھی کی دلوائیں تو یاد رکھو تمہارے اکابر کو تمہاری کتابوں کے حوالے سے ننگا کر کے رکھ دیا جائے گا۔

فتاوی رضویہ پر اعتراض کا جواب:

فتاوی رضویہ جلد اول میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ اگر کوئی عورت حیض ونفاس کی حالت میں غسل کرے تو غسالہ مستعمل نہیں اس سے وضو جائز ہے۔ گیاوی جی نے اس کو جس مسخرہ پن سے بیان کیا ہے اس کے آگے لکھنؤ کے بھانڈ بھی شرمندہ ہو جائیں گے مگر داد دینے والے دیوبندیوں کو ذرا بھی شرم نہ آئی، اس مسئلہ کا استہزاء تری غیر مقلدیت ہے مگر اس سے دیوبندیوں کو کیا عار دونوں حقیقی بھائی ہیں۔

ناظرین! یہ مسئلہ فقہ کی ایک دو نہیں دسیوں کتابوں میں مذکور ہے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: خلاصہ، خانیہ، البحر الرائق، قنیہ، عالمگیری، رد المحتار، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فتاوی قاضی خان اور فتاوی خلاصہ کا حوالہ بھی دے دیا تھا۔

اگر ذرا بھی دل میں دیانت ہوتی، اور حقیقت کا ذرا بھی پاس ہوتا تو پہلے حوالہ سے مطابقت کر لیتے اگر حوالہ صحیح نہ ہوتا تو جتنا چاہتے چلاتے، لیکن دیوبندی مولویوں نے اپنا یہ اصول بنا رکھا ہے کہ اپنے عوام کو خوش کرنے کے لیے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کے لیے ایسے مسائل کو عوام میں پھیلا دو کہ جن سے وہ بھڑک جائیں اور تم حقانی سمجھے جاؤ گے۔ اس میں خواہ حقیقت ذبح ہو، اور چاہے مشائخ احناف کا استہزاء ہو اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔ ان کا دین ومذہب پیسہ جمع کرنا ہے، وہ جس طرح بھی حاصل ہو۔ ہم ناظرین کے اطمینان کے لیے خانیہ کی عبارت نقل کر دیتے ہیں۔

ولو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم وليس على اعضاءها نجاسة فهي كالرجل الجنب فان وقعت قبل انقطاع الدم وليس على اعضاءها نجاسة

فھی کالرجل الطاھر اذا انغمس للتبرد لانھا تخرج عن الحیض بھذا الوقوع عن الحیض بھذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا . (ج اول صفحہ ۹ علی ھامش الھندیۃ)

ہوسکتا ہے جیسے ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے، گیاوی جی یا انہیں کرایہ پر بلانے والے یہ کہہ دیں کہ خانیہ کی عبارت میں یہ شرط ہے کہ حائضہ کے جسم پر نجاست نہ ہو۔

فتاویٰ رضویہ میں یہ شرط غائب ہے اس کے جواب کے لیے غنیۃ کی عبارت لکھی جاتی ہے۔ اس میں بھی یہ شرط نہیں۔

لو وقعت الحائض ان کان بعد انقطاع الحیض فھی کالجنب وان کان قبل الانقطاع فکالطاھر . (ص: ۱۶۳)

جس بنا پر غنیۃ میں یہ شرط مذکور نہیں، صاحب غنیۃ کی اتباع میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بھی یہ قید ذکر نہیں فرمائی۔

یہاں بحث پانی کے مستعمل ہونے نہ ہونے کی ہے اگر اس کے اعضا پر نجاست ہوگی تو یہ سب کو معلوم ہے کہ وہ پانی نجس ہوجائے گا علما کی عادت ہے کہ جو بات مشہور ومعروف ہوتی ہے سب جانتے ہیں، اور وہ موضوع سے بھی خارج ہے تو اس سے صرف نظر کرکے اصل موضوع کے متعلق باتیں ذکر کرتے ہیں۔

اس پر گیاوی جی خوب تھر کے ہیں، خوب بھاؤ بتایا کہ حیض کا خون آرہا ہے۔ اور پانی میں گئی، پھر بھی پانی وضو کے قابل رہا۔ شریمان جی! اگر آپ نے کچھ پڑھا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ ضروری نہیں کہ ایام میں مسلسل خون آتا ہی رہے اگر گھنٹے دو گھنٹے خون بند رہا تو بھی حالت حیض ہی ہے اس وقت پانی میں گئی تو فرمائیے کیا استحالہ ہے۔

قبلہ! اپنے گھر کی عورتوں پر شریف ونظیف عورتوں کو قیاس مت کیجیے۔ نظافت پسند عورتیں حیض کے دنوں میں گرسف استعمال کرتی ہیں جس کی وجہ سے خون باہر نہیں آتا کہ جس سے پانی نجس ہو۔ آپ اپنی بیگم پر سب کو قیاس مت کیجیے کہ حیض کے دنوں میں ان کا خون بہتا رہتا ہے کپڑا اور بدن لت پت رہتا ہے، اگر گیاوی جی کی تنقید صحیح ہو تو لازم آئے

گا کہ یہ سارے مشائخ کرام بدھو تھے، انہوں نے غلط یہ مسئلہ لکھا۔

تنقیح:

ناظرین کو الجھن ہوگی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ بات اصل یہ ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک ماء مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور کیا گیا ہو۔ یا بہ نیت قربت استعمال کیا گیا ہو۔ حائضہ نفساء کو جب تک خون آتا ہو وہ لاکھ نہائے پاک نہ ہوگی، تو جب وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے پانی میں گئی تو اس پانی سے نہ حدث دور ہوا اور نہ بہ نیت قربت استعمال کیا گیا، اس لیے یہ پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اپنی اصلی حالت پر طاہر ومطہر باقی رہا لیکن فقہی دقائق کو سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ ملکہ اسی کو دیا جاتا ہے جو اللہ کا بندۂ خاص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے پھکڑ بازی کرنے والے گالیاں بکنے والے اس سے محروم ہیں۔

دیوبندیوں کی شریعت:

اب ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے دیوبندی مذہب کے صرف دو مسئلے ذکر کر دیے جاتے ہیں۔ بہشتی زیور حصہ دوم صفحہ ۷۰ پر ہے:

اگر ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا۔

اب کوئی دیوبندی یہ کہہ سکتا ہے کہ جس طرح چاٹنے سے ہاتھ پاک ہوتا ہے، اس طرح جسم کے کسی حصہ میں کہیں پاخانہ لگا ہو اور اسے چاٹ لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔ دیوبندیو! طہارت کا بڑا آسان نسخہ تمہارے حکیم الامت نے تم کو بتا دیا۔ نہ لوٹے کی ضرورت نہ پانی کی ضرورت۔ دیوبندیو! دیکھو طہارت کا کتنا عمدہ طریقہ ہے۔

دلہن کا مسئلہ:

فتاویٰ رضویہ جلد اول صفحہ ۲۵۵ پر ہے:

"دلہن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر پانی مکان کے چاروں

گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے"۔

گیاوی جی نے اس کو بیان کر کے اپنی زندگی بھر کے سیکھے سارے کرتب دکھادالے، اور کرائے پر بلانے والوں کو خوش کرنے کے لیے چیخ چیخ کر اچھل اچھل کر کود کود کر چیلنج کیا کہ لاؤ دکھاؤ یہ کہاں ہے یہ بھی کہا کہ جب اس پانی سے برکت ہوتی ہے تو رضا خانی اسے تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں لے جائیں پئیں، گیاوی جی نے سمجھا تھا کہ فتاوی رضویہ میں حوالہ نہیں یہ لوگ کہاں ڈھونڈیں گے۔ یہ بات ایک حد تک صحیح بھی تھی لیکن یہ مجدد اعظم اعلی حضرت قدس سرہ کی کرامت ہے کہ اس کا حوالہ مل گیا۔

دیو بندیو! تم بھی آنکھ پھاڑ کر پڑھو اور گیاوی جی کی جہالت پر ماتم کرو۔ امامین جلیلین محمد بن ابی بکر امام زادہ اور یعقوب بن سید علی شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح مفاتیح الجنان میں لکھتے ہیں۔

من السنۃ ان یغسل الزوج رجلیھا ویرش ذالک الماء فی زوایا البیت لیدخل من ذالک الماء برکۃ (صفحہ: ۷۴۴)

سنت ہے کہ شوہر دلہن کے دونوں پاؤں دھوئے اور اس پانی کو گھر کے گوشوں میں چھڑک دے اس سے برکت آئے گی۔

گیاوی جی تو تمہیں خوش کر کے تم سے قیمتے لگوا کر رفو چکر ہو گئے۔ اے گھوسی کے دیو بندیو! تم بولو کیا کہتے ہو تم نے گیاوی جی کو منھ مانگی اجرت بھی دی اور نتیجہ رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا جاہل کو پیشوا بنانے کا یہی انجام ہوتا ہے۔

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکین

جب کسی قوم کا رہنما کوا ہوگا تو وہ انھیں ہلاکت کے راستے پر پہنچائے گا۔

رہنما کوا ہو یا کوا خود بھی قوم کو ڈبوتے ہیں۔ ناظرین غور کریں فتاوی رضویہ میں صرف یہ تھا مستحب ہے "شرعۃ الاسلام" اور "مفاتیح الجنان" میں اسے من السنۃ کہا۔ گیاوی جی یا کسی دیو بندی میں ہمت ہے کہ ذرا اس پر منھ مارے سنت کا تمسخر کرنے والے پر کیا حکم ہے

اسے کسی دار الافتاء سے پوچھ لو آنے، دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج بالکل کے سوا اور کچھ نہیں۔ قرآن حکیم پڑھو اینٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ بسورتے رہیں گے۔ ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سنا دو تو گھر میں گھس جائیں گے۔

اشرفعلی تھانوی کا ایک نسخہ:

ناظرین! آیئے اب ہم دیوبندی امت کے حکیم جی اشرفعلی تھانوی صاحب کا ایک تحریر کردہ نسخہ سناتے ہیں۔ بہشتی زیور حصہ ہشتم پر ہے:

''اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے، اس کا منہ اور دونوں ہاتھ کہنی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانو استنجا کا موقع (پیشاب پاخانہ کے مقام) کو دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالو جس کو نظر لگی ہے، اس کو شفا ہو جائے گی۔

انصاف پسند حضرات غور کریں فتاویٰ رضویہ میں تو صرف یہ تھا کہ دلہن کے دونوں پاؤں دھوئیں اور گھر کے کونوں پر چھڑکیں اور یہاں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ، پاؤں زانو دھوئیں۔ اسی پر بس نہیں یہ بھی ہے کہ اس کے پیشاب کا مقام دھوئیں اس کے پاخانے کا مقام دھوئیں اور پھر یہ نہیں کہ کہیں چھڑکیں یہ ہے کہ مریض کے سر پر ڈالیں اگر یہ ہماری کسی کتاب میں مذکور ہوتا تو گیاوی جی جیسے نقال کیسے کرتب دکھاتے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جب دین نہیں دیانت نہیں خدا کا خوف نہیں رسول سے شرم نہیں آخرت کے مواخذے کا اندیشہ نہیں تو پھر کیا پابندی؟

سنو دیوبندیو! کوئی خدا ناترس کہہ سکتا ہے کہ کسی پر گیاوی جی کی بیگم جی کی نظر لگ گئی ''بے چارہ مصیبت کا مارا گیاوی جی کی بیگم کی تیر نظر کا گھائل بہشتی زیور لے کر آیا اور اس نے عرض کیا:

بیگم صاحبہ! آپ کی نظر کا گھائل ہوں مہربانی کیجیے تو پھر کتنا مزہ آئے گا فرض کرو بیگم کو جیل آ رہا ہو تو لطف کتنا دوبالا ہوگا۔ ناظرین! سوچیں اور محظوظ ہوں۔

دوسرا نسخہ:

اعمال قرآنی میں دیوبندی برادری کے انہیں حکیم جی نے امساک کے لیے یعنی عورت کے ساتھ دیر تک ہم بستری کرنے کے لیے ایک عمل لکھا ہے کہ انگور کی پتی پر آیت کریمہ: ان اللہ یمسک السماء الآیۃ لکھ کر ران پر باندھیں۔

جب کہ جس پتی یا کاغذ پر آیت کریمہ لکھی ہو تو جب تو جب بے وضو کو بھی اس کا چھونا جائز نہیں۔ جب یہ پتا جس پر یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی ہے ران پر باندھ کر کوئی ہم بستری کرے گا تو وضو بھی ٹوٹے گا اور غسل بھی واجب ہوگا، کتنی عمدہ تعلیم ہے کہ دیوبندی خواہش نفس کے لیے قرآن مجید کی بھی کھول کر بے حرمتی کریں۔

گیاوی جی نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ الملفوظ، اور فتاوی رضویہ اور بہار شریعت کی ان عبارتوں پر پاگلوں کی طرح چیخ چیخ کر چیلنج کیا تھا کہ دکھاؤ کہاں ہے؟ اب ہم گیاوی جی نہ صرف گیاوی جی بلکہ انہیں کرایہ پر بلانے والے اسرائیلی اور سارے بنی اسرائیل اور سارے بوڑھے جوان دیوبندی مولویوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ تم لوگوں کے رحمۃ للعالمین گنگوہی جی نے فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے:

چوں کہ حدیث میں آپ نے خود ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ کو بھائی کہو۔ بایں رعایت تقویۃ الایمان میں اس لفظ کو لکھا ہے مجھ کو بھائی کہو۔ (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۸۵ مطبوعہ کراچی)

دیوبندیو! دکھاؤ یہ حضور کا ارشاد کہاں ہے؟

سارے دیوبندی مرتے مر جائیں گے مگر یہ ارشاد نہیں دکھا سکتے۔ دیوبندی خود تمام حدیث مشہور بلکہ متواتر ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ (مشکوۃ: ص ۳۲)

جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔

بولو دیوبندیو! حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھ کر گنگوہی صاحب نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا؟ اور تم سب نے بھی ان کے ساتھ چپکنے کی وجہ سے اپنا اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنایا یا نہیں؟

دیوبندی مذہب کا ایک مسئلہ:

آخر میں ہم دیوبندی مذہب کا ایک اور مسئلہ بتاتے جاتے ہیں جس کی بنا پر لاکھوں کا دیوبندی سودی کاروبار کرتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ کامل میں ہے:

منی آرڈر کرنا سود میں داخل ہے۔ (صفحہ ۴۳۱)

دیوبندی خود سرد سے کریں کہ کتنا منی آرڈر کرتے ہیں۔ ان کے مدرسوں میں پڑھنے والے دیوبندی طلبہ کے گھروں سے روپے منی آرڈر سے آتے ہیں اور دیوبندی اپنے مدارس کو منی آرڈر کے ذریعہ روپے بھیجتے ہیں یہ سب کے سب اپنے مذہب کی رو سے سودی کاروبار کرتے ہیں۔ اور بحکم حدیث اللہ کی لعنت کے مورد بنتے ہیں فرمایا:

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ (مشکوۃ شریف: ص ۲۴۴ باب الربوا)

رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہ پر لعنت فرمایا۔

یہ میں نے دیوبندی مذہب کے چند مسائل لکھ دیے ہیں۔ امید ہے کہ اس سے دیوبندیوں کا سنجیدہ طبقہ اپنے شرپسند عناصر کو فتنہ و فساد کرنے سے اور بہتان باندھ کر قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال کر ارشادات علماء سے روگردانی کرکے صرف ہنسنے ہنسانے قہقہے لگانے تفریح کرنے کے [illegible] ہیں۔ ورنہ دیوبندی یاد رکھیں ابھی تو ہم نے چند فتوے پیش کیے ہیں دیوبندی مذہب کی کتابیں اس قسم کے دلچسپ مسائل اور حقائق سے بھری پڑی ہیں۔ اگر آئندہ اس قسم کی بازاری حرکت ہوئی تو ہم بھی بخششوں کا نہیں۔

کذالک العذاب ولعذاب الآخرۃ اکبر لو کانو یعلمون

حدائق بخشش حصہ سوم:

حدائق بخشش حصہ سوم میں ایک قصیدہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کی منقبت میں ہے۔ قصیدہ میں ابتداء تشبیب ہوتی ہے تشبیب کے لیے قصیدہ گو نے ایک حدیث کا مضمون لیا ہے۔ بخاری، مسلم وغیرہ عامہ کتب حدیث میں ام المومنین کے فضائل میں ایک حدیث وارد ہے جو حدیث ام زرع کے نام سے موسوم ہے۔ اس حدیث میں گیارہ مشرکہ عورتوں کا ذکر ہے جنہوں نے آپس میں بیٹھ کر یہ عہد کیا تھا کہ اپنے شوہروں کے حالات سب بیان کریں گی۔ کچھ چھپائیں گی نہیں۔ اس میں ایک لفظ ایک عورت کے بارے میں یہ وارد ہے ملو کساءھا وہ اتنی موٹی تھی کہ اپنے چادر کو بھر دیتی تھی جس کی تعبیر تنگ چست لباس سے بھی کی جاسکتی ہے، وہ متنازع فیہ شعر حدیث میں وارد اس لفظ کو سامنے رکھ کر انہیں مشرکہ عورتوں میں سے کسی ایک کے لیے ہے۔

لیکن غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں کی غفلت سے کتاب غلط ترتیب سے چھپ گئی، جس کو بمبئی کے وہابیوں نے حضرت ام المومنین پر فٹ کر کے ایک ہنگامہ عظیم برپا کر دیا۔

حالانکہ غازی ملت نے بعد میں اس کو واضح کر دیا کہ ”یہ شعر حضرت ام المومنین کے بارے میں ہرگز نہیں ہے بلکہ ان مشرکہ عورتوں میں سے کسی ایک کے بارے میں ہے۔ میری غفلت سے کتاب خلاف ترتیب چھپ گئی اس سے میں توبہ کرتا ہوں“۔

اس صفائی کے بعد انصاف پسند حضرات کے لیے کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بمبئی کا سنجیدہ طبقہ پورے طور سے مطمئن ہو گیا۔

ثم دیوبندی کب چپ بیٹھتے ان کو تو اپنے اکابر کے کفریات سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کے لیے کوئی بہانہ چاہیے۔ گیاوی جی نے اور بھوتی نے بھی اسے اپنی تقریروں میں بہت رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا جب کہ آج سے پچیس تیس سال پہلے ”تحقیقات“ میں اس پر وارد ایک ساتھ سارے شبہات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ اور آج تک کسی دیوبندی کو اگرچہ وہ کتنا ہی بڑا فسادی ہو ان حقائق سے انکار کرنے کی ہمت نہیں ہو سکی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متنازع فیہ شعر حضرت ام المومنین کے بارے میں ہرگز نہیں اور وہ شعر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ہرگز نہیں حدائق بخشش حصہ سوم میں مندرج نظمیں سب اعلیٰ

حضرت ہی کی ہیں۔ یہ خود مشتبہ ہے۔ جس کا جی چاہے "تحقیقات" کا مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کو اطمینان ہو جائے گا۔

تھانوی صاحب نے ام المومنین کی توہین کی:

قصہ اصل میں یہ ہے کہ تھانوی صاحب نے اپنے ماہواری "الامداد" میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں تنقیص کی تھی۔

واقعہ یہ ہوا کہ تھانوی صاحب ابتر منقطع النسل تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو متبنیٰ بنایا اور جب وہ شادی کے لائق ہو گیا تو اپنی ایک ایسی شاگردنی سے اس کا نکاح کیا جو بچپنے ہی سے اب تک تھانوی صاحب کی شاگردی میں تھی۔ چند دن کے بعد وہ مر گیا۔ کیسے مر گیا یہ آج تک سربستہ راز ہے۔ اس کے مرنے کے بعد تھانوی صاحب نے اس سے نکاح کر لیا چونکہ بہت خوبصورت اور طرح دار ہونے کے ساتھ ساتھ نوخیز تھی۔ اس پر تھانہ بھون میں بھونچال آ گیا طرح طرح کی چہ می گوئیاں ہونے لگیں۔ چوں کہ تھانوی صاحب اس لڑکی کے دادا اور نانا کے ہم عمر تھے۔ اس کا سیدھا سادا جواب یہ تھا کہ اسلام نے کسی بوڑھے کو کسی نوخیز لڑکی سے نکاح کرنے کو منع نہیں کیا ہے۔ میں نے کر لیا تو کیا برا کیا۔ لیکن چوں کہ تھانوی صاحب دیوبندی امت کے حکیم تھے انہوں نے اس شادی کو بھی مقدس بنانے کے لیے یہ گڑھ لیا۔

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ حضور (تھانوی صاحب) کے گھر میں حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ (تھانوی صاحب) سے کہا۔ میرا ذہن معا اس (نئی کم سن بیوی) کی طرف منتقل ہوا، اس مناسبت سے کہ جب حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا، اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔

وہی قصہ یہاں ہے۔ (الامداد: صفر ۱۳۳۵ھ)

ہر مسلمان اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گھر میں تشریف آوری کی خبر سن کر ایک نوخیز نویلی دلہن کی طرف کوئی پچاس اور

بجلی بھی اپنا ذہن نہیں لے جائے گا۔ لیکن ساون میں اندھوں کی طرح تھانوی جی نے ماں کی آمد کو نئی نویلی دلہن کے سانچے میں ڈھال لیا۔ ماں وہ بھی کون ماں جن کی جوتیوں کی خاک پر ہماری ساری مائیں ہمارے سارے باپ دادا ہماری ساری اولاد قربان ہو جائے۔

اس پر جب علمائے اہلسنت نے مواخذے کیے تو دیوبندیوں کو کہیں منہ چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ حتیٰ کہ بہت سے دیوبندی فضلا نے بھی اہلسنت کے ساتھ ساتھ اس پر تھانوی صاحب کی خوب خبر لی ہے۔ ایک منچلے نے یہ مصرعہ بھی چست کر دیا ہے۔ ع

ایسے بڈھے سانڈ کو جلدی نکانا چاہیے

مگر دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے مولویوں کی کتنی ہی بڑی غلطی ہو اس کو صحیح ثابت کرنے میں ساری توانائی صرف کر دیتے ہیں۔ دیوبندیو! بولو تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

حیات انبیا:

الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۲۹ پر ہے:

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا ان کی ازواج کو نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں۔ بلکہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

آج سے تقریباً چالیس سال پہلے بھیرہ تحصیل محمد آباد میں ٹانڈہ کا مشہور الفساد کوہ شام طراز نور محمد ٹانڈوی نے یہ کہا تھا: جو دکھا دے کہ علامہ زرقانی نے یہ کہیں لکھا ہے تو ہر لفظ پر پانچ سو انعام۔ میں اس وقت بریلی شریف تھا، بھیرہ کے احباب نے مجھے لکھا، میں نے زرقانی علی المواہب جلد سادس صفحہ ۱۵۹ سے یہ عبارت نقل کر کے بھیج دی۔

نقل السبکی فی طبقاته عن ابن فورک انه علیه السلام حیٌّ فی قبره علی الحقیقة لا المجاز یصلی فیه باذان واقامة قال ابن عقیل و

بمضاجع ازواجه و يستمتع بهن اكمل من الدنيا و حلف على ذالك وهو ظاهر و لا مانع منه .

سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ آں حضور ﷺ اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز زندہ ہیں۔ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہم بستری فرماتے ہیں، اور دنیا میں جوان سے تمتع حاصل فرماتے تھے اس سے بڑھ کر تمتع حاصل فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس پر قسم کھائی اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں۔

اس پر دیوبندیوں کے تین اعتراضات ہیں۔

اول: زرقانی میں علامہ ابن عقیل اور علامہ ابن فورک کے یہ اقوال صرف حضور اقدس ﷺ کے لیے ہیں مگر المطبوعہ میں یہ ہے کہ "انبیائے کرام کی ازواج" الخ۔

دوم: یہ ہے کہ موت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ پر بھی باتفاق امت موت طاری ہوئی اگرچہ ایک آن کے لیے پھر یہ بات کیسے درست ہوگی؟۔

سوم: یہ ہے کہ اہلسنت کے عقیدے کے مطابق مردہ قبر میں رہتے ہوئے بھی اپنی قبر کے ارد گرد باہر بہت دور تک دیکھتا ہے۔ وہیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی مزارات ہیں یہ کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے۔

اس تیسرے سے تو اگر انصاف کو لے کر گیا وہ ابھی تک بھی اور بھولی لے ابھی وہ کرتب دکھاتے ہیں، وہ جملہ بازیاں کی ہیں جنہیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جائے۔ لیکن دیوبندی جوکروں کو شرم کہاں؟ وہ تو اسی کی فیس لیتے ہیں۔

اب ناظرین ہر سوال کا ترتیب وار جواب لیں۔

اول کا جواب: جب کوئی بات کسی صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کے لیے ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف نسبت درست ہے جیسے فرمایا گیا **خلق الانسان هلوعا**۔ اور فرمایا **و کان الانسان اکثر شیء جدلا**۔ کیا انسان کا ہر فرد بے صبرا ہے، کیا انسان کا ہر فرد سب سے بڑا جھگڑالو ہے؟ اس طرح ابن عقیل اور ابن فورک نے یہ

بات تنہا حضور اقدس ﷺ کے لیے ذکر کی ہے تو اس کی اسناد انبیاے کرام کی صنف کی طرف کرنے میں حرج نہیں۔

دوسرے کا جواب: یہ صحیح ہے کہ موت سے عام اموات کا نکاح ختم ہو جاتا ہے مگر یہ حضور اقدس ﷺ کے خصائص میں سے ہے اگر چہ حضور اقدس ﷺ پر ایک آن کے لیے موت طاری ہوئی، پھر بھی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح ختم نہیں ہوا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد نہ ان پر عدت ہے اور نہ انہیں یہ جائز ہے کہ کسی کے ساتھ نکاح کریں۔ نیز اس کی دلیل حضرت ام المومنین کی یہ حدیث ہے کہ فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے دفن کے بعد بھی حجرہ مبارکہ میں بغیر کسی خاص پردے کے جاتی اور کہتی: انما ھو زوجی۔ یہ تو میرے شوہر ہی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعد وصال بھی نکاح باقی رہا۔

یہ تو اپنے سنی بھائیوں کے لیے تھا۔ اب گیاوی جی یا بھوجی کو مزہ چکھانے کے لیے ان سے ایک سوال ہے یہ صحیح ہے کہ موت سے عامہ مومنین کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور جنت میں مسلمانوں کو ان کی بیویاں ملیں گی جن سے وہ جنت میں ہم بستری کریں گے اور کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں کہ جنت میں ان سے دوبارہ نکاح ہوگا۔ بولو! جنت میں بلا نکاح ان بیویوں سے ہم بستری جائز ہوگی یا حرام؟ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

سوم کا جواب: کہ عالم غیب کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا جہالت ہی نہیں ضلالت ہے۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ مومن کی قبر حد نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے۔ تو حضور اقدس ﷺ کی قبر انور تو ضرور حد نظر تک وسیع ہوئی ہوگی۔ اب مجھے کوئی بتائے کہ اب وہاں حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں کہاں رہیں؟

گیاوی جی اور بھوجی نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے چچازاد بھائیوں رافضیوں کو خوش کرنے کے لیے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کا جو جواب دیا جائے گا اس سے لازم آئے گا کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کے پہلو میں نہیں بلکہ مدینہ طیبہ میں بھی نہیں مدینہ سے باہر کسی جنگل میں ہیں۔

دیوبندیو! ہوش میں آؤ تم ایسے کرائے کے بھانڈو کو پالتے ہو جو تمہارے نادان

دواست ہیں۔ جو اسلام اور سنیت کے دشمن، رافضیوں کے سی آئی اے ہیں۔ وہ تمہیں کہیں منھ دکھانے کے لائق نہیں رکھیں گے۔

دیوبندی امام کی علمی استعداد:

بھوجی نے اپنی سرگذشت کے مطابق اہل سنت کے طلبہ کی استعداد کے سلسلے میں یہ مسخراپن کیا تھا کہ ہدایۃ النحو میں ایک جگہ ہے: فلک الخیار، اس کو ایک بریلوی طالب علم: فلک الخیار پڑھتا تھا اور اردو ترجمہ یہ کرتا تھا: آسمان میں ٹکڑی اگی ہے۔ جھوٹوں سے سند کا مطالبہ تضیع اوقات ہے، خصوصا ایسے جھوٹوں سے کہ دروغ مسلسل کی وجہ سے بمصداق لعنۃ اللہ علی الکاذبین ان کے اوپر بھی لعنت، نیچے بھی لعنت، پیچھے بھی لعنت، آگے بھی لعنت اندر بھی لعنت، باہر بھی لعنت جو سراپا لعنت ہیں۔

آیئے ہم آپ کو دیوبندی جماعت کے کسی طالب علم کی نہیں، کسی مدرس تک نہیں صرف کسی مفتی کی نہیں کسی صرف مفسر کی نہیں، کسی صرف محدث کی نہیں بلکہ ایسی شخصیت کی استعداد کا دستاویزی ثبوت پیش کرتے ہیں جو دیوبندی جماعت میں مربی خلائق، (رب العالمین بھی ہے، رحمۃ للعالمین بھی ہے، صدیق بھی ہے، فاروق بھی ہے، عثمان بھی ہے، علی بھی ہے، ابوحنیفہ بھی ہے، امام مالک بھی ہے، امام شافعی بھی ہے، امام احمد بن حنبل بھی ہے، جنید بھی ہے شبلی بھی ہے، غوث اعظم عبدالقادر بھی ہے، خواجہ غریب نواز معین الدین اجمیری بھی ہے، ہانی اسلام کا ثانی بھی ہے، قطب الارشاد بھی ہے اس جب پر سہاگہ یہ کہ عورت کے ساتھ ایک مرد کا شوہر بھی ہے) یہ گنجینۂ اوصاف و مخزن کمالات دیوبندی مذہب کے بانی گنگوہی صاحب ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں لکھا ہے۔

ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا۔ قاری قراءت کر رہا تھا کسی مقام پر عطارہ کا لفظ آیا برابر میں ایک طالب علم ولایتی بیٹھا ہوا تھا، جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اس نے بے چارہ قراءت کنندہ کے زور سے کہنی ماری اور کہا ٹھہرو ہم نہیں سمجھا اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ عطارہ معنی چہ؟ آپ نے فرمایا: زوجۂ عطر فروشندہ، قاری نے پھر قراءت شروع کردی

بے چارہ ولایتی اب بھی نہ سمجھا دوبارہ پھر کہنی ماری اور حضرت سے دریافت کیا مولانا! عطارہ معنی چہ؟ ہم نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا عطر فروش کی بیوی۔ پھر قاری نے قراءت شروع کی تیسری مرتبہ ولایتی نے پھر کہنی ماری اور تیز نظر سے دیکھ کر کہا ٹھہرو ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی؟ اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا عطر بیچنے والے کا جورو۔ اس وقت ولایتی خوش ہوا اور کہا ہاں سمجھا ہاں بھائی چلو۔ (ص ۹۰ ج ۱)

بھوجی تو اپنے ٹھکانے گئے، اور اسٹیج پر بیٹھ کر قہقہہ لگانے والے اسی زمین پر بیٹھ کر بھوجی بھانٹ کی نقالی سے محظوظ ہو کر کھلکھلا کر ہنسنے والے اپنے اپنے مقر گئے۔ اب میں پوری دنیا کے دیوبندیوں کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ دکھا دیں یا ثابت کر دیں کہ عطارہ کے معنی "عطر بیچنے والے کی بیوی" درست ہے۔ سارے دیوبندی جھوٹے مرتے مرجائیں گے مگر اس کو ثابت نہیں کر پائیں گے۔ فنجعل لعنة الله على الكاذبين.

گدھا کھانے کا افترا:

بھوجی نے ہم اہل سنت پر چیتا جاگتا یہ افترا کیا ہے کہ ہم دیسی گدھا حلال جانتے ہیں۔ اور کھاتے ہیں اگرچہ لفظ دیسی نہیں کہا ہے مگر اس کی تقریر کے سیاق وسباق سے متعین ہے کہ اس کی مراد یہی دیسی گدھا تھی۔ اس نے گدھے اور شیر کا قصہ بیان کیا اور وہ بھی اس بدحواسی کے عالم میں کہ کہنا چاہتا تھا گدھا منھ سے نکلتا تھا شیر۔ اور یہ قصہ دیسی گدھے کے بارے میں مشہور ہے۔ اس تقریر میں بھی یہی کہا ہے کہ ہاں ہاں یہ ہی گدھا کھاتے ہیں۔ پھر جب مطلق گدھا بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی دیسی گدھا ہوتا ہے جنگلی گدھا گورخر مراد نہیں ہوتا۔ اس پر اسٹیج پر بیٹھنے والوں سے لے کر نیچے بیٹھنے والے تک سب نے بہت زوردار قہقہہ لگایا۔ ان قہقہہ لگانے والوں بلکہ سارے جہاں کے دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ اگر ان کی ماؤں نے دھوکہ نہیں کھایا ہے تو وہ ثابت کریں کہ ہمارے عالم تو عالم کسی بے پڑھے فرد نے دیسی گدھے کو کھایا ہے یا حلال کہا ہے۔ لیکن ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی دیوبندی اس کو ثابت نہیں کر سکتا ہے۔ اس لیے دیوبندیوں کو چاہیے کہ یہ آیت کریمہ "إِنَّمَا يَفْتَرِي

الکذب الذین لایؤمنون بآیات اللہ " پڑھ پڑھ کر اپنے سینے پر دم کریں۔

دیوبندیوں کی خاص عبادت:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے گناہ صغیرہ کی مثال میں تحریر فرمایا تھا جیسے اجنبیہ کو بوسہ لینا، اس پر گیاوی جی نے خوب خوب لن ترانیاں کی ہیں۔ اور مٹک مٹک کر تھرک تھرک کر اور بھاؤ بتابتا کر اپنے سارے کرتب دکھائے ہیں۔ ناظرین آئیں ہم انہیں دکھائیں کہ احادیث میں بھی یہی مثالیں مذکور ہیں۔ در منثور میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ الا اللمم سے کیا مراد ہے تو فرمایا یہ (اجنبیہ) کی طرف دیکھنا ہے، اس کی چٹکی لینا ہے، اس کا بوسہ لینا ہے اور اپنے جسم کو اس سے چپکانا ہے۔

گیاوی جی میں ہمت ہے تو جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر حمرا بازیاں کی ہیں پھبتیاں کسی ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہی کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص نہیں سارے مفسرین نے قریب قریب یہی مثالیں دی ہیں۔ گیاوی جی نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر جو پھبتیاں کی ہیں وہ حقیقت میں تمام مفسرین کرام اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہیں۔ لیکن دیوبندیوں کو اس کی کیا پرواہ دیوبندی مذہب کی بنیاد ہی اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر ہے۔ دیوبندیوں کے ڈھیلے اسکرو کو ٹائٹ کرنے کے لیے ان کے گھر کی سیر کراتے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ شیطان لعین کے علم کو وسیع مانتے ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا علم غیب ہر کس و ناکس ہر زید و عمرو بکر، ہر بچے پاگل اور ہر جانور چوپائے، گدھے، کتے، کھٹمل، مکھی، پھو کو حاصل مانتے ہو تو تم سے کیا بعید کہ ایک عالم متبحر کو جو جی میں آئے کہہ ڈالو۔ آخر تمہارے گنگوہی جی نے علمائے حرمین طیبین کو براہین قاطعہ میں جو جی میں آیا ہے لکھ مارا ہے۔ چوں کہ تمہارے سامنے قرآن کی آیت پڑھی جائے تو بھی اینٹھتے ہو، حدیثیں پڑھی جائیں تو ٹر مستی کرتے ہو ہاں جب تمہارے مولویوں کا کوئی افسوں سنایا جاتا ہے تو گھر میں بھاگتے ہو، آؤ! تمہارے بہت بڑے، بھاری بھر کم ہمالیہ سے بھی اونچے ایسے شیخ التفسیر کی بتائی ہوئی ایک

عبارت کا پتا بتاؤں جس سے تمہاری طبیعت ہری ہو جائے۔

سنو! شبیر احمد عثمانی صاحب نے محمود الحسن صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے، اس میں سورۂ نساء کی آیت کریمہ: "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ" کے تحت لکھا ہے:

سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی مقدمات اور اسباب ہوں۔ اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے۔ لیکن فعل زنا کا توقف اور اس کا بطلان در اصل فرج یعنی شرم گاہ پر موقوف ہے۔ یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ، زبان، دل سب کا زانی ہونا متحقق ہو گیا۔ اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ اور اجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے۔ فقط زنا کی معیت کی باعث گناہ قرار دیے گئے تھے، وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے۔ یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا۔ اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی۔ کیوں کہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے۔ صرف اس وجہ سے کہ "زنا" کے لیے وسیلہ بنتے تھے، معصیت میں داخل ہو گئے۔ جب زنا کے لیے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح کا مخالف ہے۔

دیوبندیو! تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے کتنی عمدہ و مزیدار عبادت ایجاد کر دی ہے۔ طوائف کے کوٹھے پر چلے جاؤ، اسے خوب دیکھو، خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ کرو، ہاتھا پائی کرو، بوس و کنار کرو، مگر زنا نہ کرو اور توبہ کر لو تو رنڈی کا دیکھنا عبادت ہے اس سے باتیں کرنا بھی عبادت، اس سے چھیڑ خانی کرنا بھی عبادت، اس سے بوس و کنار بھی عبادت۔ پھر رنڈی ہی کی تخصیص نہیں کسی مرد کے ساتھ بھی معاملہ ہو اور دخول نہ ہو اور توبہ کر لو تو سب عبادت ہو جائے گا۔ غالباً اسی عبادت کو ادا کرنے کے لیے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب کو چارپائی پر چت لٹا کر گنگوہی جی ان کی چھاتی کو دبایا کرتے تھے۔

دیوبندیو! لو تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر میں ان سب باتوں کو لکھ کر اور گنگوہی صاحب نے اس کو برت کر تمہارے لیے عیاشی کا سامان مہیا کر دیا اور ساری عیاشی کو عبادت قرار دے دیا۔

توبہ سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں، مگر گناہ عبادت نہیں ہوتا۔ پھر سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ شیخ التفسیر صاحب صاف صاف تحریر فرماتے ہیں کہ اجنبیہ کو بالقصد گھور گھور کے دیکھنا اس سے زنا کی باتیں کرنا اصل میں معصیت نہیں، مباح ہیں۔ سبحان اللہ! تاکہ اسی فارمولے پر عمل کرنے کے لیے مالدار طبقہ دیوبندی ہو جاتا ہے کہ چلو رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کے دیکھیں گے اس سے شہوانی باتیں کریں گے اس سے بوس وکنار کریں گے مگر زنا نہیں کریں گے صبح کو توبہ کر لیں گے ساری رات عبادت میں بسر ہوگی یا کم از کم ایک جائز کام میں بسر ہوگی۔

اس الٹی کھوپڑی کا کوئی علاج نہیں کہ یہ ساری چیزیں زنا کی معیت سے گناہ ہیں معصیت ہیں، ورنہ مباح ہیں تو اگر کسی نے زنا نہیں کیا اور بوس وکنار وغیرہ سب کر لیا تو اس نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اسے توبہ کی ضرورت ہو۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ توبہ کی قید دھوکہ کی ٹٹی ہے، آدمی رنڈی سے زنا کے علاوہ سب کچھ کرے تو دیوبندی مذہب میں وہ سب عبادت ہے۔ واضح ہو کہ عثمانی صاحب نے ابتدا میں صرف دیکھنے اور بات کرنے اور نفس کی خواہش کو ذکر کیا مگر بعد میں ذرائع مقدمات، اسباب کہہ کر عام کر دیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بوس وکنار بھی زنا کے مقدمات اور ذرائع میں سے ہے۔ اب اگر کسی نے عورت کے ساتھ بوس وکنار کر لیا، بلا حائل شرمگاہ کو شرمگاہ سے مس کر لیا اور زنا نہیں کیا تو دیوبندی مذہب میں یہ سب عبادت ہے۔ کہاں ہیں گیاوی جی اور بھوجی کہاں ہیں آئیں اور اپنے شیخ التفسیر صاحب کی اپنے مذہب کی بیان کی ہوئی اس مزیدار عبادت کو دیکھیں۔

ناظرین! آپ بھولے نہیں۔ بھوجی نے ہمارے بارے میں اپنی تقریر میں دیوبندی مولویوں کی موجودگی میں بھرے مجمع میں علی رؤس الاشہاد یہ جملہ کہا ہے:

رضا خانیوں کی مقعد میں کانٹے چبھنے لگتے ہیں۔

ارشاد ہے:

جزاء سیئة سیئة مثلها ۔ جیسے کو تیسا

مختصب ثم قلت ومن سرا و

سن بالسن والجروح قصاص

کوتوال نے گھڑا توڑا، میں نے اس کا سر، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم۔

گیاوی جی نے حفظ الایمان کے حاشیے میں وارد لفظ "ایسا کرے کا نہیں" کے بارے میں بیان کیا کہ "ایسا" یہاں ندۃ تشبیہ کے لیے ہے اور داتا اور اس قدر کے معنی میں بلکہ "یہ" کے معنی میں ہے۔ اور حفظ الایمان کی عبارت میں بھی اسی معنی میں ہے اس لیے کفر نہیں۔

اسی کو کسی نے کہا ہے کہ:

ایک شخص نے جنگل میں ایک ہرن پکڑا، اس کے پاس رسی بھی نہیں تھی کہ اسے باندھتا اور نہ چھری تھی کہ ذبح کرتا اور ہرن پوری طاقت سے اچھل کود کر رہا تھا اس کے اچھل کود سے زمین کا [illegible] اس شخص نے وہ خنجر نکال کر ہرن کو ذبح کر دیا۔

یہی حال گیاوی جی کا ہے بہت اچھلے کودے اور حفظ الایمان کی کفری عبارت کو ایمان بنانے کے لیے [illegible] اور اہل سنت کو خود ایسا ہتھیار تھما دیا کہ جس سے خود بھی ذبح ہو گئے اور تھانوی صاحب بھی۔

ناظرین غور کریں! حفظ الایمان کی پوری عبارت یہ ہے:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علم غیب مراد ہے تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو ہر زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔

ناظرین غور کریں! ایسا اس عبارت میں اگر "یہ" کے معنی میں ہے تو دوسرے لفظ میں

عبارت یہ ہوئی: "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہوئی یہ علم غیب تو ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"۔ یہ سے پہلے ذکر کی ہوئی بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور یہاں اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب مذکور ہے تو لفظ "یہ" سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا علم غیب مراد ہوگا۔ اب عبارت دوسرے لفظوں میں یہ ہوئی "اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور کی کیا تخصیص ہوئی، حضور کا علم ہر زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے"۔ یہ کفر میں ساری توجیہوں سے بڑھ جاتا ہے [illegible] تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور جیسا علم ہر کس و ناکس کو حاصل ہے اور اتنا اور اسی قدر [illegible] تو مطلب یہ ہوگا کہ حضور کے برابر ہر کس و ناکس کو علم غیب ہے۔ مگر یہ لازم نہیں آئے گا کہ بعینہ حضور کا علم غیب ہر کس و ناکس کو حاصل ہے۔ اور بقول [illegible] یہ کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ بعینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہر کس و ناکس کو حاصل ہے۔ دونوں پہلے والی شقوں کی بہ نسبت یہ کفر میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ میں نے اسی کو "منصفانہ جائزہ" میں بیان کیا ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت کی جو بھی توجیہ کرو سب کفری ہوگی۔

بھوجی نے یہ [illegible] کی تھی کہ گھوسی میں ایک [illegible] ہوا، بھوجی کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان پر کفر کا الزام لگانا [illegible] ہے۔ حدیث میں ہے "فقد باء بها احدهما" وہ کفر دونوں میں سے کسی ایک پر آئے گا۔ یا تو وہ اپنے کفر کا اقرار کریں یا پھر وہ ثبوت دیں کہ گھوسی میں کس نے کس [illegible] ہوئے جتنے دیوبندی تھے یا جلسہ میں موجود تھے سب اس دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ آئیے اب ہم بتاتے ہیں کہ دیوبندی جماعت کس کس کو نبی مانتی ہے۔ تھانوی، رسالہ الامداد ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ پر ہے تھانوی کے ایک مرید نے ان کو لکھا:

خواب میں دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں خیال ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی دوبارہ پڑھتا ہوں بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔ مجھ کو علم ہے اس

طرح درست نہیں۔ لیکن بے اختیار زبان سے یہی نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور (تھانوی) کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔ اتنے میں میری حالت یہ ہوئی کہ میں بوجہ رقت زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ اندر کوئی طاقت نہ رہی۔ اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بے حسی اور اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن خواب و بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔ بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے، پھر ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ میں بایں خیال بیٹھ گیا، پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہی کہتا ہوں "**اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی**" حالانکہ اب بیدار ہوں خواب میں نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں، مجبور ہوں، زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا۔ دوسرے روز بیداری میں رقت رہی، خوب رویا، اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔۔۔۔۔۔اپنے مرید کے اس کفری مضمون کے خط کے جواب میں اب تھانوی صاحب نے لکھا:

اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے۔

ناظرین خواب کی بات جانے دیں، اس بیداری میں اور ہوش وحواس میں جو درود پڑھا، اس میں اشرف علی کو بیٹھا کہا جس کے جواب میں تھانوی صاحب نے وہ فرمایا اس مرید نے ہوش وحواس کی حالت میں اس کا تدارک درود شریف پڑھا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت کی پوری تفصیل اس کو یاد ہے۔ پاگل یا بے ہوش ہوتا تو تفصیل یاد کیسے رہتی۔ رہ گیا یہ بہانا کہ زبان قابو میں نہ تھی۔ شفا شریف وغیرہ میں تصریح ہے کہ یہاں یہ عذر نہیں سنا جائے گا۔

دوسرا نمبر: تذکرۃ الرشید کے مقدمہ میں ہے:

اثنائے کتابت میں ایک صاحب دل دیندار شخص کا جن کی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ بے مبیل ڈاک لفافہ پہنچا۔ انہوں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جاری ہے اور ایک بزرگ نے اس کی تعبیر کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے کسی

کامل تبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔ پس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔ (ص ۸)

ہر شخص سوچے گنگوہی جی کی سوانح کو خواب کے بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح سے تعبیر کرنے کا کیا مطلب ہے؟

تیسرا نبی: دیوبندیوں کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب نے گنگوہی اور نانوتوی صاحبان کے بارے میں لکھا۔

شرک بدعت سے کیا صاف دو سنت کو
پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

دین کا ناسخ ہونا نبی کا خاصہ ہے جس سے ثابت کہ دیوبندی مذہب میں نانوتوی اور گنگوہی صاحبان رسول ہیں۔

مزید کفر: اس شعر میں نانوتوی اور گنگوہی صاحبان کے لیے ادعائے نبوت کے سوا اور بھی کفر ہے، جو دین منسوخ ہوتا ہے، وہ من جانب اللہ ہوتا ہے، اور حق ہوتا ہے۔ اس شعر میں شرک وبدعت کو منسوخ مانا۔ اس سے ثابت کہ دیوبندی مذہب میں کفر وشرک حق ہے، اور من جانب اللہ ہے۔ یہ صریح کفر ہے۔

ایک حسرت: نانوتوی صاحب نے اپنی ذہانت وفطانت کی ساری توانائیاں صرف کر کے تحذیر الناس میں یہ ثابت کیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ نبی بالذات ہے۔ اگر حضور کے زمانہ میں یا حضور کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو جائے تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

انھوں نے مسلمانوں کی نبض ٹٹولنے کے لیے یہ شگوفہ چھوڑا تھا مگر جب پورے ہندوستان سے ان پر لے دے مچی حتی کہ ان کی تکفیر تک ہوئی تو دبک کر بیٹھ گئے۔ لیکن غلام احمد قادیانی نے ان کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہ بیچارے منہ تکتے رہ گئے کہ کھچڑی میں نے پکائی اور قادیانی ہانڈی لے کر بھاگ گیا اور قادیانیوں کو مخاطب کر کے بڑی حسرت سے کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ قادیانی اپنے کو احمدی کہتے ہیں:

کرم کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

اس شعر میں احمدی سے مراد قادیانی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے قادیانی! راہ میں نکالی تھی تو نبی بن بیٹھا، اب مجھ پر کرم کر تیرے سوا اب میرا کوئی حامی کار نہیں۔

لوگ مجھ کو کافر کہہ رہے ہیں، میں کہیں منہ نہیں دکھا سکتا۔ مسلمانوں کے یہاں نام نہیں ظاہر کر سکتا۔ مدد کر میری جان بچا۔

بھوجی نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھ نہیں مانتے ہیں، یہ ان کا اپنے مذہب سے ارتداد ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے سے گزر کہ گنگوہی صاحب نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

دیوبندیو بولو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف عقیدے رکھنے وا کون ہے؟

دیوبندی رافضی ہیں:

ہم اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا یقیناً بلاشبہ اہل سنت وجماعت سے خارج رافضی یا خارجی ہے۔ مگر دیوبندیوں کے مذہب میں صحابہ کرام کو کا کہنے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۳۱ ار میں ہے:

جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے اور وہ اس کبیرہ کے سبب سنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا۔

دیوبندیو دیکھو! اپنے مذہب کو جانو، تم بے پڑھے لکھے ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے پیشوا دوہرے عقیدے رکھتے ہیں۔ کتابوں میں کچھ عقیدہ ہوتا ہے اور اسٹیج پر آ کر کچھ کہتے ہیں۔ جیسا کہ تمہارے اسلاف کے بارے میں فرمایا گیا:

اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ

جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، اور جب اپنے شیطانوں

ے تنہائی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔
صحابہ کی تکفیر کرنے والے کو سنی مسلمان کہنا کھلی رافضیت ہے۔

بھوجی کا کفر:

بھوجی نے اپنی تقریر میں رأس المنافقین ابن ابی ابن سلول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا یہ کون تھا؟ سب سے اعلیٰ تھا! اور اس کی نماز جنازہ اس سے اعلیٰ نے پڑھائی۔

کلام کے سیاق سے ظاہر ہے کہ یہاں اعلیٰ سے مراد منافقت میں اعلیٰ ہے۔ اس لیے کہ بھوجی نے یہی بتایا ہے کہ ابن ابی ابن سلول سب سے اعلیٰ منافق تھا۔ اب جب اس نے کہا کہ اس کی نماز جنازہ اس سے اعلیٰ نے پڑھائی اور یہ نماز پڑھانے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو لازم آیا کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی ابن سلول سے بھی اعلیٰ منافق تھے۔ اس لیے کہ اعلیٰ اسم تفضیل ہے معنی تفضیل کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ مفضل میں وہ وصف کچھ زیادہ پایا جائے جو مفضل علیہ میں ہے۔ اور اگر اس وصف میں مشارکت نہ ہو تو تفضیل باطل۔ مثلاً بے وقوفوں کا تذکرہ چل رہا ہے کہنے والے نے کہا: زید ان سب میں اعلیٰ ہے، اور بکر اس سے بھی اعلیٰ درجے کا ہے۔ اسی طرح بھوجی کے اس جملے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ابن ابی ابن سلول اعلیٰ درجے کا منافق تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی اعلیٰ درجے کے منافق تھے۔ مگر سارے دیوبندی عوام، خواص نے اس جملہ کو سنا اور خوب مزہ لیا اور دیوبندیوں کو کیوں نہیں اس میں لذت ملتی جب کہ ان کا بنیادی عقیدہ ہے کہ شیطان لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع ہے۔

تنبیہ: صوفی اقبال احمد صاحب نے کرامات اعلیٰ حضرت میں یہ لکھ دیا "زبان وقلم کے مالک نے ہر لغزش سے محفوظ رکھا ہے" اس پر دیوبندیت کے لنکا میں آگ لگ گئی، اور ان کا پورا لنکا جل کر بھسم ہوگیا۔ اور گیاوی جی نے تو وہ چیخ پکار مچائی کہ سارے شیاطین الانس والجن رقص کرنے لگے۔ اس پر ہماری دو گزارش ہے۔

(۱) ہم اہل سنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو معصوم نہیں جانتے۔ اور یہ اعتقاد

نہیں رکھتے کہ ان سے کوئی لغزش نہیں ہوئی۔ ہمارا موقف اپنے اکابر کے بارے میں یہ ہے "کل ماخوذ بقولہ الا صاحب ھذا القبر" اور صوفی اقبال احمد صاحب نہ کوئی عالم ہیں نہ ہماری جماعت کے علمی اعتبار سے معتمد فرد۔ انہوں نے اور بھی گل افشانیاں کی ہیں۔ مثلاً اپنی کتاب "شمع شبستان رضا" میں یہ لکھ دیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کرکٹ جیتنے کے لیے ایک فریق کو عمل بتایا تعویذ دیا یہ بھی غلط ہے۔ ہم پر ہر کس وناکس کا قول حجت نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب اعلیٰ حضرت معصوم نہیں تو ان کے فتوے کا کیا اعتبار۔ یہ بات تو ہر عالم بلکہ ہر امام بلکہ ہر صحابی کے بارے میں کہی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ معصوم نہیں۔ اگر معصوم نہ ہونے کے لیے یہ لازم ہو کہ ان کے فتاوی غیر معتبر تو سارا دین برباد۔ پھر گیاوی جی کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ ان کے اکابر بھی معصوم نہیں تو ان کے بھی سارے فتاوی ساری کتابیں ردی کی ٹوکری میں ڈالی جانے کے قابل۔

(۲) دوسری گزارش یہ ہے کہ دیوبندی مذہب یہ ہے کہ:

حق وہی ہے جو گنگوہی جی کی زبان سے نکلتا ہے اور اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے گنگوہی کی اتباع پر" (تذکرۃ الرشید ص ۱۷)

تو اس سے لازم کہ گنگوہی صاحب سے کوئی گناہ کوئی معصیت کوئی لغزش نہیں ہوئی، ان کے منھ سے جو نکلا وہ حق۔ انہوں نے جو کچھ کیا وہ حق، ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ لیکن آپ لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے لغزشیں ہوئیں۔ تو لازم آیا کہ آپ کے نزدیک گنگوہی صاحب انبیائے کرام سے افضل بلکہ آپ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم نہیں۔ نانوتوی صاحب کے کتابچے تصفیۃ العقائد کے صفحہ ۲۵ پر یہ ہے:

بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔

انبیائے کرام معاصی سے معصوم نہیں، خصوصاً جھوٹ سے اور گنگوہی صاحب گناہ ہی نہیں ہر غلطی سے محفوظ ہیں جو بولتے ہیں وہ حق ہے جو کرتے ہیں وہ حق ہے۔ تو ثابت کہ

دیوبندی مذہب میں گنگوہی صاحب کا مرتبہ انبیائے کرام سے افضل و اعلیٰ ہے۔

گیاوی جی علمی پانگی:

گیاوی جی نے اپنے آپ کو بہت بڑا محقق ہونا ظاہر کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں ریح واحد آیا ہے اس سے مراد عذاب ہے اور جہاں جمع آیا ہے اس سے مراد رحمت و بشارت ہے۔ یہ کلیہ غلط ہے قرآن کریم میں ریح کو طیبہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ (سورہ یونس)

صوفی استغفر اللہ کا قصہ:

گیاوی جی نے جھوٹ کے پھنکے اڑاتے ہوئے یہ بیان کیا کہ ہماری جماعت کے ایک بزرگ صوفی استغفر اللہ تھے، انھوں نے مجاہد اہل سنت حضرت علامہ احمد نورانی مدظلہ العالی سے رودررو مباہلہ کرنے کو کہا مگر نورانی میاں کو یہ ہمت نہیں ہوئی۔ نورانی میاں مرگئے مگر مباہلہ کی ہمت نہیں کر سکے۔

یہ بھی سراسر جھوٹ، فریب مکر ہے۔ صوفی استغفر اللہ دنیا کے پردے میں کہیں موجود بھی ہیں یا نہیں کچھ پتا نہیں۔ اور نہ ان کی حضرت علامہ نورانی میاں صاحب قبلہ سے کبھی ملاقات ہوئی ہے۔ اور نہ حضرت نورانی میاں صاحب قبلہ کی وفات ہوئی ہے۔ وہ اب بھی ہدایت وفیض کے ساتھ زندہ ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں نے مباہلہ کا ایک پمفلٹ شائع کیا جو ہندوستان و پاکستان میں لاکھوں لاکھ کی تعداد میں بٹا۔ اس میں علامہ نورانی میاں کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا تھا، اور مدینہ طیبہ کا ایک پتہ درج تھا وہ اس پتہ پر بات چیت کریں۔ اس پتہ پر خط لکھا گیا۔ کوئی جواب نہیں آیا رجسٹری بھیجی گئی وہ ہضم۔ پھر مدینہ طیبہ میں جو سنی حضرات رہتے ہیں ان سے کہا گیا کہ وہ تلاش کریں وہ کون شخص ہے پھر علامہ نورانی میاں صاحب خود مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، گلی گلی تلاش کیا لیکن کہیں سراغ نہ لگا، یا تو یہ کوئی فرضی نام تھا یا کوئی شیطان تھا، جو استغفر اللہ سن کر بھاگ گیا۔

ابھی حال ہی میں کانپور سے دیوبندیوں نے ایک کتابچہ شائع کیا۔ مصنف کا نام ظہیر الدین بتایا۔ چوں کہ کانپور میں ظہیر الدین نام کے استقامت کے ایڈیٹر جناب مولانا قاری ظہیر الدین صاحب برکاتی موجود ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ دھوکہ میں آجائیں کہ یہ رسالہ انہیں کا لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح امکان قوی ہے کہ صوفی استغفر اللہ کوئی فرضی کردار ہے۔ ہمیں یہ بتانا ہے کہ گیاوی جی نے جھوٹ کے پھٹکے اڑائے ہیں، نہ تو کبھی حضرت علامہ احمد نورانی صاحب کی کسی صوفی استغفر اللہ سے ملاقات ہوئی ہے اور نہ روبرو کسی دیوبندی نے ان کو مباہلے کا چیلنج دیا ہے۔ دیوبندیوں کے پمفلٹ کے چھپنے کے بعد اس میں درج پتے پر پوری جدوجہد کے ساتھ تلاش ہوئی، مگر اس پتے پر پمفلٹ چھاپنے والے کا کہیں پتہ نہ تھا۔ وہ ایسے غائب تھا جیسے دیوبندیوں کے دل سے ایمان۔

دیوبندیو! اشرما کا آج سے پندرہ بیس سال پہلے سید العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے قاری طیب صاحب آنجہانی کو چیلنج کیا تھا کہ مباہلہ کرے۔ اور یہ چیلنج مباہلہ قاری طیب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجا بھی گیا۔ قاری طیب مرکر مٹی میں مل گئے، مباہلے کے لیے تیار ہونا تو بڑی بات ہے، اس کا جواب تک نہیں دیا۔ ان کے بڑے بڑے مباہلے والے ہیں کرمٹی میں مل گئے۔ یہ چوچو، چہ پدی کے شوربے، ان کے دم چھلے مباہلہ مباہلہ چلاتے ہیں۔

دعوت مباہلہ

اتمام حجت کے لیے میں سارے جہان کے دیوبندیوں کو بطریق شرعی دعوت مباہلہ دیتا ہوں۔ ہماری طرف سے مباہلہ کرنے کے لیے ہمارے موجودہ وقت کے سب سے بڑے مقتدا جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی ہوں گے اور دیوبندیوں کی طرف سے ان کے سب سے بڑے عالم دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث ہوں گے اور مباہلہ بطریق شرعی ہوگا۔ جس کا بیان سورۂ آل عمران کی آیت مباہلہ میں ہے فرمایا:

تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ

نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آیت: ۶۱)

ان سے فرما دو آؤ! ہم اپنے اپنے بیٹوں اور اپنی اپنی عورتوں اور اپنی اپنی جانوں کو بلائیں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

محبوب عالم کا قصہ:

اعظم گڑھ کی تحصیل اترولیا کا رہنے والا ایک شخص محبوب عالم ہے۔ یہ پہلے سنی تھا۔ اب مرتد ہو کر دیوبندی ہو گیا ہے۔ اس کے ارتداد کو کیا وہابی نے نمک مرچ لگا لگا کر مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ لیکن انہیں خبر نہیں کہ یہ شخص کیوں مرتد ہوا؟ اس نے خود اپنے ارتداد کی وجہ یہ لکھی ہے:

میں دیکھتا ہوں کہ بریلوی غریب، مفلس، قلاش ہیں۔ اور دیوبندی مالا مال خوش حال ہیں۔ میں نے غور کیا تو اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ بریلوی خواجہ معین الدین اجمیری اور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے مانگتے ہیں۔ ان کے پاس ہے کیا کہ دیں گے؟ اور ہے بھی ہیں تو تھوڑا دیتے ہیں، اور دیوبندی اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں، اس کے یہاں سب کچھ ہے وہ دیوبندیوں کو خوب خوب دیتا ہے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص دولت کے لالچ میں مال دار بننے کے شوق میں دیوبندی ہوا ہے۔ چنانچہ دیوبندی ہونے کے بعد ایک دیوبندی ادارے سے بہت بڑی رقم ماہانہ گھر بیٹھے ملنے لگی۔

ناظرین! غور کریں کہ دولت کی لالچ میں جو دین بدلے اس کے دین بدلنے کا کیا اعتبار؟ پھر اس کی الٹی کھوپڑی کو صحیح مان لیا جائے تو لازم آئے گا ہندو حق پر ہوں۔ ہندوستان میں بڑے بڑے ہندو مالدار ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ ایسے مالدار ہندو بھی موجود ہیں کہ اگر چاہیں تو اکیلے ہندوستان کے سارے دیوبندی قارونوں کو خرید لیں۔

اس محبوب عالم کی زبان میں کوئی ہندو کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے اللہ کے پاس کچھ نہیں۔ اسی لیے مسلمان مفلس اور قلاش ہیں، اور ہمارے دیوتاؤں کے پاس سب کچھ ہے اس

لیے ہم سب مالا مال ہیں۔

گیاوی جی کو کیا خبر کہ دیوبند کے کتنے فارغ دیوبندی سنی ہوئے ہیں۔ ہمارے جامعہ اشرفیہ کے سابق قاری مدرس حضرت مولانا شمس الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی پہلے دیوبندی تھے۔ ابتدا ہی سے دیوبندی مولویوں سے پڑھا، دیوبند کے فارغ تھے۔ پھر اللہ نے ہدایت دی سنی ہوئے اور ایسے سنی ہوئے کہ آج جامعہ اشرفیہ کی جو حیثیت ہے وہ انہی کے دم قدم کی بہار ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب مئوی جو محلہ کانی مئو کے رہنے والے تھے۔ ابتدائی تعلیم مئو ہی میں حاصل کی پھر سہارن پور اور دیوبند جاکر تکمیل کی۔ بہت کٹر دیوبندی تھے، پھر اللہ نے ہدایت دی دیوبندیت سے توبہ کر کے انہوں نے سنیت کو اختیار کیا، اور مئو کے ماحول میں وہ اعلانیہ سنیت کی اشاعت کرتے رہے۔ دیوبندیوں نے انہیں طرح طرح سے ستایا، مارا پیٹا، مقدمات میں پھنسایا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

مولانا سید عبدالجلیل ہاپوڑی، یہ بھی دیوبند کے فارغ بہت کٹر دیوبندی تھے، لیکن پھر اللہ نے ہدایت دی سنی ہوئے اور سنیوں کے مبلغ بہت جوشیلے بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا کہ دیوبندی عبادت، شرک اور تعظیم کی صحیح تعریف کردیں۔ عبادت اور تعظیم میں کیا فرق ہے اس کو واضح کردیں۔ دیوبند جاکر وہاں کے شیخ الحدیث اور صدر مفتی اور سارے مدرسین حتی کہ قاری طیب کو بھی دیا۔ یہ سب مرکز سنی میں مل گئے مگر جواب نہ دے سکے۔

مولانا فضل معروف پوری، پورہ معروف کے رہنے والے تھے، دیوبند کے فارغ تھے، ابتدا میں دیوبندی تھے، پھر دیوبندیت سے تائب ہوکر سنی ہوئے، جس پر دیوبندیوں نے ان کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ ان کے دروازے کے قریب ایک ہندو کا کنواں تھا اس سے بھی پانی بھرنے نہیں دیتے، مگر ظالم دیوبندیوں کے سب مظالم برداشت کیے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ ان کے علاوہ بیسیوں ایسے دیوبندی ہیں جو دیوبندیت سے تائب ہوکر سنی ہوئے، اور سنی مشائخ کے ہاتھوں سے بیعت ہوئے۔ ان میں کئی حضرت مولانا غلام آسی صاحب

مد ظلہ العالی کے مرید ہوئے۔ قوالی سنتے ہیں جھومتے ہیں۔

گیاوی جی اور سارے دیوبندیو! ایک دو یا دس بیس کے ارتداد سے یہ دلیل لانا کہ مذہب اہل سنت باطل ہے۔ یہ تمہارا فریب اور دھوکہ ہے۔ دیوبندیوں کے مشہور قصبے کوپاگنج میں تین دیوبندی ہندو ہوگئے۔ ابھی وہ زندہ موجود ہیں کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہندو مذہب حق ہے۔

پھر دیوبند کا مدرسہ تو چوں چوں کا مربہ ہے۔ دیوبندی کا فاضل مشہور عیسائی مرتد عبدالحق پادری تھا، جو مدۃ العمر عیسائیت کی تبلیغ کرتا رہا۔ مسلمانوں سے مناظرے کرتا رہا۔ دیوبندی کے فاضل خواجہ حسن نظامی بھی تھے، گیاوی جی اور دیوبندی بتائیں وہ کس مذہب کے تھے؟

کسی لالچی کے مرتد ہونے کو جو مالدار ہونے کے شوق میں دیوبندی ہوا، اپنے مذہب کی حقانیت کی دلیل بنانا اس کی دلیل ہے کہ دیوبندیوں کو اس بات کا یقین ہے کہ ہمارا مذہب باطل ہے۔ اسی لیے اپنے مذہب کی حقانیت کے ثبوت میں ان لالچیوں کو پیش کرتے ہیں، جو دولت کے لالچ میں مرتد ہوکر دیوبندی ہوئے ہیں۔ یہ دلیل بالکل ویسی ہی ہے جو گیاوی جی نے بیان کی تھی۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ دھتورا گول ہے دلیل یہ دی کہ چاول سفید ہے۔

تیسرا کفر:

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قصیدہ "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کا تمسخر کرتے ہوئے گیاوی جی نام کے اسلام کو بھی بلکہ اپنے مذہب کو بھی پس پشت ڈالدیا، اور دیوبندی مذہب کی روایت کے مطابق جھوٹ پر جھوٹ بولتے چلے گئے جن میں سب سے اعلیٰ درجے کا جھوٹ یہ بولے کہ حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا نام مصطفےٰ نہیں تھا عبدالمصطفےٰ تھا اور جیسا کہ عادت ہے کہ اس قسم کے اسما میں عبد کو چھوڑ کر صرف مضاف الیہ کے ساتھ کسی کو پکارتے ہیں ان کو مصطفےٰ کہا جاتا تھا۔ جب کہ حقیقت میں حضرت مفتی اعظم کا نام نامی مصطفےٰ رضا تھا، اسی سلسلے میں گیاوی جی نے الطاری الداری علی ہفوات عبدالباری کا بھی ذکر

کیا۔ چونکہ اس تقریر سے پہلے ختم خانہ گنگوہی کی کفری بہت تیز و تند شراب پی لی تھی، اس لیے اس کتاب کا نام لیتے وقت اصوات کی جگہ کفریات کہا دیو بندیو! تم نے ایسے بدمست کو اپنا رہنما بنا رکھا ہے جو شراب میں وحشت کی طرح جوش میں آتا ہے بڑبڑاتا ہے۔

الطاری الداری کا موضوع مولانا عبدالباری صاحب مرحوم لکھنوی کے بعض ایسے کلمات پر ان سے سوالات تھے جو ان سے مسٹر گاندھی کی محبت میں خلاف شرع سرزد ہوئے تھے۔ مثلاً انہوں نے گاندھی کی محبت میں سرشار ہو کر یہ کہا تھا۔

عمر یکہ با آیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستے کردے

جو عمر آیات و احادیث کے ساتھ گزری سب ایک بت پرست پر نثار کر دیا۔

اعلیٰ حضرت کو گالیاں دینے کا شوق ہے تو ہم اس شوق پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتے۔

حضرت نظام الشریعۃ والطریقۃ والدین محبوب الٰہی قدس سرہ کو ایک شخص برا بھلا کہتا تھا حضرت کو اطلاع ہوئی تو اس کا یومیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ کچھ دنوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس کی بیوی نے اس کو ملامت کی کہ تو کیسا نالائق ہے؟ ایسے مہربان شخص کو گالیاں دیتا ہے۔ بالآخر اس کو شرم آئی اس نے گالیاں دینا بند کر دیا۔ جب اس کی اطلاع حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کو ملی تو اس کو پیسہ دینا بند کر دیا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی۔ عرض کیا کہ حضور جب وہ گالیاں دیتا تھا تو آپ اسے پیسے دیا کرتے تھے، اور جب اس نے گالیاں دینا بند کر دیا تو آپ نے اسے پیسے دینا بند کر دیا۔ فرمایا وہ گالیاں دیتا تھا تو میرے درجات بلند ہوتے تھے، وہ میرا کام کرتا تھا میں اس کی مزدوری دیتا تھا، اب جب اس نے میرا کام بند کر دیا تو میں نے مزدوری بھی بند کر دی۔

دیو بندیو! تم اپنے زعم میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو گالیوں پر گالیاں دے دے کر خوش ہو، خوش رہو، یہ گالیاں تمہارے کفر و معصیت کے گودام میں ٹھوک کے حساب سے جمع ہوں گی اور یقین رکھو کہ اللہ عزوجل تمہاری گالیوں کے عوض اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا جائے گا۔ مجھے یہ کہنا ہے کہ مسٹر گاندھی جیسے دشمن اسلام پر قرآن و حدیث

پڑھنے اور پڑھانے کو اثار کرنے کا حکم شرعی کیا ہے؟ لیکن اس کو کیا کیجئے گا کہ دیو بندی جماعت کے شیخ الہند ہوں یا شیخ الاسلام، یا مجاہد ملت مفتی اعظم بھی گاندھی کے بندۂ بے دام تھے۔ کیا وی جی نے اپنے بزرگوں کی جنگ آزادی کا تذکرہ بڑے طمطراق سے کیا ہے لیکن اس جنگ آزادی کا جو آج نتیجہ ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ مسلمان ہندوستان میں ہندوؤں کے غلام ہیں۔ اور ہندو مسلمانوں پر مسلسل کتنے مظالم کر رہے ہیں اور کس طرح مسلمانوں کو اقلیل اقلیل کر پس ماندہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ سب کو معلوم ہے۔ آپ کے بزرگوں نے جنگ آزادی نہیں لڑی تھی بلکہ مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنانے کی کوشش کی تھی، جس کی صحیح تعبیر اکبر الہ آبادی نے کی ہے۔

کانگریسی ملا تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمے ہیں

اسی قسم کی بہت سی باتیں مولانا عبد الباری صاحب مرحوم سے صادر ہوئی تھیں۔ جن پر اعلیٰ حضرت نے ایک دینی بھائی ہونے کی حیثیت سے خیر خواہانہ طور پر مواخذے کیے تھے۔ ان میں ایک مواخذہ یہ بھی ہے:

آپ کا نام عبد الباری ہے لوگ آپ کو باری میاں کہتے ہیں۔ آپ ان لوگوں کو منع تو کیا کرتے۔ اس کو پسند کیے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اللہ عزوجل کے اسمائے مختصہ میں سے ہے۔ علما نے لکھا ہے کہ جو اسما باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں اس کا اطلاق مخلوق پر کفر ہے۔

توضیح:

اللہ عزوجل کے اسما دو قسم کے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہیں کسی مخلوق پر ان کا اطلاق جائز نہیں جیسے رحمٰن، قدوس، قیوم، صمد وغیرہ۔

کچھ اسما وہ ہیں جن کا اطلاق مخلوق پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے رحیم، رؤف، حفیظ، کریم، علیم، وغیرہ۔

پہلی قسم کے اسما کا اطلاق مخلوق پر جائز نہیں حتی کہ فقہا نے اسے کفر لکھا ہے۔ مجمع

الانہر میں ہے:

اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق جل وعلا نحو القدوس والقيوم والرحمن وغيرها يكفر.

جو اسما خالق کے ساتھ مختص ہیں جب ان کا اطلاق مخلوق پر کرے تو کافر ہو جائے گا جیسے قدوس و قیوم اور رحمن وغیرہ۔

باری بھی انھیں اسما میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مجمع الانہر کے جزیئے کے پیش نظر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے مولانا عبد الباری مرحوم سے مواخذہ کیا تو ایک فرض کفایہ ادا کیا، جو اس وقت کے مفتیان کرام پر عائد تھا، لیکن گیاوی جی نے جی بھر کر اس کا استہزا کیا اور فریب یہ کیا کہ اس مواخذہ کو فتویٰ سے تعبیر کیا اور اس کتاب کے نام میں خرافات تھا اسے کفریات سے بدلا۔ دیو بندیو! کیا تمہارے مذہب میں دجل کرنا، فریب دینا، ثواب کا کام ہے؟ اگر توراۃ، انجیل کے محرفین یہود و نصاریٰ کو گیاوی جی مل جاتے تو وہ بھی ان کی شاگردی کا دم بھرتے۔ گیاوی جی نے مطلقاً اس کی اجازت دی ہے کہ جس کا نام عبد کے ساتھ اسمائے حسنیٰ کی طرف مضاف ہو اس شخص کو صرف مضاف الیہ کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔ مثلاً کسی کا نام عبد الرحیم ہے تو اس کو رحیم کہنا جائز۔ یہ تو صحیح ہے کہ جس کا نام عبد الرحیم ہو اس کو رحیم کہہ سکتے ہیں۔ جس کا نام عبد الحفیظ ہو اس کو حفیظ کہہ سکتے ہیں وغیرہ۔ تو کیا عبد الرحمن کو رحمن، عبد القدوس کو قدوس اور عبد اللہ کو اللہ کہنا جائز ہے؟ گیاوی جی نے تو مطلقاً اس کی اجازت دی ہے اس لیے ان کا اطلاق ان پر بھی جاری ہوگا جو اللہ عز و جل کے ساتھ خاص ہیں بلکہ اسم جلالت کلمۂ اللہ میں بھی جاری ہوگا اس لیے اگر کسی کا نام عبد اللہ ہو تو آپ کے فتوے کی رو سے اس کو اللہ کہنا جائز ہوگا۔ دیو بندیو! بولو کیا کہتے ہو؟ رہ گیا عوام کا معاملہ تو عوام کا حال یہ ہے کہ جس کا نام عبد اللہ ہوتا ہے اس کو عبدل لوا کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

لاکھوں سلام: گیاوی جی نے "لاکھوں سلام" پڑھنے پر بھی خوب خوب پھبتیاں کی ہیں یہاں تک کہہ دیا کہ یہ لوگ فریب دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ سلام پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں "لاکھوں سلام" اس لیے اب ان کو ان کے گھر کی سیر کرا دینی ضروری ہے۔ جناب حسین

احمد صاحب ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامہ "الشہاب الثاقب" کے صفحہ ۶۶ پر لکھتے ہیں:

ہمارے مقدس بزرگان دین اپنے متعلقین کو دلائل الخیرات وغیرہ (قصیدہ بردہ قصیدہ جزریہ) کی سند دیتے رہے ہیں، اور ان کو کثرت درود و سلام و تقریب قراءت دلائل وغیرہ کا امر فرماتے رہے ہیں۔ ہزاروں کو مولانا گنگوہی و مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم نے اجازت عطا فرمائی ہے، اور مدتوں خود بھی پڑھتے رہے ہیں۔

اس دلائل الخیرات میں جمعہ کے حزب منزل چہارم میں ایک نہیں دسیوں درودوں کے ایسے صیغے ہیں جس میں یہ ہے کہ اے اللہ! ہمارے سردار ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر روزانہ ہزار بار درود۔ ۔ یہ بندہ کیا گیا دی تو کیا۔ تم بتاؤ کیا دلائل الخیرات شریف کے مصنف نے یہ فریب کیا ہے؟ دھوکہ دیا ہے؟ اور تمہارے پیشواؤں کے دلائل الخیرات شریف کو پڑھتے تھے اور متعلقین کو پڑھنے کا حکم دیتے تھے تو کیا یہ رب اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب دیتے تھے؟

میں نے گیاوی جی اور بھونی کی تقریروں کی ان گنت غلطیوں میں سے بطور نمونہ چند غلطیوں کی نشان دہی کر دی ہے۔ اب انصاف پسند حضرات فیصلہ کریں کہ وعظ و نصیحت اصلاح و تبلیغ کے نام پر اس قسم کی غلطیوں کی کس قدر اندھی تقلید کیا ہے۔

اِنَّ مَوْعِدَنَا الْحَشْرُ اَلَیْسَ الْحَشْرُ بِقَرِیْبٍ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ احب احبائک سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

☆☆☆

مولوی خلیل احمد بجنوری کے مغالطے اوران کا رد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ واصحاب نبی اللہ

چند دن پہلے مجھے ایک صاحب نے ''انکشاف حق'' نامی کتاب دی، جو مولوی خلیل احمد بجنوری کی تالیف ہے، اس کتاب کے مولف کے بارے میں کتاب کے شروع میں کچھ دیوبندی مولویوں نے اور خود مولف نے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کتاب کا مولف سنی مدارس میں سنی علما سے پڑھا ہے، جس کے نتیجے میں وہ ابتداءً بہت حصلب سنی تھا، لیکن یک بیک وہ دیوبندی ہوگیا۔

یہ بات عوام کے لیے حیرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ عقیدے میں تزلزل کی بنیاد بن سکتی ہے، لیکن حقیقت میں نہ یہ بات حیرت انگیز ہے، اور نہ اس سے مذہب اہل سنت کی حقانیت پر کوئی حرف آسکتا ہے، اگر کسی کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا پہلے مذہب کے بطلان کی دلیل ٹھہرایا جائے تو سب سے پہلے دیوبندی مذہب کا بطلان ثابت ہوگا۔

کتنے ایسے حضرات کا نام پیش کیا جاسکتا ہے جو پہلے دیوبندی تھے اور بعد میں انتہائی خوش عقیدہ سنی بلکہ سنی گر، دیوبندی کش ہوگئے۔ جامعہ اشرفیہ کے سابق مشہور مدرس مولانا شمس الحق صاحب ابتداہی سے دیوبندی مولویوں کے شاگرد اور دیوبند کے فارغ کٹر دیوبندی تھے۔ مگر مشیت ایزدی نے دست گیری کی اور وہ دیوبندیت سے تائب ہوکر سنی ہوگئے۔ مبارک پور میں سنیت کی بقا اور جامعہ اشرفیہ کی حیات اور ارتقا میں مولانا مرحوم کی

حیثیت خشت اول رکھنے والے معمار کی ہے۔

مئو ناتھ بھنجن کے باشندے حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبندی ماحول میں آنکھیں کھولیں، ابتدائی تعلیم سے لے کر بخاری تک دیوبندی مولویوں سے پڑھا اور ابتدا میں انتہائی کٹر دیوبندی تھے، لیکن ہادی مطلق نے انہیں روشنی دکھائی، دیوبندی مذہب چھوڑ کر وہ سنی ہوگئے۔ عرصے تک جامعہ اشرفیہ میں مدرس رہے، حتی کہ بریلی شریف منظر اسلام میں بھی مدرس رہے، وہ بھی مئو کے ماحول میں جہاں تقریباً کل آبادی یا تو دیوبندی ہے یا غیر مقلد وہ بھی انتہائی شرپسند وفسادی قسم کے۔

مولانا موصوف کے سنی ہوجانے کے بعد مئو کے دیوبندیوں نے انہیں طرح طرح ستایا بھی، مار پیٹ مقدمہ بازی سے بھی نہیں باز آئے، لیکن مولانا موصوف نے سب کچھ برداشت کیا، مگر سنیت پر قائم رہے۔ اس قسم کے بیسیوں افراد میرے علم میں ہیں جو پہلے دیوبندی تھے، پھر سنی ہوگئے۔

پھر دیوبند کا مدرسہ تو ایسا فیض بخش ہے کہ وہیں کا فارغ عبدالحق پادری تھا جو مرتد ہوکر عیسائی بن گیا، اور عیسائیوں کا زبردست مبلغ۔ پھر اسی مدرسہ دیوبند کے فارغ خواجہ حسن نظامی جیسے جگت گرو بھی تھے، میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ معمولات میں ہم اہل سنت سے چار ہاتھ آگے تھے، سجدۂ تعظیمی کو نہ صرف جائز بلکہ مستحب کہتے تھے۔ ہندو، سکھ سبھی کو مرید کرتے تھے، کرشن کنہیا کو خدا کا اوتار مانتے تھے حتی کہ وحدت ادیان کے قائل تھے۔

تو کیا دیوبندی اس کو تسلیم کرلیں گے کہ ان لوگوں کے دین بدلنے کی وجہ سے دیوبندی مذہب یا مذہب اسلام باطل ہے؟

مجھے یقین ہے کہ کوئی دیوبندی اسے تسلیم نہیں کرے گا۔ پھر بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ مولوی خلیل احمد پہلے سنی تھے، پھر دیوبندی ہوگئے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوجائے گا کہ اہل سنت مذہب باطل ہے۔

مولانا عبدالعزیز: ۲۲ سال تک بریلی شریف مدرسہ منظر اسلام اور پھر مدرسہ مظہر اسلام میں مدرس رہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ بھی تھے، لیکن ورس

نظامی کی تعلیم مولوی احمد حسن امروہوی سے حاصل کی۔ یہ بریلی شریف جامع مسجد کے امام بھی تھے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، اعلانیہ دیوبندیوں کی تکفیر بھی کرتے تھے، بلکہ الصوارم الہندیہ میں ان کی تصدیق بھی موجود ہے۔ لیکن "انکشاف حق" نے یہ نیا انکشاف کیا ہے کہ یہ اخیر میں علمائے دیوبند کی تکفیر کو درست نہیں جانتے تھے، اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں کہنے دیجئے کہ مولوی خلیل احمد ایک انتہائی عیار تقیہ باز کے شاگرد تھے جو تقیہ کرکے بائیس سال تک ہمارے مرکزی دینی ادارے منظر اسلام، مظہر اسلام میں مدرس رہا۔ اور اتنا اعتماد حاصل کرلیا کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے خلافت بھی حاصل کرلی، ایسے مکار کیاد کے شاگرد مولوی خلیل احمد نے اگر دوہرا کردار ادا کیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اپنے استاذ کا ہونہار شاگرد اور اپنے بڑے بھائی کا سعادت مند برادر خورد تھا۔

اور اگر یہ صحیح ہے کہ مولانا عبدالعزیز آخر عمر میں دیوبندیوں کی تکفیر نہیں کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دیوبندیوں نے بریلی شریف کو ڈائنامائٹ کرنے کی پوری کوشش کی تھی، پہلے مولانا عبدالعزیز کو بریلی بھیجا، جو تقیہ کیے ہوئے وہاں سنی بنا رہا، اور اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے وہاں اتنا رسوخ پیدا کرلیا کہ جامع مسجد کا امام بن گیا، مدرسہ میں مدرس ہوگیا۔ اور پھر وہیں بریلی بیٹھ کر اپنے چھوٹے بھائی خلیل احمد کو سکھا پڑھا کر پورے طور سے تربیت دے کر بدایوں بھیجا۔ دوسری بات ہے کہ اللہ عزوجل کے فضل سے بڑے بھائی کے شر سے بریلی اور دوسرے بھائی کے شر سے بدایوں محفوظ رہا۔

بہر حال میں نے اس کتاب کو پڑھا جسے پڑھنے کے بعد میں دنگ رہ گیا کہ مذہب کے نام پر اتنا بڑا فراڈ کرنے والا شاید اب تک کوئی دوسرا نہیں پیدا ہوا ہے۔ جھوٹ، دجل، مکر، فریب، بہتان، دھوکہ دہی سب کا مجموعہ یہ کتاب ہے۔

اس کتاب میں جہاں اور علمائے اہل سنت سے خطاب ہے، وہیں جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ سے اور جانشین مفتی اعظم ہند حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی سے بھی خطاب ہے۔

چونکہ شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے ساتھ یہ خادم رہتا تھا

اس لیے میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے یہ کتاب دیکھی ہے اور اب تک آپ نے اس کا رد کیوں نہیں لکھا جب کہ آپ سے اس میں خصوصی خطاب ہے تو حضور شارح بخاری نے فرمایا کہ میں نے اب تک اس کتاب کو نہیں پڑھا، اور نہ مجھے یہ معلوم ہو سکا کہ اس میں مجھ سے بھی خطاب ہے، جب یہ کتاب چھپی تو بدایوں کے احباب اہل سنت نے تقریباً تمام مشاہیر اہل سنت کے پاس کتابیں بھیجیں، مجھے جب اس کتاب کا علم ہوا تو میں نے بدایوں کے بعض احباب کو خط بھی لکھا، وہاں سے جواب آیا کہ یہ کتاب نایاب ہو چکی ہے، کسی قیمت پر کہیں نہیں ملتی۔

حضور مفتی صاحب قبلہ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حضرت علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کانجا کھیت ناگپور، اس کا جواب لکھ رہے تھے۔ چنانچہ اس کا رد "عجائب انکشاف" حصہ اول چھپ کر شائع ہو چکا ہے، اس لیے میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ میں کتنا مصروف ہوں۔

پھر میں نے عجائب انکشاف حصہ اول کا مطالعہ کیا، اس میں مولوی خلیل احمد کا ایک حد تک کافی کچا چٹھا کھول دیا گیا ہے، لیکن ابھی بہت سے بلکہ اکثر انتہائی خطرناک مغالطوں پر کلام رہ گیا ہے جو غالباً دوسرے حصے میں مذکور ہوگا مگر دوسرا حصہ ابھی تک چھپ نہیں سکا، اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ کتاب کے مصنف اور کتاب پر متانت و سنجیدگی کے ساتھ ایک ناقدانہ مقالہ تحریر ہو جائے۔ اس لیے حضور شارح بخاری صاحب قبلہ سے میں نے عرض کیا کہ تھوڑا سا وقت نکال کر چند سطور اس پر لکھ دیں، تو اسلام و سنیت کی اس سے بڑی خدمت ہو جائے گی۔ بہر کیف! حضرت موصوف نے میری عرض کو شرف قبول بخشتے ہوئے یہ چند سطور املا کرا دیے جو ہدیہ ناظرین ہیں۔

عبد الحق رضوی

خادم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ

مولوی خلیل احمد بجنوری کا تعارف

خود مولوی خلیل احمد بھی اور اس کتاب کے شائع کرنے والے مولوی محمد اعزعلی ساحل اور مولوی عزیز الرحمن فتح پوری نے ابتدا میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مولوی خلیل احمد شروع شروع میں بہت سخت مسلک سنی بریلوی تھے مگر ایک واقعہ نے ان کا رخ پلٹ دیا، اور انھوں نے تحقیق شروع کی اور تحقیق کے بعد ان پر واضح ہوگیا کہ علمائے دیوبند پر کفر کا فتوی غلط ہے وہ صحیح العقیدہ مسلمان اور بڑے سچے عاشق رسول ہیں۔

لیکن ہم نے جو معلومات حاصل کیں، ان سے ظاہر ہوا کہ مولوی خلیل کبھی بھی سنی نہیں تھے، بلکہ یہ ہمیشہ سے انتہائی کٹر دیوبندی تھے، اور دیوبندیوں کی طرف سے بدایوں میں دیوبندیت پھیلانے پر مامور تھے، اس کے شواہد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ یہ ضلع بجنور کے ایک گاؤں گھنگورہ (جھالو) کے رہنے والے تھے، ان کے باپ مولوی حکیم ظفریاب مولوی احمد حسن امروہوی کے شاگرد خاص تھے۔

یہ مولوی احمد حسن امروہوی، صاحب تحذیر الناس منکر ختم نبوت قاسم نانوتوی کے خاص شاگرد تھے۔ امروہہ ضلع مراد آباد میں دیوبندیت انہیں کے ذریعہ سے آئی اور پھیلی۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مولوی خلیل احمد ایک دیوبندی باپ کے بیٹے تھے۔

۲۔ اس کتاب میں ذکر خلیل احمد کے تحت لکھا ہے کہ:

یہ اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز خان کے شاگرد تھے ان کی تعلیم وتربیت انہی کی نگرانی میں ہوئی، یہ مولانا عبدالعزیز علماء دیوبند کی تکفیر کے فتوے کو آخر میں درست نہیں جانتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مولوی خلیل احمد ایک انتہائی چالاک تقیہ باز دیوبندی کے شاگرد تھے اور یہ سب کو معلوم کہ تلامذہ عموماً اساتذہ کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ الا قلیلا منہم

۳۔ جس زمانے میں مولوی خلیل احمد بڑے متصلب سنی بنتے تھے، ان کے تمام تلامذہ کا متفقہ بیان ہے کہ اس زمانے میں بھی تمام علمائے اہل سنت پر بے جا تنقیدیں کیا کرتے تھے، ان کے نام انتہائی حقارت اور بدتمیزی سے لیتے تھے، سب کی تجہیل وتحمیق کرتے حتی کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ بھی سوقیانہ انداز میں اعتراضات کرتے، مگر اس کے برخلاف علمائے دیوبند مولوی قاسم نانوتوی پر، مولوی رشید احمد گنگوہی، اور اپنے ہم نام انبیٹھی اور اشرفعلی تھانوی، مولوی محمود الحسن وغیرہ کے فضائل ومناقب ان کے تبحر علمی اور شریعت کی پابندی کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کرتے اور اکثر کرتے، البتہ اخیر میں یہ کہہ دیا کرتے کہ کیا بتائیں کہ گمراہ ہو گئے۔

یہ دیوبندیت پھیلانے کا وہ طریقہ ہے جو تبلیغیوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ مجمع عام میں کلمہ کی تصحیح، نماز کی پابندی، سنت کے اتباع پر تقریریں کرتے ہیں، چلّے کے فضائل بیان کر کے سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر گشت میں نکلتے ہیں، اور اس اثنا میں دیوبندی مولویوں کے فضائل ومناقب اور کشف وکرامت کے فرضی قصے سناتے ہیں جسے سن کر ایک ناواقف انسان دیوبندی مولویوں کو خدا رسیدہ بزرگ سمجھ کر ان کا معتقد ہو جاتا ہے، اور پھر مرید ہو جاتا ہے۔ علمائے اہل سنت کی تجہیل وتحمیق اور تذلیل اور علمائے دیوبند کی تعریف وتوصیف وہ بھی والہانہ انداز میں اور وہ بھی بار بار، یہ کیا پتہ دیتی ہے، یہ بتانے کی بات نہیں۔

۴۔ مولوی عزیز الرحمن فتح پوری نے ذکر خلیل میں اور خود مولوی خلیل احمد نے اصل کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے علمائے دیوبند کی کتابیں دیکھی نہیں تھیں۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اعتماد کرتے ہوئے علمائے دیوبند کو کافر مانتے تھے، پھر سہوان میں کسی نے بسط البنان دی، تو چونکے اور تحقیق شروع کی تو ان پر ظاہر ہو گیا کہ فتویٰ تکفیر غلط ہے۔

یہ مولوی خلیل احمد کا سفید جھوٹ ہے، اس لیے کہ جس زمانے میں وہ بڑے پکے سنی بنتے تھے، میرا ان کا سہوان کے قریب ایک دیہات میں ایک جلسے میں ساتھ ہوا، حفظ الایمان کی عبارت کے ایک پہلو پر کسی صاحب نے ان سے سوال کیا تو مولوی خلیل احمد

نے حفظ الایمان نکالی، جس کے ساتھ بسط البنان بھی چھپی ہوئی تھی، انہوں نے بسط البنان سے بھی کچھ عبارتیں پڑھ کر سنائی تھیں، جب اس زمانے میں بھی ان کے پاس حفظ الایمان مع بسط البنان موجود تھی، جس کی عبارتیں انہوں نے سائل کو پڑھ کر سنائیں بھی تو کیسے مان لیا جائے کہ سہوان کے اس واقعہ سے پہلے بسط البنان نہیں پڑھی تھی۔

نوٹ: مولوی خلیل احمد کا بھی یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ کہیں جلسے میں جاتے تو دیوبندی مولویوں کی کتابیں ساتھ لے جاتے اور کہتے کہ میں یہ بوجھ اس لیے ساتھ رکھتا ہوں کہ اگر کوئی خبیث انکار کرے، تو اسے کتاب دکھا دوں۔

علاوہ ازیں ان کے تلامذہ کا بیان ہے کہ ہم نے ان کے کتب خانے میں دیوبندیوں کی بہت سی کتابیں دیکھی ہیں، مثلاً "تحذیر الناس، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ، توضیح البیان، الشہاب الثاقب، جہد المقل، تذکرۃ الخلیل، تذکرۃ الرشید، مناظرہ اوری، مناظرہ بریلی، کی طرفین کی چھپی ہوئی روداویں سیف النقی، سیف یمانی وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور الفرقان ہر ماہ پابندی سے آتا تھا جب کتب خانہ میں کتابیں موجود ہیں تو کیسے مان لیا جائے کہ انہوں نے مطالعہ نہیں کیا تھا۔

۵۔ مولوی خلیل احمد نے اس کتاب میں بعض ایسی کتابوں کا حوالہ دیا ہے جو ان کے اعلان ارتداد سے بہت پہلے نایاب ہو چکی تھیں، مثلاً بوارق لامعہ، اصلاح اغلاط قاسمیہ، بزم شیریں، چاہ شور وغیرہ۔ یہ سب کتابیں ان کے کتب خانہ میں موجود ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ کتابیں چھپی تھیں اس وقت ان کے پاس آئی تھیں اور ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ کتابیں الماری بھرنے کے لیے نہیں حاصل کیا تھا، پڑھنے ہی کے لیے حاصل کیا تھا۔

۶۔ مولوی خلیل احمد نے اپنے ارتداد کے اعلان کی بنیاد جس قصے کو بنایا ہے وہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس وقت بھی دیوبندی تھے۔

چوں کہ مولوی خلیل احمد بہت ذہین بھی تھے، اور قوی الحافظ بھی، اور پینترا باز بھی۔ مولوی خلیل احمد خود ان کے ہمنوا اس بات کی ڈینگیں مارتے ہیں کہ مولوی خلیل احمد بہت ذہین، بہت فطین، بہت مطالعہ تھے تو کیا ان سے یہ بات پوشیدہ رہی ہوگی، جب کہ وہ اپنا

آپ کو نا تُن سنی کہتے تھے کہ دیوبندی شان رسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے مرتد ہیں، اور مرتد کی زمانہ ردت کی کمائی فئی (مال غنیمت) ہے۔ پھر انہیں قرض دے کر زائد رقم لینے میں کیا حرج ہے؟

مگر اب ان کے سامنے کسی نے کہا:

جب دیو بندی کافر مرتد ہیں تو ان سے سود لینا جائز ہے؟

اس پر انہوں نے کہا:

دیو بند والوں کو تمہیں تو کافر کہتے ہو کیا تمام دنیائے اسلام ان کو کافر مانتی ہے؟

ناظرین غور کریں! ابھی بقول خود انہوں نے بسط البنان دیکھی بھی نہ تھی، اور مسئلہ تکفیر کی کامل تحقیق بھی نہ کی تھی، اور نا تُن سنی بنتے تھے، اس وقت بھی ان کو دیوبندیوں کے کافر ہونے میں شک تھا کہ یہ کہہ دیا۔ دیو بند والوں کو تمہیں تو کافر کہتے ہو کیا تمام دنیائے اسلام ان کو کافر مانتی ہے؟ اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ وہ بتانا چاہتے ہیں کہ دیوبندی کافر مرتد نہیں، صرف تمہارے کافر کہنے سے کیا ہوتا ہے، تمام دنیائے اسلام کے لوگ تو کافر نہیں کہتے، اور جب تک تمام دنیا کے لوگ کسی کو کافر نہ کہیں وہ کافر نہیں۔

یہ چھ وجوہ ہم نے ذکر کیے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے شواہد ہیں کہ وہ خاندانی دیو بندی تھے اور بدایوں میں آ کر سنی بنا کسی چھپے ہوئے مقصد کی تکمیل کے لیے تھا، بالآخر ع

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

جب انہوں نے دیکھ لیا کہ میرے کچھ شاگرد پیدا ہو گئے ہیں، اور کچھ مرید ہو گئے، اور یہ لوگ میرے علم، تقویٰ، طہارت کے بڑے مداح ہیں، تو اعلان کر دیا کہ میں دیو بندی ہوں، اگر چہ زبان سے کبھی اپنے آپ کو دیو بندی نہیں کہا، مگر دیو بندیوں کی کفری عبارتوں کی توجیہ جو حقیقت میں ان عبارتوں کی توجیہ نہیں تحریف ہے، اور ان کفری عبارتوں کے لکھنے والوں کو ڈنکے کی چوٹ پر مسلمان کہنا اور دیو بندیوں کی حمایت میں بحث اور مناظرے کرنا یہ حقیقت میں اپنے دیو بندی ہونے کا اعلان ہے۔

اس کتاب میں مولوی خلیل احمد بجنوری کا پارۂ غضب انتہائی عروج پر ہے۔ ناشائستہ

بازاری گالیوں سے کتاب بھری ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگرہ کے پاگل خانہ کا کوئی ریٹائرڈ مجنوں سڑکوں پر ننگا ناچ رہا ہے، کتاب کا کوئی صفحہ ایسا نہیں جس میں دو چار گالیاں علمائے اہل سنت کو نہ دی گئی ہوں۔

کتاب میں جھوٹ اور بہتان کی بھرمار ہے، اور یہ اس بنا پر ہے کہ اگر دیوبندی جھوٹ نہ بولیں، افترا نہ کریں تو ان کا مذہب باقی نہیں رہ سکتا، نیز یہ ہر گمراہ کی عادت ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (النحل)

جھوٹ، بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔

کتاب کا حجم بڑھانے کے لیے ایک ہی بات کو دس دس بار مکرر ذکر کیا ہے۔

مضمون کے طویل ہو جانے کا اگر اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان سب باتوں کی فہرست دے دیتے۔ ناظرین خود موقع بموقع اس کو ملاحظہ فرمائیں گے۔

☆☆☆

مناظرہ بدایوں

جب مولوی خلیل احمد یک بیک دیوبندیت پھیلانے لگے تو بہت سے علمائے کرام نے افہام وتفہیم کی کوشش کی مگر ہر کوشش ناکام رہی۔ تو [illegible] میں حضرت علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب نے ان کو خط لکھا کہ ہم لوگ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو بدایوں آپ کے پاس آرہے ہیں، دیوبندیوں کی تکفیر پر گفتگو ہوگی، آپ تیار رہیں۔

اس کے بعد تاریخ معینہ پر موصوف مندرجہ ذیل علما کے ساتھ بدایوں پہنچے۔

۱۔ راقم الحروف ۲۔ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب ۳۔ جانشین شیر بیشۂ سنت علامہ مشاہد رضا خان صاحب۔

چنانچہ یہ علما کا گروہ تاریخ معینہ پر صبح سویرے ہی بدایوں پہنچ گیا۔ اور مولوی خلیل احمد کے پاس اطلاع بھیجی کہ وہ جہاں پسند کریں، جس وقت پسند کریں آجائیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پہلے حکم مقرر کرو، پھر گفتگو ہوگی۔ حکم کے لیے انہوں نے خود ہی حافظ سالم صاحب اور مولانا اقبال صاحب اور شاید مولانا ابراہیم صاحب کا نام پیش کیا، اس پر کہا کہ حکم کی کیا ضرورت ہے؟ آپ [illegible]

اس سلسلے میں دشواری یہ تھی کہ ہمیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ان تینوں حضرات میں سے کوئی بھی حکم بننے پر آمادہ نہ ہوگا۔ بلکہ ایک ابتدائی مجلس میں جب حافظ محمد سالم صاحب کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں حکم نہیں بنوں گا۔ علمائے اہل سنت نے سوچا کہ حکم کے تعیین ہی میں یہ سارا دن ہی نہیں بلکہ کئی دن برباد ہو جائیں گے جیسا کہ بھنڈاری کے مناظرہ میں ہوا۔ ایک ہفتہ تک فریقین حکم کے تعیین کی بات کرتے رہے، لیکن متعین نہیں کر سکے۔ ایک صاحب پر اتفاق رائے ہوا تو انہوں نے انکار کر دیا۔

یہ حقیقت میں مناظرہ سے بچنے کی ایک چال ہے کہ نہ تو کسی حکم ہوگا نہ را دھاتا ہے گی۔ نہ حکم ہوگا نہ مناظرہ ہوگا۔ اس لیے شہر کے عمائدین کے ذریعہ علمائے اہل سنت نے ان کو ہر طرح سمجھایا کہ وہ حکم کی رٹ چھوڑ دیں، لیکن مولوی خلیل احمد کسی طرح نہ مانے۔

بعد چند اہل شہر کی فرمائش پر علمائے اہل سنت کی قیام گاہ پر ایک جلسہ رکھ دیا گیا۔ اہل سنت کے مقررین نے دیوبندیوں کے کفریات پر بہت موثر مدلل تقریر فرمائی۔ اس کے نتیجے میں حاضرین اس یقین کے ساتھ مجمع سے اٹھے کہ واقعی دیوبندی کافر ہیں۔ اس کا چرچا جب شہر میں ہوا تو مولوی خلیل احمد نے اہل مجلس سے کہا کہ آپ لوگوں نے ایک ہی طرف کی بات سن کر کیسے فیصلہ کر دیا۔ مولوی خلیل احمد کی بھی بات تو سنئے۔ اس کا جواب خود اہل شہر نے یہ دیا کہ ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ مولوی خلیل احمد اور علمائے اہل سنت اکٹھا بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرلیں لیکن وہ حکم کی شرط لگاتے ہیں اور جس کا نام لیتے ہیں، وہ شاید ہی حکم بننے پر تیار ہو۔ اسی اثنا میں کسی نے حافظ سالم کا وہ جملہ نقل کر دیا کہ میں حکم نہیں ہوں گا۔ پھر اہل شہر ہی نے مولوی خلیل احمد کے حامیوں کو سمجھایا کہ وہ علمائے اہل سنت سے بات چیت کرلیں، مجمع سن کر خود فیصلہ کرے گا اور اگر پرسکون ماحول میں گفتگو ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ دونوں فریق ایک بات پر متفق ہو جائیں۔

یہ بات مولوی خلیل احمد کے حامیوں کو [illegible] لوگوں نے جا کر مولوی خلیل احمد پر دباؤ ڈالا جس کی تائید ان سب لوگوں نے کی جو اس وقت مولوی خلیل احمد کے پاس بیٹھے تھے۔ [illegible] سے بھاگ بھاگ کر [illegible] کے ساتھ ایک ایک کے ساتھ وہ اس بھاگ کی بوندیں اور آتی تھیں۔ لیکن علمائے اہل سنت کی باتیں بہت معقول تھیں جو ان کے حامیوں کو سمجھ میں آ گئی تھیں، انہوں نے مولوی خلیل احمد کی ایک بھی نہ چلنے دی، اور انہیں مجبور کیا کہ بغیر حکم کے گفتگو کریں۔ بالآخر جب مولوی خلیل احمد نے یہ دیکھا کہ میرے ہاتھ میں چند طوطے رہ گئے ہیں۔ وہ بھی اڑ جائیں گے، تو بادل ناخواستہ رات کو بغیر حکم کے گفتگو کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ طے ہو گیا کہ کل صبح سے لے کر چار بجے شام تک گفتگو ہوگی، درمیان میں ایک گھنٹہ کھانا کھانے

اور نماز ظہر پڑھنے کے لیے وقفہ تجویز ہوا۔

(حضور شارح بخاری فرماتے ہیں) میں خود گفتگو کرنا چاہتا تھا، لیکن حضرات علمائے کرام نے فرمایا کہ حضرت آپ قیام گاہ پر تشریف رکھیں، ضرورت ہوگی تو حضور سے رجوع کرلیا جائے گا، لہٰذا گفتگو کرنے کے لئے محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ اور علامہ مشاہد رضا خان صاحب کا نام تجویز ہوا، اور بطور معاون علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب مقرر ہوئے، صبح کے وقت معینہ پر یہ حضرات مناظرہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ مولوی خلیل احمد بھی اپنے چیلوں کے ہمراہ آئے، اور حسب قرارداد شام چار بجے تک سوال وجواب ہوتا رہا، مولوی خلیل احمد اصل موضوع سے ہٹ کر غیر متعلق باتیں چھیڑتے رہے، لیکن علمائے اہل سنت نے ان کی چلنے نہ دی، بالآخر ان کو مجبوراً مسئلہ تکفیر پر گفتگو کرنی پڑی، اس وقت مولوی خلیل احمد کی حالت قابل دید تھی، پہلے تو وہ جوش وخروش تھا کہ علمائے اہل سنت کو بولنے نہیں دیتے تھے، خود بولے جاتے مگر آخر میں ان کی بولتی بند ہوگئی۔

مولوی خلیل احمد نے اپنی کتاب میں بہت دھاندلیاں کی ہیں، ان کا جواب یہ تھا کہ مناظرہ کے سوال وجواب کو تفصیل سے لکھ کر چھاپ دیتے مگر اس میں تاخیر بھی کافی ہوگی، اور کتاب طویل ہو جائے گی اور مقصود ہے کہ اختصار کے ساتھ "کشاف حق" میں مولوی خلیل احمد نے جو فریب کاریاں کی ہیں، ان کو واضح کر دوں، اس لئے سردست ہم اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔

اس مناظرہ میں [illegible] مناظرہ سے پہلے حضرت مفتی اعظم ہند کے بدایوں میں معدودے چند مرید تھے، اس مناظرہ کے ایک دن کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند کو بدایوں مدعو کیا گیا، حضرت ازراہ کرم بدایوں تشریف لائے تو ہزاروں افراد مرید ہوگئے، جن میں کثیر تعداد مولوی خلیل احمد کے حامیوں اور مریدوں کی تھی، اور پھر حال یہ ہوا کہ مولوی خلیل احمد کا بدایوں رہنا مشکل ہوگیا، وہ اپنے لڑکے کے پاس غفاری آباد جا کر رہنے لگے، اس کا اعتراف مولوی عزیز الرحمٰن فتح پوری نے بھی کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

یہ بھی ہوا کہ تلامذہ واحباب اور مریدین کا ایک حلقہ دور ہوگیا، بدایوں جو وطن بن چکا تھا، وہاں رہنا دوبھر ہوگیا۔

ہر شخص سوچے کہ اگر مولوی خلیل احمد کی بات سچ ہوتی کہ علمائے اہل سنت ان کے ایرادات کا جواب نہیں دے سکے تو چاہیے یہ تھا کہ سارا مجمع ان کے ساتھ ہوتا آخر کیا بات ہوئی کہ احباب تو احباب تلامذہ اور مریدین بھی دور ہوگئے۔

بات یہی ہوئی کہ علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کا کفر آفتاب سے زیادہ روشن کردیا، اور بھرے مجمع میں مولوی خلیل احمد اس کی کوئی صفائی نہ دے سکے، جس کو سب حاضرین نے کانوں سے سنا، آنکھوں سے مولوی خلیل احمد کا عجز و کھلاہٹ دیکھی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور سنا کہ ابتدا میں پاگل ہاتھی کی طرح چنگھاڑتے تھے، اخیر میں بھیگی لومڑی کی طرح دم دبا کر بیٹھ گئے، شرما حضوری میں بولتے لیکن ہکلا ہکلا کر ایک ہی لفظ کو دو دو تین تین بار مذکر لفظ کے لیے مؤنث، مؤنث لفظ کے لیے مذکر کا صیغہ منھ سے نکل جاتا، اور جب اختتام پر اٹھے ہیں، تو چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، سر جھکا کر کمر جھکی ہوئی شرمندگی سے چہرہ سرخ ہر شخص دیکھ رہا تھا کہ ان کی حالت اس چور کی ہے جو رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔

مناظرہ کا وقت ختم ہونے کے بعد گھر میں چھپ کے بیٹھ گئے۔ باہر نکلنا بند کردیا، اور ادھر اہل سنت نے اسی دن بعد عشا جشن فتح کا جلسہ رکھا، جس میں علمائے اہل سنت نے حجت البیہ تمام کردی۔

اس مناظرے کے سلسلے میں مولوی خلیل احمد نے جو کذب بیانیاں کی ہیں، پہلے ناظرین اسے سنیں، لکھتے ہیں:

جب یہ لوگ بدایوں میں پہنچ گئے تو فقیر کے پاس ایک تحریر پہنچی، اس سے قبل بھی مولانا غلام محمد ناگپوری کی تحریریں تیاری مناظرہ کی آچکی تھیں، فقیر نے ان کے پاس ایک تحریر جو چند سوالات ضروریہ پر مشتمل تھی بھیجی، وہ سوالات حسب ذیل تھے:

۱۔ اہل سنت وجماعت کی جامع مانع تعریف بیان کیجئے؟

۲۔ اہل قبلہ اور اہل لا الہ الا اللہ کا ایک ہی مطلب ہے یا الگ الگ اگر ایک ہی

مطلب ہے تو کیا ہے الگ الگ ہے تو کیا ہے؟

۳۔ علمائے کرام کے طبقات بعض نے پانچ بتائے ہیں اور بعض نے سات لہذا فاضل بریلوی کے متعلق صاف صاف واضح کیجیے کہ ان طبقات میں سے کون سے طبقہ کے عالم تھے، متقدمین کے اعتبار سے کون سے طبقہ کے، معاصرین کے اعتبار سے کون سے مرتبہ کے؟

۴۔ وہابی اور دیوبندی کی الگ الگ جامع و مانع تعریف بیان کیجیے؟

۵۔ تقیہ کا طریقہ جو آپ پر خوب واضح ہے یعنی اکابر دیوبند کے سلسلے میں کف لسان کرنا اس کا حکم دلیل شرعی سے ثابت کیا جائے؟

۶۔ وہ علماء جن کے نام لکھے جاتے ہیں، ان کے بارے میں بتائیے کہ یہ علماء آپ کے نزدیک مسلم ہیں یا غیر مسلم بہ صورت مسلمان یہ سنی ہیں، یا غیر سنی (علماء کی ایک لسٹ ہے)

عزیزان گرامی: یہ سوالات تھے جو فقیر نے ان کو بھیجے تھے مگر ان کے جواب میں ساری پارٹی کو سانپ سونگھ گیا۔ جب درمیانی لوگوں نے بار بار تقاضے کیے کہ ان سوالات کا جواب دیا جائے تو سنا گیا کہ مفتی شریف الحق صاحب نے فرمایا کہ ان سوالات کا جواب ہم نہیں دے سکتے، اگر ہم ان کا جواب دیں گے تو ہمارے ہاتھ کٹ جائیں گے۔

حالانکہ اس تحریر کے جواب میں، میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تحریر مناظرہ سے فرار کی تدبیر ہے، ہم کو دنیا بھر کے مسائل کی تنقیح مقصود نہیں ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ عوام کے سامنے آکر دیوبندیوں کی تکفیر کے سلسلے میں صاف صاف اپنا مقصود مع دلائل بیان کر دیں تاکہ ان کے بارے میں جو عوام میں غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے، رہ گیا آپ کی تحریر کے جواب ہی پر ہفتوں بحث ہوتی رہے گی، اور فیصلہ نہ ہو پائیگا مثلاً ہم نے اہل سنت وجماعت کی کوئی تعریف کی تو وہ اس پر اعتراض کریں گے اور ہم جواب دیں گے یہ سلسلہ چلتا رہے گا، اور وہاں جو اصل مقصود ہے کہ مولوی خلیل احمد کے بارے میں عوام میں جو اشتباہ ہے وہ دور ہو جائے گا وہ رہ جائے گا۔

یہ تحریر مناظرہ سے فرار ہونے کی تدبیر ہے، اس کی دلیل تیسرا سوال ہے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ طبقات ستہ یا خمسہ کے کسی بھی طبقہ میں ہوں، یا مان لیجئے کہ ان طبقات

میں سے کسی بھی طبقہ میں نہیں، ایک عام انسان تھے۔ اس سے دیوبندیوں کی تکفیر پر کیا اثر پڑتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو تھوڑی دیر کے لیے الگ کر دو میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص دیوبندیوں کی کفری عبارتوں پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ کہے وہ کافر ہے، میں اس کا ذمہ دار ہوں، جواب دہ ہوں، مولوی خلیل احمد آ کر دلائل شرعیہ کی روشنی میں بحث کر لیں میں ثبوت میں قرآن مجید کی آیتیں، احادیث، فقہائے کرام کے ارشادات پیش کروں گا اگر میں دیوبندیوں کے کافر ہونے پر شرعی دلائل نہ قائم کر سکوں تو فیصلہ کریں کہ بیچ [illegible] اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان کو کافر کہا ہے اس لیے وہ کافر [illegible] نمبر سوال کی وضاحت کی ذیل میں اختصار کے ساتھ میں نے درمیانی لوگوں سے یہ کہا کہ خود مولوی خلیل احمد ان سوالوں کا جواب لکھ دیں۔ سوال نمبر ۵ کے علاوہ بقیہ سوالات کے جو بھی جوابات لکھیں گے ہم ان کو مناظرہ ہونے تک اس نیت سے کہ کسی طرح مولوی خلیل احمد عوام کے سامنے آ کر صاف صاف اپنا عقیدہ بیان کر دیں، اختتام مناظرہ تک ان کے جوابات پر کوئی تنقید نہیں کریں گے۔ میں نے ان کو اتنی ڈھیل دے دی کہ اگر وہ اپنے جوابات کو مناظرہ کے دوران بطور سند پیش کریں گے تو بھی ہم خاموش رہیں گے۔

(حضور شارح بخاری ارشاد فرماتے ہیں) کہ جب درمیانی لوگوں نے مولوی خلیل احمد سے جا کر میرا جواب بیان کیا تو غصہ میں شعلہ جوالہ ہو گئے اور بکنے لگے رہے میں کیوں جواب لکھوں، میں [illegible] مولوی خلیل احمد کا یہ لکھنا کہ مفتی محمد شریف الحق نے یہ کہا کہ اگر ہم ان کے جوابات دیں گے تو ہمارے ہاتھ کٹ جائیں گے، اتنی بڑی بات کہا جاتا ہے، جھوٹ ہے آئیے ہم سب مل کر پڑھیں۔

لعنة الله على الكاذبين

غالباً لعنت الٰہی میں دنیا میں گرفتار ہونے کا اثر تھا کہ اندھے ہو کر مرے حدیث شریف میں ہے:

ای عذاب اشد من العمی

دنیا میں اندھا ہونے سے سخت کون سا عذاب ہے۔

یہ تو رہی حضور شارح بخاری مفتی صاحب قبلہ کی بات اب ہم سے سنیے۔ (از مرتب مقالہ)

آپ نے جن سوالات کو لاینحل سمجھا ہے اور اپنے زعم میں جن کے جوابات کو اہل سنت کے ہاتھ کٹنے سے تعبیر کیا ہے، ان میں کوئی مشکل سوال نہیں۔ حضور مفتی صاحب قبلہ کی تو نسبت بڑی ہے، وہ اہل سنت کے صف اول کے علماء میں سے ہیں، ہم جیسے بھی ان کے جواب دے سکتے ہیں۔

(۱) اہل سنت وجماعت تمام ضروریات دین اور تمام ضروریات اہل سنت کی تصدیق اور بوقت ضرورت اقرار کا نام ہے۔

(۲) اہل قبلہ اور اہل لا الہ الا اللہ ایک ہی ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوں، کلمہ طیبہ پڑھتے ہوں، ہماری طرح کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہوں، ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرتے ہوں اور اپنے قول وفعل سے کسی کفر کے مرتکب نہ ہوں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما اشبه ذلك من المسائل المهمات فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفي الحشر او نفي علمه سبحانه بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يوجد شيء من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر عنه شيء من موجباته. (شرح فقه اكبر ملا على قارى ص ۱۸۹)

(۳) مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ فقہائے سبعہ یا تسعہ کے کس طبقہ میں ہیں، اس کی تعیین ابھی تک کسی نے نہیں کی ہے، البتہ محافظ کتب حرم علامہ سید اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے کفل الفقیہ الفاہم دیکھ کر یہ فرمایا:

لو رآه ابو حنیفة لأقرت عینه ولجعله من اصحابه.

اگر امام ابو حنیفہ انہیں دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور وہ انہیں اپنے تلامذہ میں شامل فرمالیتے۔

۴۔ وہابی اسے کہتے ہیں جو ابن عبد الوہاب نجدی کا پیرو ہو، اور اس کا ہم عقیدہ ہو ہندوستان میں اس کی علامت یہ ہے کہ وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کو اپنا امام مانتا ہو۔ تقویۃ الایمان وغیرہ اس کی کتابوں کو حق مانتا ہو، اور دیوبندی وہ ہے جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ ساتھ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو بھی اپنا امام و پیشوا مانتا ہو، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کی کفری عبارتوں پر مطلع ہو کر بھی انہیں اپنا امام جانتا ہو۔

۵۔ آپ جب کہ علمائے دیوبند کی عبارتوں پر مطلع ہیں پھر بھی ان کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ مسلمان جانتے ہیں تو آپ بھی کافر ہیں، اس لیے کہ یہ لوگ ضروریات دین کے منکر ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کے بھی مجرم ہیں، اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرنے والا کافر ہے، اور ایسا کافر کہ اس کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔

امام ابن سحنون ساحلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

اجمع المسلمون علی ان شاتم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر من شک فی عذابه وکفره کفر.

مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا کہ جو کسی نبی کی توہین کرے وہ کافر ہے اور جو شخص اس کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اسے قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور شفا کے شارحین حضرت ملا علی قاری اور حضرت علامہ خفاجی نے برقرار رکھا، پھر بزازیہ پھر علامہ شامی وغیرہ نے اسے نقل کر کے برقرار رکھا۔

۶۔ آپ نے جو علما کی فہرست پیش کی ہے، ان میں سے مولانا عبد الغفار صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان چاروں دیوبندی مولویوں کو کافر جانتے تھے "الصوارم الہندیہ" میں ان کی تصدیق موجود ہے۔ مولانا عبد الحی اور مولانا عبد الباری کو چھوڑ کر بقیہ تمام علماء دیوبندیت کا شدت کے ساتھ رد کرتے تھے، اور ان کو کافر جانتے تھے، جو زبانی متواتر روایتوں سے ثابت ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سب کی تحریریں موجود ہوں اور نہ تکفیر کے لیے ضروری کہ تحریر لکھی جائے، زبانی تکفیر بھی کافی ہے۔ مولانا عبد الحی لکھنوی کے بارے میں کوئی روایت نہیں، لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ وہ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کی کفری عبارتوں پر مطلع بھی ہوں، مولانا عبد الباری فرنگی محلی سیاست میں پڑ کر ابتدا میں کچھ آزاد خیال تھے الہام و تفہیم کے بعد اپنے سابقہ آزادانہ خیالوں سے توبہ کی، البتہ عتیق میاں فرنگی محلی سندیلہ کے مناظرہ میں دیوبندیوں کے اسٹیج پر تھے۔

چلیے! ہم مان لیتے ہیں کہ یہ لوگ دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے تھے تو کیا آپ کے پاس اس کا کوئی قطعی ثبوت ہے کہ یہ لوگ دیوبندیوں کی کفری عبارتوں پر مطلع تھے، آپ نے خود اس تحریر میں جو مناظرہ سے قبل علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب کو لکھی ہے، تحریر کیا (واضح ہو کہ آپ کی یہ تحریر دیوبندیت کے اعلان کے بعد کی ہے)

"یعنی جس شخص کو یقینی اور شرعی طور پر اس کی اطلاع حاصل ہو جائے، جس میں شک وشبہ باقی نہ رہے، اس کے بعد پھر وہ شخص اس کے کفر میں شک کرے، جب یہ حکم ہے"

ان حضرات کا نام اپنی حمایت میں پیش کرنا آپ کو اس وقت مفید ہوتا کہ پہلے یہ ثابت کرتے کہ یہ لوگ دیابنہ کے کفریات پر قطعی طور پر مطلع تھے، آپ نے خود ہی لکھا ہے کہ میں ابتدا میں دیوبندیوں کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر اعتماد کی بنا پر کافر کہتا تھا میں نے ان کی کتابیں دیکھی نہ تھیں۔

جب آپ بقول خود دیوبندیوں کے کافر ہونے کا وظیفہ پڑھتے تھے اور دیوبندیوں کی کتابیں نہیں دیکھی تھیں تو کیا اس کا امکان نہیں کہ ان لوگوں نے دیوبندیوں کی وہ کتابیں نہ دیکھی ہوں، جن کی عبارتوں کی بنا پر ان کی تکفیر کی گئی ہے۔

پھر ان میں نذیر احمد صاحب احمد آباد گجرات بھی دیو بندیوں کو کافر جانتے تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی ۱۳۰۹ھ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا جو خیر المطابع میرٹھ میں چھپا۔

کتاب انکشاف حق:

اس کتاب میں مولوی خلیل احمد نے کیسی کیسی پینترا بازیاں کیں، کیسی کیسی تضاد بیانیاں کیں، کیسے کیسے رنگین فریب دیئے ہیں اور کس کس طرح گمراہی کے گندے نالے میں لوٹ پوٹ کی ہے، ان سب کو بیان کرنے کے لئے دفتر چاہیے۔ اس لیے میں ان سے قطع نظر کرتے ہوئے مسئلہ تکفیر سے متعلق ان باتوں پر بحث کرتا ہوں، جن سے کم پڑھے لوگوں کے شبہے میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں چھبیس (۲۶) مقالے لکھے ہیں، ان میں سے صرف ان مقالات پر بحث کریں گے، جن میں مسئلہ تکفیر کا ذکر ہے، اس لیے کہ سر دست ہم کو اسی سے بحث ہے۔

مقالہ نمبر (۱)

مقالہ اولیٰ میں لکھا ہے:

ہم نے یہ ثابت کیا ہے کہ تکفیر کا مسئلہ تقلیدی نہیں ہے کہ کسی کی محض اتباع کی وجہ سے کسی کو کافر مانا جائے بلکہ مسئلہ تحقیقی [illegible] اور نیز یہ ثابت کیا ہے کہ اس باب میں مجتہدین کے علاوہ کسی غیر مجتہد عالم کا فتویٰ ناقابل اعتبار ہے۔

مواخذات:

اس مقالے کے دو جز ہیں:

الف: مسئلہ تکفیر تقلیدی نہیں، تحقیقی ہے۔

ب: تکفیر کے بارے میں غیر مجتہد کا فتویٰ ناقابل اعتبار ہے۔

الف کے بارے میں گزارش ہے کہ آپ یہ واضح کیجئے کہ کس کی تحقیق معتبر ہے؛

اور کس کی نہیں۔ ایک ذہین چرب زبان انگریزی داں یا اردو داں جو علم دین سے واقف نہیں، رافضیوں کے بارے میں کہے کہ میں انہیں کافر نہیں مانتا، میری یہی تحقیق ہے، قادیانیوں کے بارے میں کہے میں انہیں کافر نہیں مانتا میری یہی تحقیق ہے یا چلیے کوئی عالم بننے والا ہی ہے، مگر خدا ناترس دنیا دار ہے رافضیوں سے پیسہ پا گیا تو کہہ دیا کہ وہ کافر نہیں میری یہی تحقیق ہے، قادیانیوں سے پیسہ پا گیا تو کہہ دیا قادیانی کافر نہیں، یہی میری تحقیق ہے جو لوگ رافضیت اور قادیانیت کی تاریخ جانتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان دونوں مذاہب کی بنیاد ان دونوں مذاہب کا فروغ اسی طرح ہوا ہے کہ خدا ناترس مولویوں سے پریشان حال لوگوں کو عہدے دے دے کر پیسے دے دے کر رافضی بنایا گیا، قادیانی بنایا گیا۔ اسی لیے یہ ضروری ہے کہ فتویٰ تکفیر میں کس کی تحقیق معتبر ہوگی، اس کی تعیین کی جائے، فتویٰ تکفیر تو بہت اہم ہے، عام فتاویٰ کے بارے میں علما نے کیا کیا شرائط ذکر کیے ہیں، انہیں کتب فتاویٰ میں دیکھ لیں، پھر آپ نے خود یہ حدیث نقل کی ہے۔

اجراکم علی الفتیا اجراکم علی النار.

فتویٰ دینے پر زیادہ جری جہنم پر زیادہ جری ہے۔

من افتیٰ بغیر علم لعنته ملائکة السموات والارض

جو بغیر علم کے فتویٰ دے، اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

اس حدیث میں علم سے کیا مراد ہے؟ قرآن کا ناظرہ پڑھ لینا، پرائمری تک اردو پڑھ لینا یا اردو میں بلکہ عربی، فارسی میں ایم اے کر لینا مراد ہے یا کیا ہے؟ اور اگر آپ اس کی تعیین کر دیں تو سب پر واضح ہو جائے گا کہ اس مقالے میں آپ نے دنیا کو کتنا بڑا فریب دیا ہے۔ افسوس کہ اب تو جہاں آپ کو جانا تھا چلے گئے، مزا تو جب تھا کہ آپ ہی اس گتھی کو سلجھاتے۔ خیر! آپ چلے گئے مگر آپ کے ہم مذہب مولوی اصغر علی ساحل مولوی عزیز الرحمن سنبھلی، ابو ریحان، ضیاء الرحمن فاروقی، یا دیوبندیوں میں سے اور کوئی صاحب اس گتھی کو سلجھائیں، کیوں کہ یہ مذکورہ بالا اشخاص اور پوری دیوبندی برادری 'انکشاف حق' کو اپنے مذہب کی بہت معتمد دستاویز سمجھ کر شائع کر رہی ہے۔

اگر یہ لوگ اس کی تنقیح کردیں تو دنیا دیکھ لے گی کہ اس کے آئینے میں مولوی خلیل احمد ہرگز ہرگز اس لائق نہیں کہ وہ کوئی فتویٰ دے سکیں، چہ جائے کہ فتویٰ تکفیر کی تحقیق کر سکیں۔ ان کے علم کی بانگی دیکھنی ہو تو علامہ مفتی غلام محمد خان صاحب کی کتاب کا مطالعہ کریں جو شخص جھوٹ بولنے سے نہ چوکے، جھوٹ کا عادی ہو بات بات میں فریب دے، پینترا بازی کرے، اندر اندر دیوبندی اور تقیہ کرکے باہر باہر سنی مدتوں بنا رہے، جو دیوبندیوں کا سی۔ آئی۔ اے ہو، جو چوری جیسے قبیح فعل کو جائز کہتا ہو، اس کو یہ کہاں حق کہ کوئی فتویٰ دے، چہ جائے کہ فتویٰ تکفیر کی تحقیق کرے۔

اللہ عزوجل یوں فرماتا ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (النحل)

اہل ذکر (اہل علم) سے پوچھو، اگر تمہیں علم نہیں۔

علما کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسند افتا پر فائز ہیں، اور اس آیت میں سوال اعمال کے ساتھ خاص نہیں، اعتقادیات کو بھی شامل۔ مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ مفتی نہیں، ان پر فرض ہے کہ مفتیوں سے پوچھ کر عقیدہ رکھیں اور عمل کریں۔

اور فرماتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔ (النساء)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر کی اطاعت کرو۔

اس آیت میں اولوالامر سے علما ہی مراد ہیں یعنی مفتیان کرام جیسا کہ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے اور دوسرے حضرات نے اپنی اپنی تصنیفات میں تصریح فرمائی ہے، یہ اطاعت بھی صرف اعمال کے ساتھ خاص نہیں، ایمانیات کو بھی عام ہے۔ اس آیت کا بھی مفاد یہی ہوا کہ علما جو فرمائیں، اسی کے مطابق عقیدہ رکھو، اس کے مطابق عمل کرو، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ہر مولوی کہلانے والا عالم نہیں، اور ہر مفتی کہلانے والا مفتی نہیں، بلکہ عربی مدارس سے درس نظامی مکمل کرکے سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کرنے والا بھی عالم نہیں، درس نظامی سے فراغت عالم بننے کی سیڑھی کا پہلا زینہ ہے، اس کے بعد عالم ہونے

کے لیے کتنے زینے طے کرنے پڑیں گے، اس کی تفصیل لکھوں تو اصل بات رہ جائے گی، دیوبندی جماعت میں گنگوہی صاحب کا مرتبہ جتنا اونچا ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ وہ دیوبندی عقیدے کے مطابق مربی خلائق یعنی رب العالمین بھی ہیں، رحمۃ للعالمین بھی ہیں، بانی اسلام کے ثانی بھی ہیں، صدیق بھی ہیں، فاروق بھی ہیں، عثمان بھی ہیں، علی بھی ہیں، امام اعظم بھی ہیں، جنید بغدادی بھی ہیں، غوث اعظم بھی ہیں وغیرہ وغیرہ مگر دیوبندیوں کے ان علم مجسمہ کے فتاوی کو دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ فتوی کے الف بے سے بھی واقف نہیں۔

سوال یہ ہوا کہ ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب؟

جواب دیا کہ بندے کو تحقیق نہیں۔

منی آرڈر فیس کو سود کہہ کر ناجائز کہا، جو ان کے پہلی بار کے مطبوعہ فتاوی میں موجود ہے۔

ان کے بہت عزیز شاگرد کا بیان ہے کہ یہ ایک ہندو کی دوکان پر کپڑا خریدنے گئے، اس سے نظر بچا کر کچھ کپڑا چرا لیا، جب ہم نے گھر آ کر پوچھا تو فرمایا: ہندو کی چوری جائز ہے۔

اس پر دیوبندیوں کو شرم آئی تو بعد کی اشاعتوں میں اسے نکال کر فتاوی رشیدیہ کو خصی کر دیا، علماء کی گستاخی کرنے والے کو کافر کہا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی گستاخی کرنے والوں کو کہا کہ وہ خارج از اہل سنت بھی نہیں، وہ سنی العقیدہ سنی مسلمان ہیں۔

حدیث گڑھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو بھائی کہو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر افترا باندھا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ مجھے دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں۔

کیا ایسے لوگ بھی عالم کہلانے کے لائق ہیں، کیا ان کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ فتوی مجلسی تحقیق کریں یا کوئی فتوی دیں۔

میرا مقصود یہ کہ ہر عالم کہلانے والا عالم نہیں اور جو واقعی عالم ہے، اس کی اتباع ایمانیات میں بھی لازم اور اعمال میں بھی لازم اور دیوبندیوں کی تکفیر کا فتوی صرف ایک عالم کی نے نہیں بلکہ حرمین طیبین کے، ہندوستان و سندھ کے ایک دو نہیں سیکڑوں ایسے علماء نے دیا ہے جو

واقعی عالم بھی ہیں، مفتی بھی ہیں اور دنیائے اسلام کے معتمد بھی۔

دفعہ (ب) اس پر صرف ایک سوال ہے کہ آپ نے بھی قادیانی کو کافر کہا۔ بتایئے کہ کس مجتہد نے قادیانی کو کافر کہا، آپ تو مر گئے، آپ کے متبعین مولوی صاحبان، مولوی عزیز الرحمن فتح پوری، ضیاء الرحمن فاروقی، بتائیں بلکہ ساری دیوبندی جماعت بتائے یہ لوگ بھی مرتے مر جائیں گے مگر کس مجتہد کا قول ہے نہیں دکھا سکتے کہ قادیانی کافر ہیں۔ مجتہد مطلق کا قول کیا دکھائیں گے، کسی مجتہد فی المذہب، مجتہد فی المسائل کا قول بھی نہیں دکھا سکتے۔ آپ آقائے نعمت سرپرستان معیشت کو بچانے کے لیے ایک قاعدہ مقرر کر گئے کہ خود اس میں پھنس گئے، خود ہی یہ قاعدہ وضع کیا، اور خود ہی اس کی دھجیاں بکھیر دیں، یہ ہے کتاب الکشاف حق۔

دوسری: آپ نے اس دفعہ کی تائید میں فقہائے کرام کے جو ارشادات نقل کیے ہیں اس کو آپ بیچارے کہاں سے سمجھ پاتے۔

فان العلم نور من الله
ونور الله لا يعطاه عاصي

علم اللہ کا نور ہے، اور اللہ کا نور نافرمانوں کو نہیں ملتا۔

اگر آپ ان عبارتوں کا صحیح مطلب سمجھ لیتے یا آپ کے حامیان سمجھ لیتے تو قادیانی کے انکار ہوتے سمجھ لیتے۔

بنوری صاحب نے اس دفعہ کی تائید میں صرف شرح الاشباہ والنظائر کی جو عبارت پیش کی ہے [illegible] فی الحال اتفاقاً ہوں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اس کو کافر کہا جائے گا جس کا ایسا عقیدہ ہو جسے مجتہد نے کفر کہا ہو۔ اس معیار پر بنوری صاحب کے آقایان نعمت سرپرستان عیش و عشرت کا کافر ہونا بلا شبہ مجتہدین کرام کے اقوال سے ثابت۔ کیوں کہ یہ لوگ اہانت رسول کے مرتکب اور اہانت رسول کا کفر ہونا اور گستاخ رسول کا کافر ہونا ائمہ مجتہدین سے منقول ہے۔

اور اگر اس عبارت کا یہ مطلب نہ لیا جائے تو لازم کہ روافض خواہ اثنا عشریہ ہوں یا اسماعیلیہ ہوں، آغا خانی ہوں یا بوہرے حتی کہ غلاۃ قرامطہ، باطنیوں کی بھی تکفیر درست نہ ہو

کیوں کہ ان میں سے کسی فرقے کی تکفیر کسی مجتہد سے منقول نہیں۔

مقالہ نمبر ۲:

اس میں بجنوری صاحب نے ثابت کیا ہے کہ مسائل اعتقادیہ اور احکام کفر و ایمان میں سواد اعظم ائمہ مجتہدین کا اتباع کیا جائے گا، اس باب میں مشائخ طریقت یعنی پیروں، مرشدوں کا اتباع بھی نہیں۔

مواخذہ نمبر (۲)

اس مقالہ کی بھی دو شقیں ہیں، مثبت اور منفی۔

مثبت یہ ہے کہ مسائل اعتقادیہ اور احکام کفر و ایمان میں سواد اعظم ائمہ مجتہدین کا اتباع کیا جائے گا، یہ حقیقت میں پہلے مقالے کی دفعہ (ب) کا اعادہ ہے اور یہ بجنوری صاحب کی چالاکی ہے، ایک ہی بات کو بار بار ذکر کرکے اپنی کتاب کے حجم کو بڑھایا ہے، اس پر کلام ہو چکا۔

منفی دفعہ یہ ہے کہ اس باب میں مشائخ طریقت یعنی پیروں اور مرشدوں کا اتباع بھی نہیں، اس پر پہلا مواخذہ یہ ہے کہ شاہ سید اسمٰعیل [illegible] کو ان کے جاہل مرید اللہ ہو میاں کہتے ہیں، جس کی تعریف کرکے آپ نے اللہ والے میاں سے بدل دیا ہے، ناظرین انصاف کریں کہ [illegible] اللہ ہو میاں اور [illegible] اللہ والے میاں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اللہ اسم جلالت ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ارشاد ہے۔

هل تعلم له سميا

کیا اس کا ہم نام کسی کو جانتے ہو؟

اسی لیے اس کا اطلاق غیر خدا پر حرام، کفر انجام ہے۔

لفظ اللہ کے استعمال کا دو طریقہ ہے، اللہ، ہ کے سکون کے ساتھ اور اللہ یعنی ہ پر ضمہ اشباع کے ساتھ۔ اس اسم مبارک کے پڑھنے کے یہ دونوں طریقے ہیں، دونوں کا مدلول ایک

ہی ہے۔ یعنی خدائے عز وجل، یہ بزرگ صرف شیخ طریقت تھے، مجتہد ہونا تو بڑی بات ہے، مفتی بھی نہ تھے، پھر آپ نے کس بنا پر ہم سے یہ سوال کیا ہے کہ انہوں نے دیوبندیوں کو کافر نہیں کہا، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جب بجنوری صاحب کی یہ تحقیق ہے کہ پیروں کا قول اس باب میں معتبر نہیں تو شاہ عبدالبصیر صاحب کسی کو کافر کہیں یا نہ کہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

ثانیاً: جب آپ کے نزدیک کفر وایمان میں صرف مجتہدین کا قول معتبر ہے تو آپ نے اپنے سوال نامے میں مولانا عبدالحی لکھنوی سے لے کر مولانا حبیب الرحمن صاحب بدایونی کے بارے میں کیوں سوال کیا ہے، کیا یہ بجنوری صاحب کے نزدیک مجتہد ہیں، اگر مجتہد ہیں تو بات ختم اور اگر مجتہد نہیں اور یقیناً مجتہد نہیں تو بجنوری صاحب کے نزدیک ان کے کافر کہنے اور کافر نہ کہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لیے سوال میں ان ناموں کو درج کرنا بھرتی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ثالثاً: اس مقالے کی ایجاد اصل میں مفتی رضوان الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس سوال کے جواب میں ہوئی ہے، جو کہ انہوں نے بجنوری صاحب سے پوچھا تھا۔

تاج العلماء سید محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ جو اکابر دیوبند کو کافر کہا کرتے تھے، اور آپ نہیں کہتے، آپ کا سلسلہ بیعت ان سے قائم رہا یا نہیں؟ اس کے جواب میں بجنوری صاحب نے کہا: اگر مسئلہ تکفیر پر پیری مریدی کا دارومدار ہے تو فرمائیے الی آخرہ صفحہ ۶۱-۶۲

حضور مفتی اندور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سوال اتنا وزنی تھا کہ اسی کو دفع کرنے کے لیے آپ نے یہ مقالہ لکھا ہے۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ اگر آپ کی مراد جاہل بے پڑھے لکھے پیر ہیں، جیسا کہ آج کل پیروں کی غالب اکثریت بے پڑھے لکھوں کی ہے، الا ماشاء اللہ۔ لیکن اگر وہ پیر ماہر شریعت وطریقت ہو، عالم ظاہر وباطن ہو وہ بھی ایسا عالم ہو جو منصب افتا پر فائز ہو، تو اس کا قول ضرور حجت ہوگا اور بجنوری صاحب کے پیر ومرشد تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب

قدس سرہ شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کے فقیہ و مفتی تھے، پھر ان کا فتویٰ ایمان و کفر کے بارے میں ضرور دلیل ہوگا۔ وہ بھی ایسا سخت فتویٰ کہ اس کے نہ ماننے کی صورت میں مریدان کے فتویٰ کی رو سے مرتد ہو جائے گا۔ جب ایک شیخ طریقت جو مفتی بھی ہو ایسا فتویٰ دے جس کی رو سے مرید کافر و مرتد ہو جائے تو ضرور اس مرید کی بیعت فسخ ہو وہ مرید مرید نہیں رہا، مرتد ہو گیا۔

رابعاً: بجنوری صاحب کا یہ تو ہم کہ جب سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کافر کہا تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوں کہ حنبلی تھے، حضرت امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے، تو وہ بھی ضرور یزید کو کافر مانتے ہوں گے، دو وجہ سے باطل۔ اول خود بجنوری صاحب کے قول سے کہ مسئلہ تکفیر تحقیقی ہے تقلیدی نہیں جب آپ کے نزدیک تقلیدی نہیں تو پھر کس منہ سے کہہ دیا کہ چوں کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد تھے، لہٰذا وہ بھی یزید کو کافر جانتے اور مانتے ہوں گے۔ ناظرین خانہ خرابی کا نظارہ کریں! خود ایک قاعدہ بنایا اور خود ہی اس کو ملیامیٹ کر دیا۔ یہ باطل کی حمایت کا نتیجہ "انکشاف حق" میں یہ منظر قدم قدم پر ہے، ہم کہاں تک گنائیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بجنوری صاحب جگہ جگہ تو ہم کی بنا پر قطعی کا حکم لگاتے رہتے ہیں، یہاں نقل صریح چاہیے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کافر نہیں کہا لیکن بجنوری صاحب کا کوئی حامی دیوبندی اس بارے میں کوئی نقل نہیں دکھا سکتا۔

یزید کی تکفیر

بجنوری صاحب نے بار بار یزید کی تکفیر اور عدم تکفیر کا ذکر کر کے دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے ہم یہیں اس کو صاف کیے دیتے ہیں، اور واضح کیے دیتے ہیں کہ یزید کے تکفیر کے مختلف فیہ ہونے سے دیوبندیوں کی تکفیر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل وغیرہ نے یزید کو کافر کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا،

اور جو لوگ کافر نہیں کہتے وہ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا، اس نے ابن زیادہ کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ ان سے جس طرح بھی ہو میری بیعت لو اور مطالبہ بیعت کفر نہیں، اس لیے یزید کو کافر کہنا صحیح نہیں۔

پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو وہ اس بنا پر تھا کہ یزید اپنے آپ کو خلیفہ برحق سمجھتا تھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی۔ اور۔ باغی کو قتل کرنا فرض ہے۔

پھر بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر یزید خوش ہوا تھا، اور جب سید الشہداء امام عالی مقام کا سر اقدس اس کے سامنے پیش ہوا، تو چھڑی سے اسے ٹھوکر ماری، اور ان کے جمال جہاں آرا میں کلام کیا۔

لیکن اس کے بالمقابل یہ روایت بھی ہے کہ شہادت کی خبر سن کر سخت برہم ہوا، ابن زیاد کو برا کہا، قاتلین انعام کی لالچ میں پہنچے تو نہیں ڈانٹ کر بھگا دیا اور یہاں تک کہا کہ اے حسین! تجھ میں اور ابن زیادہ میں کوئی رشتہ نہیں تھا، اس لیے اس نے یہ سب کیا۔ اگر میں ہوتا تو ایسا نہیں ہوتا اور جب روایتیں متضاد ہیں تو کسی ایک کے مطابق حکم لگانا درست نہیں۔ پھر یہاں کچھ محققین نے یہ بحث بھی کھڑی کر دی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنا کفر ہے یا نہیں۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بدرجہا افضل ہیں، ان کے قاتلین کو کسی نے کافر نہیں کہا، اس سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل رسول ہونے کی بنا پر شہید کرنا ان کے جسد اطہر یا سر مبارک کی تذلیل کرنی یقیناً کفر ہے، اور قطعی کفر ہے۔ کیوں کہ یہ حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تحقیر و توہین ہے۔ اور حضور سے بغض کا ثمرہ اور یہ تو باجماع مسلمین کفر ہے۔

لیکن اگر اس گمان میں شہید کیا گیا کہ وہ باغی تھے، تو یہ کفر نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطعاً یقیناً باغی نہیں تھے، طالب حق تھے۔ اور یزید پلید کی خلافت صحیح نہیں تھی۔ میرے مقالات میں اس پر سیر حاصل تحقیق موجود ہے، اس لیے اتنا طے ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے اور قاتلین بلاشبہ ظالم و جفا کار

اور لائق عذاب نار ہیں، اور اسی طرح یزید بھی اگر چہ بعض روایتوں سے ظاہر ہے کہ وہ ناراض ہوا، لیکن واقعات سے ظاہر ہے کہ ناراضگی دکھاوے کی تھی، اور آئندہ کے خطرات سے بچنے کے لیے جیسا کہ اس کے اس قول سے ظاہر ہے:

ابن مرجانہ کا برا ہو کہ اس نے میری عداوت ہر نیک و بد کے دل میں پیدا کردی۔

اگر وہ واقعی ناراض تھا تو قاتلین کو سزائیں کیوں نہیں دیں، ابن زیاد بدنہاد کو معزول کیوں نہیں کیا۔

یہ تو عام خیالات کی ترجمانی اور اس پر بحث تھی، طبری، بدایہ و نہایہ وغیرہ میں ہے کہ جب اس کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اعزہ و احباب کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے ابن زبعری کے وہ کفریہ اشعار پڑھے جو اس نے اُحد کے معرکہ کے بعد فخریہ کہے تھے، جو یہ ہیں:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج فی وقع الاسل

کاش! بدر میں مارے جانے والے ہمارے بزرگ نیزوں کی مار سے خزرج کی بے قراری کا مشاہدہ کرتے۔

فاھلوا واستھلوا فرحا
ثم قالوا لی ھنیئا لا تسل

تو وہ خوشی کے ترانے گاتے، اور نعرے لگاتے، پھر مجھ سے کہتے: مبارک ہو! ہمیں ایسی خوشی ہے کہ مت پوچھو۔

حین حلت بفناء برکھا
واستحر القتل فی عبد الاشل

جب صحن میں ان کے اونٹ اترے اور عبدالاشل میں کشت و خون کی گرم بازاری ہوئی۔

قد قتلنا الضعف من اشرافکم
وعدلنا میل بدر فاعتدل

(بدایہ نہایہ: ج ۸، ص ۱۹۲)

ہم نے بدلے میں تمہارے کئی گنا معزز لوگوں کو قتل کیا، اور اس طرح ہم نے جنگ بدر کی کجی کو بالکل درست کر دیا۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ واقعہ حرہ کے موقع پر اہل مدینہ کی تباہی اور بربادی سن کر یزید نے یہ اشعار پڑھے تھے، بہر حال! اس موقع پر بھی ہو تو کفر ہی ہوا۔

یہ یقینا قطعی کفر ہے، اور اس روایت کی صحت کی بنا پر یزید یقینا بلا شبہہ کافر ہے۔
لیکن طبری، بدایہ، والنہایہ وغیرہ تاریخ کی کتابوں میں جس سند کے ساتھ یہ روایت مذکورہ ہے وہ ضعیف ہے اور زیادہ سے زیادہ خبر واحد ہے، جو مفید ظن ہے، قطعی یقین کے لیے مفید نہیں، اور کسی کو کافر کہنے کے لیے ضروری ہے کہ کلمہ کفر قائل سے بطریق تواتر منقول ہو جس میں کوئی شبہہ نہ ہو، ہمارے امام، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یہ روایت بطریق آحاد و سند ضعیف پہنچی ہوگی، اس بنا پر اس کے بارے میں سکوت فرمایا، نہ کافر ہونے کا حکم دیا، نہ مسلمان ہونے کا۔ حدیث میں ہے، کیف وقد قیل۔

ہوسکتا ہے یہ روایت حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطریق تواتر پہنچی ہو، جس کی بنا پر انہیں اس کا یقین کامل ہو گیا ہو تو انہوں نے تکفیر کی، لیکن چوں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یزید کو کافر کہنے کی وجہ منقول نہیں، ہم نے جو کچھ لکھا، اپنی سمجھ سے لکھا، اس لیے اس کا احتمال ہے کہ وجہ کوئی اور ہو۔

ایسی صورت میں جب کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اقدم و اعلیٰ امام الائمہ حضرت امام اعظم سکوت فرماتے ہیں، ان سے بھی اس کی وجہ منقول نہیں تو ہم بھی یزید کے بارے میں سکوت اختیار کرتے ہیں، اور یہی مذہب محققین کا مختار ہے۔

صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یزید کے بارے میں دونوں قول نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا:

ومن ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة في شانه الوقف فيه.

اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا کہ یزید کے بارے میں توقف ہی

طریقہ ثابت تو یہ ہے۔

بجنوری صاحب تو چلے گئے، اب ان کے حامی دیوبندی بتائیں کہ یزید کے معاملے سے دیوبندی اکابر کی تکفیر کے معاملے کا کیا تعلق۔ یہاں دیوبندی اکابر کی کفری عبارتیں متواتر منقول ہیں۔ خود ان کو اور ان کے برادری والوں اور حامیوں کو اعتراف ہے کہ یہ کفری عبارتیں انہیں لوگوں کی ہیں۔

تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین نانوتوی صاحب، گنگوہی اور انبیٹھوی صاحبان تھانوی صاحب سب نے خود اقرار کیا کہ یہ سب عبارتیں ہماری ہی ہیں۔ ہم نے ہی لکھی ہیں۔ اس لیے اس بارے میں کوئی ادنیٰ سا وہم بھی نہیں کہ یہ عبارتیں ان کی نہیں۔ البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی عبارتوں کا وہ مطلب نہیں جو تم بیان کرتے ہو، اس کا مطلب یہ ہے وہ ہے۔ اس پر ہم آگے تفصیلی بحث کریں گے کہ دیوبندی ان عبارتوں کا جو مطلب بیان کرتے ہیں وہ کسی طرح ان عبارتوں کا مطلب نہیں۔ یہ کفری معنی میں صریح متعین ہیں۔

مقالہ نمبر ۳:

اس مقالے میں یہ لکھا۔

کسی مسلمان کو کافر کہنے کا معاملہ بہت سنگین اور خطرناک ہے، ہمارے ائمہ کرام اور علمائے شریعت مطہرہ نے اس باب میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے، اور سب مسلمانوں کو بھی احتیاط کا حکم دیا ہے۔

مواخذہ نمبر ۳:

لیکن اس کے باوجود ہمارے ائمہ کرام اور علمائے شریعت مطہرہ نے روافض، قرامطہ، باطنیوں، براہمہ کی تکفیر فرمائی اور انہیں حضرات نے گستاخ رسول کے بارے میں فرمایا: من شک فی کفرھم وعذابھم فقد کفر۔ شفا اور اس کی شروح درمختار، غرر، الاشباہ، در مختار، وغیرہ۔ ائمہ کرام اور علمائے شریعت نے ان الفاظ کفریہ کے بارے میں جن میں احتمال

تاویل ہو فرمایا:

اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعه فعلی المفتی ان یمیل الیٰ ما یمنعه ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه ۔ (در مختار)

اگر کسی مسئلے میں متعدد وجہیں ایسی ہوں جو کفر واجب کرتی ہوں اور ایک اسے منع کرتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی کی طرف جھکے، پھر اگر اس کی نیت وہی ہے جو کفر نہیں تو مسلمان ہے، ورنہ مفتی کا اس کے خلاف حمل کرنا اسے نفع نہیں دے گا۔

اس کے تحت شامی میں ہے:

ای وان لم تکن نیة ذلک الوجه الذی یمنع الکفر بان اراد وجه الکفر او لم تکن له نیة اصلا لم ینفعه تاویل المفتی لکلامه وحمله ایاہ علی المعنی الذی لا یکفر کما لو شتم دین مسلم وحمل المفتی الدین علی الاخلاق الردیئة لنفی القتل عنه فلا ینفعه ذلک التاویل فیما بینه وبین ربه تعالیٰ الا اذا نواہ ۔

یعنی اگر اس کی نیت اس معنی کی نہ ہو جو کفر نہیں اس کی دو صورت ہے یعنی اس کی مراد کفری معنی ہی ہو، یا بالکل کوئی نیت نہ ہو، تو مفتی کی تاویل اس کو نفع نہیں دے گی، جیسا کہ دین مسلم کو اس نے برا کہا، اور مفتی نے قتل سے بچانے کے لیے اس کو (دین) اخلاق ردیہ پر محمول کیا تو یہ تاویل رب تبارک وتعالیٰ اور اس کے درمیان نافع نہیں، ہاں! اگر اس کی نیت یہی ہو تو دوسری بات ہے۔

ناظرین غور کریں! زید نے ایک ایسا کلام بکا جس کے متعدد معنی ہیں، کچھ کفر کچھ اسلام تو اس کی نیت اگر وہ معنی ہے جو کفر نہیں اسلام ہے جب تو وہ مسلمان ہے، لیکن اگر اس کی نیت کفری معنی ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو حکم یہی دیا جائے گا کہ وہ کافر ہے۔

یہ ارشاد بھی انہیں ائمہ کرام اور علمائے شریعت کے ہیں، جنہوں نے مسلمان کو کافر کہنے میں احتیاط کا حکم دیا ہے۔

ہم سے سنئے! جب کوئی شخص ایسا کفر بکے جو صریح متعین ہو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کو کافر کہا جائے، یہاں کافر نہ کہنا احتیاط کے خلاف ہے، بجنوری صاحب کے حامی بتائیں کہ جب مسلمان کو کافر کہنے میں سخت احتیاط کا حکم ہے، تو رافضیوں، قادیانیوں کو کیوں کافر کہتے ہیں، جس دن دیوبندی اس گتھی کو سلجھا دیں گے، اس دن ہم انہی کے اقوال سے ثابت کردیں گے کہ اکابر دیوبند کافر ہیں۔

مقالہ نمبر۴:

اس میں بجنوری صاحب نے لکھا ہے:

عالمانِ شریعت مطہرہ کسی پر حکم کفر نہیں لگاتے، جب تک تمام مشائخ اس کے حکم کفر پر متفق نہ ہوں، جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال نفی کفر پائیں گے، ہرگز حکم کفر نہ دیں گے۔

مواخذہ نمبر۴:

اولاً: یہ مشائخ پر افترا ہے کہ وہ کسی پر اس وقت تک حکم کفر نہیں لگاتے، جب تک تمام مشائخ اس کے حکم کفر پر متفق نہ ہوں، کسی پر کا مفاد یہ ہے کہ کسی شخص پر۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مثلاً زید کفر صریح متعین بکا، مگر اس کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے گا، جب تک تمام مشائخ سے پوچھ نہ لیا جائے کہ یہ کافر ہے یا نہیں۔ یہ کفر پھیلانے کی مشین ہے "تمام مشائخ" کا لفظ اپنے استغراق کے اعتبار سے پوری دنیا کے مشائخ کو شامل ہے، جب تک پوری دنیا کے مشائخ سے پوچھا نہ جائے کسی بھی کفر بکنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔

دورِ حاضر میں آمد و رفت کے ذرائع کی ہزار آسانی کے باوجود پوری دنیا کے مشائخ سے پوچھنے میں کتنا وقت لگے گا؟ کتنا سرمایہ صرف ہوگا؟ اور یہ سرمایہ کہاں سے آئے گا؟

دیوبندیوں پر لازم ہے کہ اپنے سارے دار الافتا کے مفتیوں کو حکم دیں کہ جب کسی کے بارے میں سوال آئے کہ اس نے یہ کلمہ بکا ہے تو ہرگز کوئی حکم نہ دیں، جب تک دنیا کے مشائخ سے پوچھ نہ لیں۔ دیوبندیو! کیا کہتے ہو؟

ثانیاً: اس مقالے کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جس شخص کے کفر پر تمام مشائخ متفق ہوں اس کو کافر کہا جائے گا اور یہ مشائخ کا اطلاق فقہا کے عرف میں ان علما پر ہوتا ہے جنہوں نے امام کو نہ پایا ہو ظاہر ہے کہ یہ لوگ مجتہد نہ ہوں گے۔

جب مقالہ اولیٰ میں یہ لکھ چکے ہو کہ کفر و ایمان کے بارے میں غیر مجتہد کا قول معتبر نہیں تو یہاں مشائخ کو یہ حق کیسے دے دیا مشائخ ہی نہیں، مشائخ کے اتفاق کو معلوم کر کے ہر کس و ناکس کو اختیار دے دیا۔ یہ نظارہ اس ارشاد خداوندی کا ہے کہ فرمایا:

یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (الحشر)

یہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مومنین کے ہاتھوں برباد کر رہے ہیں۔

ثالثاً: بجنوری صاحب میں بھی دیگر دیوبندیوں کی طرح یہودیوں کی یہ خصلت فطرت اولیہ ہے کہ وہ قرآن، حدیث، ارشادات علماء میں تحریف معنوی کرتے ہیں۔ بلکہ موقع ملتا ہے، تو تحریف لفظی بھی کر جاتے ہیں، علمائے شریعت نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ کسی پر حکم کفر نہیں لگاتے، جب تک تمام مشائخ اس کے حکم کفر پر متفق نہ ہوں، فرمایا ہے تو یہ فرمایا کہ اسی قول و فعل پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا جس کے کفر پر تمام مشائخ متفق ہوں۔

درمختار میں ہے

لا یفتی بالکفر بشیء منها الا فیما اتفق المشائخ علیه .

انہیں چیزوں کے ارتکاب پر کفر کا فتویٰ دیا جائے گا، جس کے کفر ہونے پر مشائخ کا اتفاق ہو۔

فقہا نے نفی فرمایا ہے، رجل نہیں فرمایا ہے کہ اس کا ترجمہ کسی کا ہو، ناظرین دیکھیں، یہاں بجنوری صاحب نے تحریف لفظی بھی کی ہے اور تحریف معنوی بھی۔ یہ ہے ظہور "یحرفون الکلم عن مواضعه" اسی لیے میں کہا کرتا ہوں کہ اگلی امتوں کے یہود یہود ہیں اور اس امت کے یہود وہابی۔

مگر یہیں علامہ بجنوری نے اس کا ثبوت فراہم کر دیا، اگر یہ حقیقت میں یہودی نہ ہوتے تو تحریف نہ کرتے۔ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہیں ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

حمر سیمین صاحب نے (اب ہم نے بجنوری صاحب کو حمر سیمین کہنا اس لیے شروع کیا ہے کہ سنا ہے کہ ان کا سارا علم ان کی توند میں تھا، ماشاء اللہ کودام بہت بڑا ملا تھا کھاتے جاتے سب ساتھی تھک جاتے، اور وہ تازہ دم رہتے مارہرہ مطہرہ جب عرس میں حاضر ہوتے تو پیالے پہ پیالہ قورما مانگتے اور روٹیوں پہ روٹیاں کھاتے جاتے، ان گنت روٹیاں کھانے بعد میں دو دو تین تین پیالہ شوربا مانگ کر پیتے ساتھیوں سے کہتے یہاں خوب کھاؤ تبرک ہے، خوب کھاؤ تبرک ہے میں موجود ہوتا تو کہتا یار، کھاؤ مرنے سے نہ ڈرو موت اپنے وقت پر آئے گی۔ بہر حال، وہ حقیقت میں حمر سیمین تھے، بجائے ایک کے سات آنتوں میں کھاتے تھے، اس لیے ہم ان کو حمر سیمین کہنے میں حق بجانب ہیں۔

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا کہ حمر سیمین صاحب نے یہ خیانت یہ تحریف اپنے آقایان نعمت وہر پرستان معیشت کو بچانے کے لیے کی تھی کہ دیکھو ان کو ان کے زمانے کے سب علماء نے کافر نہیں کہا۔ دیکھئے! یہ پانچ چھ نام ہم گنا رہے ہیں ان لوگوں نے کافر نہیں کہا ہے تو انھیں چھوڑ کر ساری دنیا کے مفتیان کرام کافر کہا کریں اس سے وہ کافر نہیں ہوں گے۔ کیوں کہ جب پانچ چھ ملا کافر نہیں کہہ رہے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ سب نے کافر نہیں کہا ہے۔ لیکن تحریف کلام سے کسی کافر کا کفر نہیں اٹھ سکتا، جب علما نے فرما دیا کہ کوئی چیز دیکھ لے۔ در مختار کی عبارت گزری اس میں یہی ہے، اس کا ترجمہ کوئی چیز جو ہوگا خواہ وہ قول ہو یا فعل اس کا ترجمہ کسی کے کرتا ترجمہ نہیں، تحریف معنوی ہے، اس پر نص جلی بعد کا جملہ "ما اتفق المشائخ علیہ" ہے۔ اس لیے کہ ما غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے جو شخص پر صادق نہیں ہوگا۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز خواہ قول ہو یا فعل ایسی ہو جس کے کفر ہونے پر تمام مشائخ متفق ہوں۔ اس کو کوئی بولے یا اس کا ارتکاب کرے وہ کافر ہے، اور یہ بات دیوبندیوں پر سو فیصد صادق، نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں ضروریات دین کا انکار کیا، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، اور

اس پر عہد رسالت سے لے کر آج تک پوری امت کا اجماع ہے کہ ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرنا یا کسی نبی کی توہین کرنی کفر ہے، اور اس کا مرتکب ایسا کافر ہے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ کافر۔ اس لیے دیوبندی ضرور کافر۔

مقالہ نمبر ۵:

اس میں حمیر کمین صاحب نے لکھا ہے کہ:

صاحب کلام اپنے کلام میں جو تاویل کرے وہ قبول کی جائے گی۔

مواخذہ نمبر ۵:

اولاً: ہم جوں جوں اس کتابچے کا مطالعہ کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارا یقین بڑھتا جا رہا ہے کہ حمیر کمین صاحب نے "انکشاف حق" اس لیے لکھی ہے کہ اس زمانے کے ملحدوں، بے دینوں کو اعلانیہ کفریات بکنے کے لیے ایک سند مل جائے کہ وہ جو چاہیں بکیں اور اپنے کلام کی من مانی تاویل کریں پھر بھی مسلمان بنے رہیں۔ مثلاً زید جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر حقیقت میں مشرک ہے وہ یہ بکے کہ کروروں معبود برحق ہیں جب اس سے کہا جائے کہ یہ شرک ہے۔ قرآن مجید کی سیکڑوں آیات کے معارض مثلاً ارشاد ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ (بقرہ)

اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، سوائے اس کے کوئی معبود نہیں۔

تو زید یہ تاویل کرے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لیے آتی ہے جیسا کہ "شر اهر ذا ناب" میں ہے۔ اور نفی کبھی نفی کمال کے لیے آتی ہے جیسا کہ لا صلوة لجار المسجد الا فی المسجد میں ہے۔ آیت میں الٰہ میں تنوین تعظیم کے لیے ہے، اور لا الٰہ میں نفی نفی کمال ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ بڑا کامل معبود ایک ہی ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں کہ چھوٹے چھوٹے سیکڑوں معبود برحق نہ ہوں۔ حمیر کمین صاحب تو جہاں جانا تھا جا چکے، اب ان کی کتاب چھپوانے والے ساحل عزیز الرحمٰن فتح پوری، ضیاء الرحمٰن فاروقی بتائیں۔ زید مومن ہے یا کافر؟ اس کی مذکورہ بالا تاویل قبول کی جائے گی یا نہیں؟ ناظرین سے گزارش ہے کہ یہ تو

بالکل شیطان اخرس بنے رہیں گے۔ آپ لوگ دارالعلوم دیوبند استفتا بھیج کر معلوم کرلیں، وہاں سے یہی جواب آئے گا کہ زید کافر و مشرک ہے، اس کی تاویل مردود ہے۔ اسی سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ”چلا جب چال کوا ہنس کی اپنا چلن بھول گیا“

ثانیاً: اس مقالے کی درگت حسم سمین صاحب خود ہی بنا چکے ہیں انہوں نے اپنی ای کتاب میں قادیانی کو کافر لکھا ہے جب کہ قادیانی اپنے اقوال کفریہ کی اس قسم کی تاویلات کرتے ہیں، جس قسم کی دیوبندی اپنے پیشواؤں کی کفری عبارتوں کی کرتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں کی تاویل مردود اور قادیانیوں کو ادعائے نبوت کی راہ بتانے والے دیوبندیوں کی تاویل مقبول۔

اندازہ ایسا ہوتا ہے کہ حسم سمین صاحب ڈبل ڈیوٹی پر تھے، دیوبندیوں کی طرف سے بھی اور قادیانیوں کی طرف سے بھی یہی سبب ہے کہ مواخذہ اُخروی کے خوف سے گھلنے کے باوجود تر بتر مرغن در مرغن غذاؤں کی بدولت اتنے تنومند ہوگئے تھے کہ گینڈا بھی دیکھ کر شرما جاتا، کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بتوں کے عشق میں ہم رشکِ مجنوں
خدا کے عشق میں وہ کھل کے ہاتھی

☆☆☆

دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

"دیوبندی مقررین کے اعتراضات کے مدلل ومسکت جوابات"

مورخہ ۳،۴ جون ۱۹۷۸ء بروز شنبہ ویکشنبہ مدرسہ جامع العلوم دوہری گھاٹ ، ضلع اعظم گڈھ کی جانب سے دیوبندیوں کے دوروزہ اجلاس منعقد ہوئے ، جس میں مولوی ارشاد احمد صاحب مبلغ دارالعلوم دیوبند، مولوی نور محمد ٹانڈوی صاحب، مولوی عبدالمالک صاحب نے تقریریں کیں۔ یہ جلسہ سیرت پاک کا جلسہ تھا۔ مگر ان تینوں مقررین نے دودن کے اجلاس میں ایک تقریر بھی سیرت پاک پر نہیں کی۔

ان سب کی ساری تقریریں اہل سنت پر طعن سب وشتم ، افترا و بہتان سے پُر تھیں۔ جس کا اثر عوام پر یہ پڑا کہ لوگ بیزار ہوگئے اور سمجھ گئے کہ ان مولویوں کے پاس علم نام کی کوئی چیز نہیں، سوائے گالی گلوج کے اور کوئی سرمایہ نہیں۔ ان تقریروں میں شان خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض جملے ایسے تھے جو انتہائی عقین ، توہین وگستاخی پر مشتمل تھے۔ مثلاً ایک صاحب نے کہا: بکواس نمبر(۱) زبان مصطفےٰ پر خدا خود بیٹھ کر بولتا ہے۔

ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل بیٹھنے اٹھنے سے منزہ ہے ، اور وہ بھی کسی کی زبان پر بیٹھنا اور زیادہ اس کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہے۔ یہ اللہ عزوجل کی شدید تنقیص ہے۔ نیز قرآن مجید کا غلط ترجمہ اور تفسیر ہے۔ آیت کریمہ "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ" کا ترجمہ یہ ہے یہ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو وحی ہوتی ہے۔ وحی کے معنی زبان پر بیٹھنا نہیں یہ قرآن مجید کی تحریف معنوی ہوئی۔

بکواس نمبر(۲) نیز یہ کہا گیا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود طعام زبان پر رکھا تھا کہ زبان اینٹھ گئی۔

یہ اعجاز نبوت کی تکذیب اور تنقیص شان رسالت ہے۔

بکواس نمبر (۳) یوں ہی آیت کریمہ "اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ" کے ترجمہ میں کہا: یہ تمہارے بس کا روگ نہیں۔

اس میں ہدایت کو روگ کہا۔ یہ اسلام کی شدید مذمت ہے۔ کیا اسلام روگ ہے، بیماری ہے۔ اسلام کو روگ اور بیماری کہنے والے کے بارے میں مسلمان خود فیصلہ کریں، وہ کس زمرے میں داخل ہے۔ کہا تو ایک نے مگر سب نے بخوشی سنا اور اس پر کوئی نوٹس نہیں لیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ سارے دیوبندی اس سے متفق ہیں، اور ان میں سے کسی کے دل میں عظمت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عزت اسلام کا کوئی شائبہ نہیں۔

ان مقرروں نے دوران تقریر جماعت اہل سنت اور علمائے اہل سنت کو جس طرح سب وشتم اور طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہوئے خلاف واقعہ اور بے اصل الزامات واتہامات عائد کیے، ان سے سنجیدہ وذی علم طبقہ میں بے پناہ خلش واضطراب اور حیرت واستعجاب پیدا ہوا کہ کس ناروا جسارت وکمال بے حیائی کے ساتھ ان نام نہاد ذمہ دار علما نے غلط بیانی ودروغ گوئی سے کام لے کر علمائے اہل سنت کی مقدس ذاتوں پر بے سروپا الزامات لگا کر اپنے اپنے جذبہ بغض وعناد کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ خلاف اصل واقعات کے انتساب سے ان کی مذہبی دیانت اور ملی حمیت کا اظہار ہوتا ہے اور دشنام طرازی وتکفیر سازی سے ان کی رواداری وخوش خلقی اور کسی کلمہ گو کو برا بھلا نہ کہنے کے بلند بانگ دعووں کا راز طشت از بام ہوتا ہے۔

ہم اس مختصر رسالہ میں پہلے ان کے پادر ہوا اعتراضات کے مسکت ومدلل جوابات اور پھر ضمناً ان پر معارضات قائم کیے ہیں تاکہ قارئین انھیں پڑھ کر دیوبندی جماعت کے گمراہ کن خیالات ونظریات سے بخوبی واقف ہو جائیں۔ اور ان کے مکر وفریب سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ومامون رہ سکیں۔

آخر میں تیرہ سوالات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ ہم تمام دیوبندی عالموں سے ان کے تحقیقی جوابات کے طالب ہیں۔ دیوبندی عوام سے بھی ہم باصرار کہتے ہیں کہ وہ اپنے علماء کو ہمارے پیش کردہ سوالات کے جواب دینے پر مجبور کریں ورنہ اپنی غلطیوں کا برملا اعتراف واقرار کریں۔

(۴)

مولوی عبد المالک بلیاوی

فاضل دار العلوم دیوبند

کے

بے بنیاد اعتراضات کا دندان شکن جواب

ہذیانات اور جوابات

(۱) مولوی عبدالمالک بلیاوی نے اپنی تقریر میں کہا کہ خاں صاحب نے اپنی کتاب "الملفوظ حصہ چہارم صفحہ ۹ میں نوشیرواں کو غیر عادل کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت ترین گستاخی کی ہے جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں عادل بادشاہ کے زمانہ میں پیدا ہوا۔

جواب

مولوی عبدالمالک کا پہلا جھوٹ یہ ہے کہ انہوں نے الملفوظ کو اعلیٰ حضرت کی تصنیف کہا حالاں کہ یہ اعلیٰ حضرت کے زبانی ارشادات کا مجموعہ ہے جو مرتب کیا گیا ہے۔ نوشیرواں عادل تھا کہ ظالم اس کو تاریخ کے آئینے میں دیکھئے۔

تھانوی صاحب کے بہت ہی خاص نیاز مند مولوی سلیمان ندوی سیرۃ النبی جلد چہارم صفحہ ۱۶۴ پر نوشیرواں کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایرانیوں میں اس کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کے بدولت ملا۔

ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا نام عدل مجوسی لغت میں تو ہو سکتا ہے مگر کسی انسان کی لغت میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔

جس حدیث کا انہوں نے حوالہ دیا ہے وہ صحیح نہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۱۰۳ میں لکھتے ہیں:

چنانچہ برزبانہا مشہور است کہ " ولدت فی زمان الملک العادل "نزد محدثین اصلے صحیح نیست۔

زبانوں پر مشہور ہے کہ "میں بادشاہ عادل کے زمانہ میں پیدا کیا گیا" محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں۔

غیر صحیح حدیث کو مذہب بنانا دیوبندیوں ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔

یہی شیخ نوشیرواں کے عادل وظالم ہونے کے بارے میں وہیں لکھتے ہیں:

چوں درست وصف مشرک بعدل حالانکہ شرک ظلم عظیم است۔ قال اللہ تعالیٰ: ان الشرک لظلم عظیم.

مشرک کو عادل کہنا کیسے درست ہوگا حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔

عبدالمالک اور ان کے نیاز مند سارے دیوبندی بتائیں مجوسیت کو فروغ دینا اس کو بزور شمشیر پھیلانا اور جو مجوسی نہ ہو اسے بے دریغ قتل کرانا عدل ہے کہ ظلم؟ کفر ہے کہ اسلام؟

اب اگر اعلیٰ حضرت نے یہ لکھا کہ وہ عادل نہیں تھا اور اس کے احکام کو حق جاننا کفر ہے تو یہ صحیح ہے کہ غلط؟ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتائیں کہ شیخ محدث دہلوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) مولوی عبدالمالک نے یہ بھی بیان کیا کہ تمام بریلوی کافر ہیں، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور ان کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔

جواب

سارے دیوبندی بولیں کہ عبدالمالک کا یہ کہنا صحیح ہے کہ غلط؟ اگر غلط ہے تو اس کا اعلان کریں اور اگر صحیح ہے تو بتائیں مولوی اشرفعلی تھانوی کا ارشاد کمالات اشرفیہ نامی کتاب میں ہے:

بریلی والوں کے پیچھے ہماری نماز ہو جائے گی، وہ ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن ہم انہیں کافر نہیں کہتے۔ (صفحہ ۳۲۱)

اور بولیے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کی ساتویں جلد صفحہ ۱۱۱ میں ہے:

مولوی احمد رضا صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا صحیح نہیں۔

مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگوی "اشد العذاب" صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے۔

"کافر ہوجاتے" کا جملہ اس بات کی دلیل ہے کہ کافر نہیں، مسلمان ہیں۔ ابھی جنوری ۱۹۷۵ء کا تازہ دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ہے جس میں تصریح ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ماننے والے مسلمان ہیں۔

اب سب دیوبندی اکٹھا ہو کر مل جل کر یہ بتائیں کہ ان میں کون سچا ہے کون جھوٹا؟ اگر عبدالمالک سچے تو تھانوی صاحب، دربھنگوی صاحب، دیوبند کے نئے پرانے مفتی صاحبان کافر ہوئے کہ نہیں؟ اور اگر دیوبندی اکابر سچے ہیں تو مولوی عبدالمالک، مولوی ارشاد، مولوی نور محمد، مدرسہ محمدیہ کے صدر مدرس، اور مولوی عبدالباری مبارک پوری یہ سب اپنے اکابر کے مسلمہ مسلمان کو کافر کہہ کر خود کافر ہوئے یا نہیں؟

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(۳) مولوی عبدالمالک نے کہا: رضا خانی اولیائے کرام کے لیے تصرف اور اختیار مانتے ہیں جو کھلا ہوا شرک ہے۔ اور یہی مضمون تقویۃ الایمان وغیرہ دیوبندیوں کی دوسری کتابوں میں ہے۔

جواب

دروغ گو را حافظہ نہ باشد: پھر عبدالمالک صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا:

حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باورچی سے ایک بار فرمایا: مانگو جو مانگنا چاہتے ہو، تو باورچی نے کہا جو مانگوں گا ملے گا، حضرت نے فرمایا: ہاں! کئی بار کی تکرار کے بعد باورچی نے عرض کیا: آپ مجھے اپنے جیسا بنا دیں، حضرت حجرے میں اسے لے گئے، تصرف فرمایا اور جب حجرے سے باہر نکلے تو پہچان ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ حضرت کون

ہیں، اور باورچی کون ہے۔

نوٹ: یہ مضمون مولوی وصی اللہ فتح پوری کے حوالے سے بھی "معرفت حق" جمادی الآخرہ ۱۳۸۶ھ صفحہ ۱۳ پر درج ہے۔

مولوی عبدالمالک بتائیں جب آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ اولیائے کرام کے لیے تصرف اور اختیار ماننا کھلا ہوا کفر ہے تو آپ بقلم خود مشرک ہوئے کہ نہیں؟ اور آپ کے فتوے سے آپ کے ماضی قریب کے سب سے بڑے پیشوا مشرک ہوئے کہ نہیں؟ اور جب یہ آپ کے فتوے سے مشرک ہوئے تو ان کو مصلح امت کہنے والے سب کے سب مشرک ہوئے کہ نہیں؟

علاوہ ازیں آپ دیوبندیوں کے پیشوائے اعظم قاسم نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:

کرم کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

ذرا حضور پر نظر کرتے ہوئے بتایئے کہ قاری طیب کے دادا صاحب مشرک ہوئے کہ نہیں؟ یہی ممدوح قصائد قاسمی میں کہتے ہیں:

جو چھو بھی دے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش
تو کھاوے خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

سگ کوئے مدینہ کے لیے اتنا بڑا تصرف کہ ابلیس ملعون جیسے جہنمی کو جنتی بنا دے وہ بھی محض چھونے سے ہو گیا؟ شرک ہے کہ نہیں؟

آپ کے شیخ الہند صاحب گنگوہی صاحب کے مرثیہ میں لکھتے ہیں:

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی
مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم
نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا
اس کا جو حکم تھا تھا سیف قضائے مبرم

بولے آپ کے شیخ الہند صاحب نے شیخ الکل فی الکل کے لیے نہ جانے کیا کیا تصرفات و اختیارات ثابت کر دیے۔

(۱) دین و دنیا کے قاضی الحاجات (۲) مردوں کو زندہ کرنے والے (۳) زندوں کو مرنے سے بچانے والے (۴) قضائے مبرم کو ٹالنے والے۔

بولے آپ کے فتوے سے آپ کے شیخ الہند کو شیخ الہند ماننے والے تمام دیوبندی کافر مشرک ہوئے کہ نہیں؟۔

نیز مولوی عبد المالک نے کہا حضرت خواجہ باقی باللہ نے فرمایا کہ میں نے ستر سال صرف کر کے یہ مرتبہ حاصل کیا ہے، جب کہ حضرت کی کل عمر مبارک اڑتالیس سال ہے۔ دیکھئے حیات باقیہ۔

بولے واعظ صاحب تقریر کے منبر پر کھڑے ہو کر یہ صریح غلط بیانی کی یہ کیسی مسلمانی ہے؟ رہ گیا اولیائے کرام کے لیے تصرف و اختیار تو یقیناً یہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے مگر یہ ہمارا خود ساختہ نہیں بلکہ سلف سے خلف تک تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا ہے اور ہے۔

درس نظامی کی مشہور عقائد کی کتاب "کتاب العقائد" نسفی میں ہے۔

فتظهر الكرامة للولي من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة وظهور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة والمشي على الماء والطيران في الهواء وكلام الجماد والعجماء واندفاع المتوجه من البلاء وكفاية المهم عن الاعداء وغير ذلك من الاشياء. (صفحہ [illegible])

ولی سے کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ لمبی مسافت تھوڑی دیر میں طے کرنا ضرورت کے وقت کھانا پینا لباس کا ظاہر ہونا اور پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، جمادات اور بے زبان کا بولنا اور مصیبت زدہ کا ان کی طرف توجہ کرنے کے وقت بلا دور کرنا، دشمنوں کے شر سے بچانا وغیرہ وغیرہ۔

بولے یہ سب تصرفات اولیائے کرام کے لیے ثابت مان کر حضرت علامہ ابو البرکات نسفی اور ان کو امام و پیشوا ماننے والے تمام اہل سنت اور خود آپ لوگ کافر مشرک ہوئے

کہ نہیں؟

علاوہ ازیں امام غزالی علیہ الرحمۃ کی احیاء العلوم سے حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات و اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:

من یستمد فی حیاته یستمد بعد مماته. (باب زیارۃ القبور)

جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وصال کے بعد بھی مدد مانگی جا سکتی ہے۔ نیز یہی حضرت شیخ عبد الحق ''اشعۃ اللمعات'' میں اور حضرت ملا عبد الرحمن جامی ''نفحات الانس'' میں فرماتے ہیں:

چار شخص اپنی قبروں میں زندوں کے مثل تصرف کرتے ہیں۔ حضرت شیخ معروف کرخی، حضور غوث اعظم، اور دو اور شخص۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

الغرض جاری میں تصریح ہے کہ اولیائے کرام کے لیے بھی بعد وصال تصرف ثابت ہے۔

نیز حضرت شیخ نے ایک عارف کامل کا قول نقل کیا ہے کہ بعد وصال ولی کا تصرف زیادہ قوی ہوتا ہے بہ نسبت حیات ظاہری کے۔ تو لیجیے یہ سب پیشوایان امت، اولیائے ملت کو آپ نے کافر و مشرک کہہ کر اپنا ٹھکانہ جہنم نہیں بنایا تو کہاں بنایا۔

[illegible]

[illegible]

(۳) مولوی عبد المالک نے اپنی تقریر میں کہا: یہ لوگ حضور کو حاضر و ناظر مانتے ہیں جب کہ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔

جواب

قرآن مجید میں ہے:

انا ارسلنک شاھدا. یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدا.

شاہد کے معنی خود حدیث میں حاضر کے ہیں۔

فلیبلغ الشاھد الغائب.

میرا پیغام حاضر غائب کو پہنچا دے۔

نیز بالغ کی نماز جنازہ کی دعا خود حدیث میں مذکور ہے

اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا۔

اے اللہ! بخش دے ہمارے زندہ کو، ہمارے مردہ کو، ہمارے حاضر کو، ہمارے غائب کو۔

قرآن کریم کی سب سے صحیح اور راجح تفسیر وہ ہے جو احادیث سے مستخرج ہے۔ اس بنا پر ان دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا اے محبوب! ہم نے تم کو حاضر بنا کر بھیجا۔ اور جو حاضر ہو چکا ہو اس کا ناظر ہونا لازم ہے۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تم کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔ قرآن و حدیث سے ثابت مضمون کو آپ نے کھلا ہوا شرک کہہ کر اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرک بنایا اور اب آپ بتائیے کہ آپ کس کے بندے اور کس کے امتی ہیں؟۔

علاوہ ازیں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "سلوک اقرب السبل" میں فرماتے ہیں:

بعد چندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر۔

باوجود ان اختلافات اور کثرت مذاہب کے جو علمائے امت میں ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز و توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

لان روحه صلى الله عليه وسلم حاضرة فی بيوت اهل الاسلام

روح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔

اب آپ بتائیے حضرت شیخ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کو تمام مسلمانوں کا اتفاقی عقیدہ بتاتے ہیں اور آپ اس اتفاقی عقیدہ کو کھلا ہوا شرک کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اہل سنت و جماعت کے سواد اعظم سے آپ خارج ہوئے یا نہیں؟ اور "من شذ

شذ فی النار" کے مصداق ہوئے کہ نہیں؟

کسی مست کی لگی ہے مگر اس کے سر کو ٹھوکر
کہ پڑا ہے میکدے میں یہ خم شراب اوندھا

(۵) مولوی عبدالمالک نے یہ کہا: ناچ گانا وہیں زیادہ ہے جہاں عشق رسول کا دعوی ہے۔

جواب

اس اتہام و بہتان پر ہم سوائے اس کے اور کیا عرض کریں۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مگر اپنے جھوٹے خدا کے بندوں اور اپنے جھوٹے رسول کے امتیوں سے اس کا کیا گلہ وہ بھی ایسے جاہل دبے علم سے جو علی رؤس الاشہاد آیہ کریمہ غلط پڑھے اور اسٹیج کے بڑے بڑے گرگ باراں دیدہ گرم و سرد چشیدہ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے سنیں، اور قرآن کریم کی غلط تاویلات پر کوئی تنبیہ نہ کریں۔

مولوی عبدالمالک نے پڑھا "وما ینطق عـــن الھوی" ، د اور ق کے زبر کے ساتھ۔

اللہ عزوجل نے صحیح فرمایا:

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ ○

جھوٹ وہی لوگ گڑھتے ہیں جو بے ایمان ہیں۔

ساری دنیا کو معلوم ہے کہ ناچ، گانے، باجے وغیرہ کی حرمت پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اور دیگر علمائے اہل سنت کے متعدد فتاویٰ ملک کے کونے کونے میں شائع ہو چکے ہیں۔

"احکام شریعت" حصہ سوم صفحہ ۱۹۴ پر ہے:

مزامیر حرام ہے۔

اسی احکام شریعت صفحہ ۲۷ پر ہے:

ایسی قوالی (جس میں ڈھول سارنگی باجے ہوں) حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار

ہیں ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔

پھر ان خرافات کے ارتکاب کا الزام علمائے اہل سنت پر رکھنا گمراہ گروی، ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ تمام عوام کالانعام کی غیر مشروع حرکتوں کا الزام علما پر دینا اگر صحیح ہے تو دیوبندی فساق وفجار جو نا کردنیاں دن رات کرتے ہیں کیا آپ ان سب کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۶) مولوی عبدالمالک نے اپنی تقریر میں اس سے انکار کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب تھا۔

جواب

دیوبندیوں کا اصل عقیدہ تو یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، اپنے خاتمہ کا بھی حال معلوم نہیں۔ (براہین قاطعہ، تقویۃ الایمان)

فتاوی رشیدیہ صفحہ ۹۳ میں ہے:

علم غیب خاصہ حق تعالی ہے، اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

نیز صفحہ ۳۷ پر ہے:

اور جو کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیا آنحضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالی کا عطا کیا ہوا ہے، سو محض باطل ہے۔

لیکن علمائے اہل سنت نے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر قرآن واحادیث سے دلائل قاہرہ قائم کر دیے تو اب مجبور ہو کر ان دلائل کے جواب سے عاجز آکر ان کی بولنے لگے۔ چنانچہ براہین قاطعہ شائع کردہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ۱۳۲۵ھ ر ۱۹۲۶ء مطبوعہ جمال پرلیس دہلی۔ صفحہ ۱۹۹ میں ہے:

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضرور ہے کہ عقیدہ سب کا ہے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم الغیب ہیں۔

واضح ہو کہ براہین قاطعہ اصل میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی لکھی ہوئی ہے جسے انہوں نے اپنے مرید مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کرایا ہے، جس پر گنگوہی

صاحب کی بڑی زور دار تصدیق موجود ہے۔

نیز مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگوی "توضیح البیان" کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب باعطائے الٰہی حاصل ہے۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے:

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات مقدسہ کے لیے نفس الامر میں علم الغیب ثابت ہونا، ثابت اور محقق ہے۔ (ملخصاً)

اب مولوی عبدالمالک بتائیں کہ آپ سچے ہیں یا آپ کے یہ اکابر سچے ہیں؟ اور سب دیوبندی بھی بتائیں یہ عبدالمالک کے فتوے کو صحیح مانتے ہیں کہ اپنے پرانے بڑے بوڑھوں کے؟

رہ گیا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل تھا کہ نہیں؟ اس باب میں صحابہ کرام اور پوری امت کا کیا عقیدہ ہے وہ مندرجہ ذیل سطور سے آپ پر واضح ہو جائے گا۔

آیہ کریمہ "وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ" کے شان نزول کے بارے میں تفسیر در منثور جلد سوم صفحہ ۲۵۴ میں یہ ہے:

عن مجاهد في قوله وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قال قال رجل من المنافقين يحدثنا محمد ان ناقة فلان بواد كذا و كذا في يوم كذا و كذا وما يدريه بالغيب

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۝ (سورہ توبہ: ع ۱۲)

یعنی منافقین نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ بتاتے ہیں کہ فلاں کی اونٹنی فلاں دن فلاں جنگل میں ہوگی، انہیں غیب کی کیا خبر! اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی: اور اے محبوب! اگر تم ان سے پوچھو (کہ تم نے یہ کیا کہا) تو کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل کر رہے تھے تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر۔

دیکھئے منافقین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیا تو اس پر اللہ عزوجل نے فتوی دیا کہ یہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب سے انکار اللہ کے ساتھ، اللہ کی تمام آیتوں کے ساتھ، اس کے رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے، اور علم غیب کے انکار کی وجہ سے مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے۔ یہ اس پر نص ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم غیب کا انکار کرنا نص قرآن کفر ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم میں کثیر آیات اس پر نص صریح ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام کو علم غیب عطا ہوا تھے۔ ایک میں ہے

ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۵

اللہ تعالیٰ ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا، یہاں برگزیدہ رسولوں کو مطلع فرماتا ہے۔

دوسری آیت میں ہے

عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۵

اللہ عالم الغیب ہے۔ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا، سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔

اور فرمایا:

وما ھو علی الغیب بضنین ۵

اور وہ یعنی رسول غیب پر بخیل نہیں۔

اور فرمایا:

وعلمک مالم تکن تعلم ۵

اس کی تفسیر جلالین میں یوں ہے

ای من الاحکام والغیب

یعنی اے محبوب! آپ جو کچھ احکام اور غیب نہیں جانتے تھے اللہ نے وہ سب تم کو سکھا دیا۔

تفسیر ابن جریر میں حضرت خضر کے بارے میں ہے:

كان رجـــلا يعلم علم الغيب.

وہ علم غیب جانتے تھے۔

اس بحث کے تصفیہ کے لیے ہم تمام دیوبندیوں کے پیر ان پیر غوث اعظم جناب حاجی امداد اللہ صاحب کا ایک ارشاد پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

لوگ کہتے ہیں علم غیب، انبیا و اولیا کو نہیں ہوتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں، دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ صفحہ ۱۱۰)

(۷) مولوی عبدالمالک نے علم غیب کے انکار کے ثبوت میں واقعہ افک کو پیش کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا کہ حضور ام المومنین پاک دامن ہیں تو پریشان کیوں ہوتے اور لوگوں سے پوچھ گچھ کیوں کرتے؟

جواب

اس اعتراض پر ہمیں حیرت ہے کہ یہ لوگ اپنی حدیث دانی پر بہت ناز کرتے ہیں اور یا تو یہ کہیے کہ یہ ناز محض ڈھول کا پول ہے، یا پھر یہ کہیے کہ جان بوجھ کر عداوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خمار میں بے پڑھے لکھے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے قصداً حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں۔ اس لیے کہ اور تو اور خود بخاری شریف میں جو تقریباً ہر فارغ التحصیل کو حرف بحرف ضرور پڑھائی جاتی ہے، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے:

واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا

قسم خدا کی! میں اپنے اہل کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔

یہ ارشاد اس پر نص ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یقین کامل تھا کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا قطعاً پاک و صاف ہیں۔

بخاری پڑھی دین داری نہ آئی
بخار آیا ان کو بخاری نہ آئی

رہ گیا پریشان ہوتا اور لوگوں سے پوچھ گچھ کرتا اس وجہ سے تھا کہ ماحول اتنا سنگین

ہو چکا تھا کہ منافقین کی اڑائی ہوئی افواہ پر بہت سے مخلصین ان کا ساتھ دے رہے تھے، جس میں حضرت حسان بن ثابت اور مسطح کا نام سب کو معلوم ہے۔

اس کے علاوہ بہت بڑی نزاکت یہ تھی کہ حضرت ام المومنین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے مخلص وفادار جاں نثار کی صاحبزادی تھیں، یہ فطرت انسانی ہے کہ جب کسی کے بھی عزیز وقریب کے بارے میں کوئی طوفان بے تمیزی اٹھایا جائے تو اگر چہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹ ہے مگر اذیت و پریشانی ضرور ہوگی۔ پوچھ گچھ اس لیے تھی کہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ کون اس فتنہ میں بھی حق وصداقت پر قائم ہے۔

(۸) مولوی عبدالمالک نے اعلیٰ حضرت پر الزام لگایا کہ اعلیٰ حضرت نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس میں سخت نازیبا اشعار لکھے ہیں اور حوالہ حدائق بخشش حصہ سوم کا دیا ہے۔

جواب

حدائق بخشش حصہ سوم نہ اعلیٰ حضرت نے مرتب فرمایا نہ اپنی حیات میں چھپوایا اور نہ اس میں مندرج اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے حاصل کیے گئے خود اس کے مرتب مولانا محبوب علی خان علیہ الرحمہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

مجھے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کچھ اشعار بریلی شریف، مارہرہ مطہرہ، رام پور، پیلی بھیت سے حاصل ہوئے۔

جس سے حدائق بخشش حصہ سوم کی صحت ارباب انصاف کی نظر میں سخت مجروح ہو جاتی ہے۔

خود مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"میں نے برابر کہا کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں کہے جاسکتے"۔ منقبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں بالقطع والیقین یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے شعر نہیں، تشبیب میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جس نے دیکھا ہے ان اشعار کو اعلیٰ حضرت کے اشعار خیال بھی نہیں کرسکتا۔ یہ تینوں شعر کسی اور کے ہیں مجموعہ میں درج ہو گئے ہوں گے۔ (فیصلہ قرآنیہ صفحہ ۱۳)

بہر حال یہ تحقیق ہے کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں ہیں۔ جیسے بہت سی موضوع جعلی حدیثیں اجلہ محدثین کی تصانیف میں بنام حدیث درج ہو گئی ہیں اسی طرح یہ اشعار بھی غلط فہمی اور تساہل پسندی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب دیوان میں چھپ گئے ہیں۔

یہ اشعار کسی کے بھی ہوں حضرت ام المومنین کے بارے میں ہرگز نہیں اتنی بات قطعی اور یقینی ہے۔ خود مرتب نے بار بار اشتہار و رسائل اور پمفلٹ میں یہ توضیحی بیان چھاپ دیا ہے۔ یہ تینوں اشعار ان گیارہ مشترکہ عورتوں میں سے کسی ایک کے بارے میں ہیں جن کا تذکرہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی شریف وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ یہ اشعار درحقیقت حدیث میں وارد "ام زرع" کی شاعرانہ عکاسی ہے۔ یہ تینوں اشعار اور ان کے ساتھ چار اور اشعار ایک ساتھ تھے ناقل یا کاتب کی غلطی سے پہلے شعر ۱۵ میں اور باقی اشعار آخر میں لکھے گئے۔ جس کی وجہ سے معاندین کو بہت سے شور مچانے کا موقع مل گیا۔

ان اشعار کے بارے میں ہمارا موقف اسی وقت درست ہوتا جب ہم اس پر مصر ہوتے کہ یہ اشعار ام المومنین کے بارے میں ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خود چھاپا ہوتا، نہ ان کی زندگی میں چھپا۔ جنہوں نے اشعار کو چھاپا وہ کہہ رہا ہے کہ ناقل یا کاتب کی غلطی ہوئی۔ اس نظم کے اشعار الگ الگ تھے اور وہ ام المومنین کے بارے میں نہیں بلکہ مشترکہ عورتوں کے بارے میں ہیں تو اب اس کو قبول نہیں ام المومنین کے بارے میں ماننا اور مرتب کو یا ہم اہلسنت کو الزام نہیں دے سکتے۔ ضد اور عناد کا تو دنیا میں کوئی علاج نہیں۔

مولوی عبدالمالک نے شیر بیشۂ اہل سنت پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے یہ کہا کہ تم لوگ محمد سے بھائی سے کیوں ہو، ہم سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی ہیں اور بڑے بھائی کی بیوی بھاوج ہوتی ہے جس سے مذاق کرنا اس ملت میں جائز ہے۔

حضرت شیر بیشۂ اہل سنت پر مولوی عبدالمالک کی طرف سے یہ بہت گھناؤنا الزام ہے اور بالکل جھوٹ ہے کہ انہوں نے کبھی ایسا کہا ہو۔ دیوبندیوں کی یہ عادت ہے کہ جب ان کو کوئی جائے پناہ نہیں ملتی تو جھوٹ پر جھوٹ گڑھتے ہیں۔ یہ آج کے دیوبندی مولویوں کا طریقہ

یہی ان کے بڑے بڑوں کی سنت ہے۔ مولوی عبد اللہ کلک اگر اپنے دعوی میں سچے ہیں تو حوالہ پیش کریں۔ گنگوہی اور انبیٹھوی صاحبان نے تو حضرت شیخ محدث عبد الحق دہلوی پر جھوٹ باندھا، مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے والد ماجد وغیرہ پر جھوٹ باندھا۔ تفصیل کے لیے میری کتاب "تحقیقات" کا مطالعہ کریں۔ ہاں! حضرت ام المومنین کی توہین تمام دیوبندیوں کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے کی۔ جسے سارے دیوبندی آج بھی اپنا ایمان بنائے ہوئے ہیں۔ اس کو جائز ثابت کرنے کے لیے کشف کو خواب بنا کر تعبیر ناموں کی آڑ لیتے ہیں۔

دیکھئے اس کتابچہ کا سوال نمبر (۲)

دراصل یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ ان کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بڑے بھائی کی جیسی کرنے کو لکھا ہے۔ اسی بنا پر ان کے حکیم و پیشوا مولوی اشرفعلی تھانوی نے بھی ام المومنین میں گستاخی کرنے کی ناروا جسارت کی اور جب حضرت شیر بیشۂ اہل سنت نے اس امر کی جانب علمائے دیوبند کی توجہ مبذول کرائی تو توبہ و استغفار کرنے کے بجائے اہل سنت و جماعت پر بے بنیاد الزامات تراشنا شروع کر دیئے۔

(۳۴)

مولوی نور محمد ٹانڈوی

وکیل فرقہ وہابیہ

کے

جاہلانہ الزامات کا محققانہ جواب

(۹) مولوی نور محمد ٹانڈوی افسانہ نویس حقہ فروش نے ہم پر یہ طنز کیا "تم کو نسبت ہے اجمیر اور بہرائچ سے اور ہم کو نسبت ہے مکہ اور مدینہ سے"

جواب

بالکل صحیح ہے ہم کو اجمیر اور بہرائچ سے نسبت ہے اور ضرور ہے اور ہم کو فخر بھی ہے کہ ہم حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری اور حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہما سے نسبت رکھتے ہیں، مگر ہم لوگ ان حضرات سے اسی بنا پر نسبت رکھتے ہیں کہ انہیں لوگوں نے ہم کو مکہ، مدینہ تک پہنچایا اور یہ لوگ مکہ اور مدینہ کے پیغام کی تبلیغ ہی کے لیے ہندوستان آئے ہم اپنے محسن کا احسان ماننے والے احسان شناس ہیں۔ آپ اپنے آپ کو دیکھئے کہ آپ نے ان محسنوں کے احسان کو فراموش کر دیا اور ان سے اپنے آپ کو بے تعلق کر لیا، مگر گنگوہی جی سے اتنا گہرا تعلق ہے کہ مکہ پہنچ کر بھی انہیں کو تلاش کرتے ہیں انہیں کی نگری کی یاترا کا خمار چڑھا رہتا ہے چنانچہ آپ لوگوں کا نعرہ یہ ہے۔

پھرے تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

(مرثیہ گنگوہی ص ۱۰)

اب آپ کو نسبت مکہ اور مدینہ سے ہے یا گنگوہ سے۔ اور آپ کا تعلق اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا رشید احمد گنگوہی سے۔ ہمیں اجمیر اور بہرائچ سے نسبت ہے تو آپ لوگوں کو [illegible] ہیں۔ لکھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

(۱۰) ہم جتنا درود پڑھتے ہیں، ان کا تمہارے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں۔

جواب

آپ نے بہت انکساری سے کام لیا۔ ہمارے ہی فرشتوں کو نہیں، آپ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں، اگر واقعی آپ لوگ درود پڑھتے ہوتے تو قیام میں یا نبی سلام علیک پڑھنے سے منع کیوں کرتے؟

(۱۱) مولوی نور محمد نے کہا "رضا خانی مولانا امجد علی کو صدر الشریعہ یعنی شریعت کا صدر کہتے ہیں اور شریعت کے صدر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ رضا خانیوں کی پیر پرستی اور شخصیت نوازی ہے"

جواب

ہم پھر یہی کہنے پر مجبور ہیں کہ دیوبندی اور مدارس میں جا کر پڑھتے ہیں یا اپنے مدرسین کی خوشنودی میں شب و روز لگے رہتے ہیں یا پھر سب کچھ جان کر بے پڑھے لکھے ناواقف عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ درس نظامی کی مشہور کتاب شرح وقایہ کے مصنف کا لقب اور ان کے دادا کا لقب صدر الشریعہ سب کو معلوم ہے۔ خود صاحب شرح وقایہ نے اپنے دادا کو صدر الشریعہ لکھا۔ بولیے ان لوگوں کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟

نیز آپ لوگ گنگوہی کو قدوۃ الانام، قطب العالم، مخدوم العالم اور غوث اعظم کہتے ہیں۔ قدوۃ الانام کے معنی تمام مخلوقات کے پیشوا۔ مطاع العالم کے معنی وہ جس کی تمام دنیا والے اطاعت کریں۔ تمام دنیا کے مقتدا، مطاع، مخدوم، قطب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ بولیے! اب کیا فتویٰ ہے؟ یہ پیر پرستی اور شخصیت نوازی ہے یا نہیں؟ حد درجہ کا غلو ہے یا نہیں۔ غوث اعظم کے معنی سب سے بڑا فریاد رس ہے اور سب سے بڑا فریاد رس اللہ عزوجل ہے۔ بولیے! کیا آپ اپنے گنگوہی کو خدا مانتے ہیں۔ اور غالباً آپ کو یاد ہوگا کہ اسی لفظ صدر الشریعہ پر اعتراض کی پاداش میں بھیونڈی میں آپ کی اتنی درگت بن چکی ہے کہ اپنی قیامگاہ سے آپ کا باہر نکلنا سخت مشکل ہو گیا تھا لیکن بارش کی وجہ سے جب عوام منتشر ہو گئی تو راہ فرار اختیار کر لی۔

(۱۲) ٹانڈوی صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ احکام شریعت میں لکھا ہے کہ قدم بوسی سنت ہے، کوئی اس کو ثابت کردے تو میں سمجھوں گا۔

جواب

اس پر ایک شعر یاد آتا ہے:

نزاکت اس گل رعنا کی دیکھیے انشا
نسیم صبح کے جھونکوں سے رنگ ہو میلا

لیجئے ثبوت اگرچہ یقین ہے کہ آپ سمجھ نہیں پائیں گے یا سمجھنے کے بعد بھی ناسمجھ ہی رہیں گے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۱ پر ہے:

ایک دفعہ دو آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، جب واپس ہونے لگے تو انہوں نے سرکار کی دست بوسی اور قدم بوسی کی۔

حدیث میں ہے:

فقبلا یدیه ورجلیه.

دوسری حدیث اسی مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۴۰۲ پر ہے:

جب وفد عبدالقیس خدمت اقدس میں حاضر ہوا ان کی نگاہیں جب جمال انور پر پڑیں تو اپنی سواریوں سے کود پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست پاک اور پائے مبارک کا بوسہ دیا۔

الفاظ یہ ہے:

فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجله.

حضور اقدس کے سامنے صحابہ کرام نے جو کام کیا، بولیے وہ سنت نہیں تو کیا بدعت اور معصیت ہے؟

(۱۳) نانوتوی صاحب نے بڑے طمطراق سے یہ فرمایا کہ لفظ اعلیٰ حضرت کسی کو کہنا خلاف شرع اور توہین اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفر ہے، قرآن میں صرف چار جگہ اعلیٰ آیا ہے، یا فرعون کی صفت ہے یا خدا کی۔ اور دونوں صورتوں میں کفر لازم آتا ہے اور اگر کوئی پانچویں جگہ بتادے تو میں اس کو پانچ پیسے کے بتاشے انعام دوں گا۔ یہ میری سخت پکڑ ہے۔ دلیل میں یہ بتایا کہ صحابہ کو حضرت کہا جاتا ہے تو اعلیٰ حضرت کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ سے افضل ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت کہا

جاتا ہے تو کسی کو اعلیٰ حضرت کہنے کا مطلب ہوا کہ حضور سے افضل ہے۔ اللہ عزوجل کو بھی حضرت سبحانہ کہتے ہیں۔ کسی کو اعلیٰ حضرت کہنے کا مطلب ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے افضل ہے۔

جواب

اگر کسی کو اعلیٰ حضرت کہنے سے صحابہ کرام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ عزوجل پر اس کی فضیلت لازم آتی ہے تو کسی کو حضرت کہنے پر بھی برابری لازم آتی ہے۔ بتایئے آپ لوگ اپنے مولویوں کو حضرت مولانا یا حضرت جی کہتے ہیں، اس سے لازم آیا کہ آپ لوگ اپنے مولویوں کو صحابہ کرام اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند تعالیٰ کے برابر جانتے ہیں۔ بولیے یہ گمراہی اور کفر ہوا کہ نہیں؟

نیز سلطان محی الدین اورنگ زیب غازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد شاہ جہاں مرحوم کو اپنے مکتوبات میں اعلیٰ حضرت لکھا ہے، بتایئے، وہ آپ کے فتوے سے کافر ہوئے کہ نہیں؟

دکن میں نظام دکن کو تمام عوام وخواص علما ومشائخ اعلیٰ حضرت کہتے اور لکھتے ہیں، بولیے یہ سب کے سب کافر ہوئے یا نہیں؟

نیز آپ اور آپ کی پوری برادری پیر ان پیر حاجی امداد اللہ کو ہمیشہ اعلیٰ حضرت کہتے اور لکھتے آئے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید۔ ارواح ثلاثہ)

بولیے! آپ کے وہ تمام اصاغر اعلیٰ ادنیٰ احقر اکبر کہتر مہتر آپ کے فتوے کی رو سے کافر ومرتد ہوئے کہ نہیں؟

نیز تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۳۰ پر آپ کی جماعت کے مایہ ناز مورخ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے گنگوہی صاحب کو حضرت اعلیٰ لکھا ہے۔ بولیے! ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ کیا لفظ کے الٹ پھیر سے آپ کا فتویٰ بھی الٹ جائے گا؟

آپ نے جو قرآن مجید کی مثال دی ہے، اس کو ذہن میں رکھ کر جواب دیجئے گا۔ اس میں لفظ اعلیٰ ہر جگہ بعد ہی میں آیا ہے، آپ نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ دوہری گھاٹ میں سب کے سب آپ کی برادری کے ہیں جو چاہیں گے کہہ لیں گے کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا،

اور اگر کبھی کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گے کہ میں نے یہ نہیں کہا ہے۔ اس لیے کہ جھوٹ بولنا تو آپ کے نزدیک خدا کی سنت ہے، لیکن ان تقریروں کا ٹیپ ریکارڈ موجود ہے، نیز سننے والوں میں سیکڑوں اس کی شہادت دے سکتے ہیں اس لیے اب آپ پر لازم ہے کہ آپ اپنے کفری فتوے کی زد سے کم از کم اپنے گنگوہی جی عاشق الٰہی میرٹھی ارواح ثلاثہ کے راوی معتبر تھانوی کو کفر سے بچائیے۔ اگر آپ کا مسلک یہ نہیں ہے کہ آپ کا فتویٰ ہر جگہ بدلتا رہتا ہے، دین ومذہب بدلتا رہتا ہے، صبح کو کچھ شام کو کچھ، کاغذ میں کچھ اور باہر کچھ، ہم سے کچھ یاروں سے کچھ، دربان سے کچھ تو بولیے کہ حاجی امداد اللہ کو اعلیٰ حضرت اور گنگوہی کو حضرت اعلیٰ کہنے والے لکھنے والے اب بھی آپ کے پیشوا، مقتدیٰ، مطاع، قدوہ، مخدوم، قطب، وغیرہ وغیرہ ہیں کہ نہیں۔ اگر ہیں تو اپنے ایمان کی خبر لیجیے اور اگر نہیں تو اعلان کیجیے کہ دوہری گھات آنے سے پہلے پہلے ان کو امام پیشوا جانتا تھا اور اب بریلویوں کی طرح ان کو کافر، مرتد، خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔

دکھاؤں عشق کی خودداریاں جگر میں بھی
جو ایک بات پہ قائم غرور وناز رہے

آپ نے جو فرمایا ہے قرآن میں صرف چار جگہ اعلیٰ آیا ہے اگر کوئی پانچویں جگہ دکھائے تو میں انعام میں پانچ پیسہ کا بتاشہ دوں گا۔ ماشاء اللہ بڑی اچھی عادت ہے اور آپ کی ہمت کی داد دینی چاہیے۔ دیوبندیو! اگر تمہیں شرم وحیا ہے، ذرا بھی قرآن پر ایمان کا پاس ہے تو قرآن مجید کے اس جسٹر پر تم کو کچھ بھی غیرت آنی چاہیے تھی۔ اس نے قرآن مجید کے اندر موجود ایک دو نہیں دسیوں الفاظ کا انکار کیا، لیکن نہ تمہیں غیرت ہے، نہ آئے گی اور نہ ان مولویوں کو ذرا بھی غیرت آئی جو اسٹیج پر بیٹھے ہوئے واہ واہ کر رہے تھے۔ قرآن مجید اٹھا کر دیکھو تلاش کرو معمولی تلاش کے بعد نو جگہ قرآن مجید میں لفظ اعلیٰ مل چکا ہے، قرآن مجید کے اندر موجود کسی ایک لفظ کو کہنا کہ نہیں ہے یہ کفر ہے یا نہیں؟ اگر کفر ہے تو بولو! ٹانڈوی کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ یا کم از کم اتنا تو کرو کہ ٹانڈوی کو دکھا کر اس سے بتاشے تو وصول کرلو۔

بات دراصل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک تعظیمی لفظ ہے جیسے حضرت جو کسی ایک فرد کے ساتھ خاص نہیں، جس کی تعظیم مقصود ہے اسے حضرت کہتے ہیں، یا اعلیٰ حضرت کہتے ہیں۔ اس قسم کے تعظیمی القاب میں حقیقی معنی لغوی مراد نہیں ہوا کرتا مثلاً ساری دنیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو غوث اعظم کہتی ہے، غوث اعظم کے حقیقی معنی ہیں سب سے بڑا فریادرس، لیکن بلا کسی انکار کے پوری امت یہاں تک کہ دیوبندی بھی غوث اعظم کہتے ہیں۔ بولیے! یہاں کیا جواب دیں گے؟ امام اعظم کے معنی سب سے بڑا پیشوا، حقیقت میں سب سے بڑے پیشوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر دنیا حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو امام اعظم کہتی ہے، بولیے! اس کا کیا جواب ہے؟

فاروق اعظم کے لغوی معنی ہیں سب سے بڑا حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا، یہ بھی حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر سارے اہلسنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم کہتے ہیں۔ بولو! اس کا کیا جواب ہے؟

اس قسم کے خطابات والقاب کسی شخص کو اس کی کسی خصوصیت کی بنا پر دیے جاتے ہیں اور وہ عوام وخواص سب میں چل جاتے ہیں پھر وہ جس کا خطاب ہوتا ہے اس سے اس کی ذات سمجھی جاتی ہے اس کے معنی لغوی کا مصداق مراد نہیں ہوتا، جیسے آج کل کا عرف ہے کہ مرکز کے سب سے بڑے وزیر کو وزیر اعظم اور صوبے کے سب سے بڑے وزیر کو وزیر اعلیٰ کہتے ہیں، کیا وزیر اعظم کسی ملک کا سب سے بڑا ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوتا، پھر ایسا کیوں کہا جاتا ہے۔ اس لقب سے صرف یہ ایک عرف قائم کیا گیا ہے کہ چوں کہ اس صوبے کا سب سے بڑا وزیر بقیہ وزیروں میں سب سے بڑا ہوتا ہے اس لیے اس کو وزیر اعلیٰ کہا جاتا ہے، یہ مراد نہیں کہ ملک یا دنیا کے سارے وزیروں میں سب سے بڑا ہے۔

القاب اور اس کے معنی حقیقی میں ادنیٰ مناسبت کافی ہے۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت سے مراد یہ ہے کہ چوں کہ اعلیٰ حضرت اپنے عہد کے سب سے بڑے عالم تھے، اس لیے ان کو اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے۔

(۴)

مولوی ارشاد احمد

مبلغ دار العلوم دیوبند

کے

بے سروپا اتہامات کا رد بلیغ

(۱۴) مولوی ارشاد احمد (جس کو پاپڑ میں دارالمبلغین تر ساحل کے ایک اشتہار میں سید المناظرین لکھا گیا جس کا اسٹیج پر بدحواسی کے عالم میں پھوڑا ہوا چشمہ اگھور دارالعلوم امجدیہ میں محفوظ ہے) نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ لوگ اعلیٰ حضرت کو عبد المصطفیٰ کہتے ہیں، ہم لوگ اپنے کو عبد اللہ؟

جواب

دیوبندیوں کا حال ایسا ہے کہ جب ان کو علماء نہیں ملتے تو ناقص جاہلوں ہی کو اپنا پیشوا بنا لیتے ہیں۔ اس غریب کو عبد کے معنی کی خبر نہیں۔ عبد کے معنی بندے کے بھی ہیں اور غلام کے بھی ہیں۔ خدا کی طرف نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی بندے کے ہوتے ہیں اور مخلوق کی طرف نسبت ہوتی ہے تو اس کے معنی غلام اور خادم کے ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے

وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم

اپنی بیوہ اور اپنے نیک غلاموں کا اور باندیوں کا نکاح کرو۔

حدیث میں ہے

لیس علی المسلم فی عبدہ ولا فرسہ صدقۃ

مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے منبر رسول پر چڑھ کر یہ اعتراف کیا

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت عبدہ وخادمہ۔

(منثورات: ص ۳۳)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو میں حضور کا غلام اور خادم تھا۔

عبد بمعنی غلام مراد لے کر اپنے کو عبد المصطفیٰ کہنے پر اعتراض کرنے والے بولیں، اس کا کیا جواب ہے؟

(۱۵) مولوی ارشاد نے کہا "تمہارے اعلیٰ حضرت نے اللہ کے لیے چوری کر

...کہ اللہ غیبت کرے، چغلخوری کرے سب مانتا ہے جو صراحۃً کفر ہے۔

جواب

مولوی ارشد نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے اللہ عزوجل کو سیکڑوں گالیاں دی ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا اور نہ بتا سکتے ہیں کہ کس کتاب میں گالیاں دی ہیں، اور وہ گالیاں کیا ہیں؟ ہم سارے جہان کے دیوبندیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر وہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کسی کتاب میں یہ دکھادیں کہ انھوں نے اللہ عزوجل کو ایک بھی گالی دی ہے تو ایک ہزار روپیہ انعام۔

خدا پر تہمت کا عیب لگانے والے کتاب اللہ کے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے سب اپنے اکابر کے کفریات کی معافی اپنے سے عاجز ہیں تو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کی حفاظت پر اپنا سب کچھ قربان کردینے والے مجاہد پر افترا کرتے ہیں، بہتان باندھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ دیوبندی عوام سب ناواقف اور جاہل ہی رہتے ہیں، اس لیے جو منھ میں آیا بک دیا۔ کسی دیوبندی کو اگر ذرا بھی غیرت اور دیانت ہو تو وضاحت کرے کہ اللہ عزوجل کو کس کتاب میں گالیاں دی ہیں، گالیاں دی ہیں تو کہاں دی ہیں؟ ہم گارنٹی دیتے ہیں کہ وہ قیامت تک ثابت نہ کرپائیں گے۔ اس لیے کہ معاذ اللہ ایسا کہیں نہیں ہے۔

ہاں اعلیٰ حضرت نے [illegible] لکھا ہے کہ [illegible] چوری بھی کرسکتا ہے، وہ تمام جہان کا تنہا مالک نہیں، اس کے سوا اور بھی مالک مستقل ہیں جن کی ملک میں وہ دخل نہیں دے سکتا۔ دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں، ان پر بس چلے تو چاہے غاصبوں لٹیروں کی طرح جبراً غصب کر بیٹھے، کیوں کہ وہ ظالم بھی ہو سکتا ہے، چاہے اچکوں، چوروں کی طرح لوگوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے، کیوں کہ وہ چوری بھی کرسکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص [illegible])

اور یہ غلط نہیں لکھا کہ یہ دیوبندی مولویوں کی تحریروں کے مطابق لکھا ہے۔

قصہ یہ ہے کہ ان کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی میں لکھا ہے:

اکثر آدمی جھوٹ بولتے ہیں، خدا نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے۔

اس پر مولانا دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراض کیا تھا کہ آدمی تو ظلم، جہل، چوری، شراب خوری کرتا ہے، تمہاری اس دلیل سے چاہیے کہ تمہارا معبود بھی سب کچھ کر سکے ورنہ آدمی سے قدرت گھٹتا رہے اس پر گنگوہی صاحب کے خلیفۂ اعظم دیوبندیوں کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی نے اخبار نظام الملک ۲۵ اگست ۱۹۶۹ء میں یہ لکھا:

چوری، شراب خوری، جہل، ظلم، سے معارضہ تخیلی ہے، معلوم ہوتا ہے غلام دستگیر کے نزدیک "خدا کی قدرت بندے سے زائد ہونا ضروری نہیں، حالاں کہ یہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے"۔

دیکھئے دیوبندیوں کے شیخ الہند صاحب نے صاف صاف قبول کر لیا کہ جب بندہ چوری کرتا ہے تو اللہ بھی چوری کر سکتا ہے، جب بندہ شراب پی سکتا ہے تو اللہ بھی شراب پی سکتا ہے۔ جب بندہ جاہل ہوتا ہے تو اللہ بھی جاہل ہو سکتا ہے، جب بندہ ظلم کرتا ہے تو اللہ بھی ظلم کر سکتا ہے، اسی طرح بندہ جو کچھ کر سکتا ہے یا کرتا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے، بندہ کیا کیا کرتا ہے اس کو تو [illegible] دیوبندیوں نے اپنے عقیدے کے مطابق اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا ہے کہ دیوبندی ایسے کو خدا مانتے ہیں تو کیا غلط لکھا ہے؟ اگر آپ شیخ الہند کی قبر پہنچیں، شان الوہیت [illegible] قدوسیت کی حفاظت کرنے والے پر جھوٹ کا افترا کرتے ہو۔ [illegible] اپنے مذہب کا پاس ہے تو اپنے شیخ الہند کی مذکورہ بالا عبارت کی صفائی پیش کرو۔

(۱۶) مولوی ارشاد نے کہا کہ "لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ" کو ہم بھی کفر سمجھتے ہیں۔

جواب

رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ دیکھ کر ذرا یہ بھی بتایئے کہ "اللھم صل علی نبینا ومولانا اشرف علی" پڑھنا کفر ہے کہ نہیں؟ اگر کہیں کہ نہیں تو فاضل دیوبند مولوی سعید احمد

اکبرآبادی کا اس پر یہ ریمارک ملاحظہ فرمائیں:

ظاہر ہے کہ اس کا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے۔ شیطان کا فریب، شیطان کا دھوکہ ہے تم فوراً توبہ کرو، اور استغفار کرو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے غایت درجہ محبت ہے اور یہ سب اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

اور اگر کفر ہے تو تھانوی صاحب کے بارے میں کیا ارشاد ہے جنہوں نے اس کفر بکنے والے کی یوں حوصلہ افزائی کی کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ متبع سنت ہے"۔

(۱۷) مولوی ارشاد احمد نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سجدہ کے برابر کل امت کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

جواب

لیکن آپ کے یہ سب سے بڑے حضور قاسم نانوتوی صاحب تحذیر الناس صفحہ ۵ پر آپ کے خلاف کہہ رہے ہیں:

انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

بولیے! آپ کی رائے صحیح ہے یا آپ کے حضور کی؟ جواب دیتے وقت یہ ذہن میں رہے کہ "علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں" یہ صیغہ حصر ہے۔

(۱۸) انہیں ارشاد صاحب نے فرمایا کہ "[illegible] بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا نماز میں ضروری ہے یہ ہم پر فرض [illegible] یا عقیدہ ہے [illegible] نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے"۔

جواب

قبلہ یہ آپ نے اپنا نیا عقیدہ بتایا ہے ورنہ آپ کے مذہب کے معلم اول اسماعیل دہلوی صراط مستقیم صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں:

صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندین

مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خراست۔

ترجمہ: نماز میں پیر اور دیگر بزرگان دین گو جناب رسالتمآب ہی کیوں نہ ہوں کی طرف خیال لے جانا بہت زیادہ برا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں ڈوب جانے سے ہے۔

آپ عوام کو آنا اور لانا میں الجھانا چاہتے ہیں۔ آپ بتائیے آنا اختیاری نہیں اور آپ اس کو ضروری قرار دیتے ہیں، تو بغیر لائے ہوئے یہ ضروری کام کیسے ادا ہوگا نیز جب سلام پڑھیں گے "السلام علیک ایہا النبی" سلام آپ پر اے نبی! جب حضور کو پکارا جائے گا مخاطب کیا جائے گا تو یہ حضور کا خیال آنا ہوگا کہ لانا ہوگا؟ واضح ہو کہ آنا بلا قصد ہوتا ہے اور لانا با لقصد۔

(۱۹) یہی دوہری گھاٹ کے وار المفلفین، ترساچی کے جلسہ والوں کے سید المرسلین نے الملفوظ کے اس ارشاد پر اعتراض کیا کہ "فرشتوں کے لیے حضرت آدم بمنزلہ قبلہ تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجود لہ تھے"۔

جواب

کیا کریں بے چارے زندگی بھر چندہ مانگا اور اپنے استادوں سے چندہ مانگنے کا فن سیکھا، اگر علم ہوتا تو تفاسیر دیکھ لیتے۔

دیکھئے تفسیر کبیر ص ۳۵۵ جلد دوم میں ہے:

ان الملائکۃ امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جبھتہ

نیز تفسیر نیشاپوری جلد دوم ص ۷۷ پر ہے:

سجود الملائکۃ لآدم انما کان لاجل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی کان فی جبھتہ

دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرنا اس لیے تھا کہ ان کی پیشانی میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھا۔

اب فرمائیے کیا ارشاد ہے؟

(۵)

پوری دنیائے دیوبندیت

کو

عظیم چیلنج

بحمد اللہ اس کتابچہ میں ہم نے دیوبندی علما کے سارے بیانات و الزامات کے دندان شکن تحقیقی و الزامی جوابات تحریر کردیے ہیں اگر ان میں کچھ بھی علمی صلاحیت والی حیثیت ہو تو وہ ان کا رد کرنے کی جرأت کریں، ہم ان کے جوابات اور تعقبات کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔

اب ہم دیوبندی جماعت کے سارے متقدم و متاخر علما کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر ان میں کچھ بھی علمی لیاقت والی صداقت موجود ہو تو ہمارے مندرجہ ذیل سوالات و معارضات کے جوابات دینے کی جرأت کریں اگر جوابات دینے سے قاصر و عاجز ہوں تو اپنے خیالات و نظریات سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو تسلیم کریں۔

سوالات

(۱) "حفظ الایمان" نامی کتاب جس سوال کے جواب میں تحریر کی گئی ہے وہ سوال یہ ہے کہ:

اور (زید) کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا، اور بالواسطہ اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال اور عقیدہ کیسا ہے؟

تھانوی صاحب اپنے جواب کا خلاصہ صفحہ ۸ پر یہ لکھتے ہیں:

الجواب: یہ کہنا صحیح ہے کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے۔ اور اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔

زید نے اپنا عقیدہ یہ بیان کیا تھا کہ علم غیب بے اگر بالذات مراد ہو تو عالم الغیب خدائے تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نبی ولی عالم الغیب نہیں۔

تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اللہ عزوجل عالم الغیب

نہیں۔ بولیے! یہ کفر صریح ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی مطلب ہوا کہ خدائے تعالیٰ کے سوا اور بھی لوگ عالم الغیب بالذات ہیں۔ بولیے! یہ بھی کفر صریح ہے یا نہیں؟

(۲) براہین قاطعہ صفحہ ۱۹۹، شائع کردہ مکتبہ رشیدیہ ۱۵، ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۲ء

اس بات کو خوب یاد کر لینا ضروری ہے کہ عقیدہ سب کا ہے انبیائے کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اور عالم الغیب ہیں۔

لیکن فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے خلاف بہت سی عبارتیں موجود ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۹۵، پر ہے:

اور عقیدہ عالم الغیب ہونے کا صریح شرک ہے۔

صفحہ ۹۶، پر ہے:

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔

صفحہ ۹۵، پر ہے:

علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔

صفحہ ۷۳، پر ہے:

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔

پس آپ بتائیے کہ براہین قاطعہ میں گنگوہی نے انبیائے کرام علیہم السلام کو عالم الغیب مانا اور اسے سب کا عقیدہ بتایا، گنگوہی اپنے فتاویٰ منقولہ بالا کے رو سے بقلم خود کافر و مشرک ہوئے کہ نہیں، اور ان کے مرید انبیٹھی صاحب اپنے پیر گنگوہی صاحب کے فتووں سے کافر مشرک ہوئے کہ نہیں؟

(۳) فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۹۹، پر ہے:

اور علم حضرت حق اللہ کو بدلتا مانتا اور بے تعظیمی قرآن کی ہوئی سو کفر ہو گیا۔

اب آیئے دیکھئے اپنے شیخ الہند مولوی محمود الحسن کی ایضاح الادلۃ کے صفحہ ۹۳ پر ہے:
"یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا: "فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول والی اولو الامر منکم"
اور ظاہر ہے کہ اولو الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی نہیں۔"

اس آیت کریمہ میں والی اولوالامر منکم نہیں۔ یہ آپ کے شیخ الہند کا اضافہ ہے اور نظم منزل من اللہ کی تبدیلی ہے، وہ بھی اتنی قابلیت کے ساتھ کہ الی کے بعد اولو واؤ کے ساتھ لکھا ہے اور یہ تبدیلی بالقصد ہے کاتب کی غلطی نہیں ہے، اور نہ سہو و نسیان ہے۔ اس لیے کہ یہی مدار استدلال ہے۔ اب آپ بولیے گنگوہی صاحب کے فتوے کی رو سے آپ کے شیخ الہند صاحب تحریف قرآن کر کے قرآن کی اہانت و بے تعظیمی کر کے کافر ہوئے کہ نہیں؟

(۴) الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر ۱۳۹ پر ہے:
خضعوا لہ اعناقھم وجباھھم، تابوا والاذقان خروا سجدا۔
ترجمہ: ان لوگوں نے حضرت (ٹانڈوی) کے روبرو اپنی گردنوں اور پیشانیوں کو جھکا دیا وہ لوگ تائب ہوئے اور منھ کے بل سجدے کرتے ہوئے گر پڑے۔
بولیے! شیخ ٹانڈہ کے لیے یہ سجدہ عبادت تھا یا سجدہ تحیہ اور بہر تقدیر یہ سب سجدہ کرنے والے اور اپنے آپ کو سجدہ کرانے والے کون ہوئے؟۔

(۵) اسی شیخ الاسلام نمبر کے مطلع پر ہے:

جلال عشق مصاف خودی جہاد وتیغ
حسین ما بمقام محمدی محکم

ترجمہ: عشق کے جلال خودی کی صف بندی جہاد اور لڑائی میں ہمارے حسین احمد مقام محمدی پر پختگی کے ساتھ قائم ہیں۔
بولیے! مقام محمدی پر فائز ہونے کا کیا مطلب ہے؟ مقام محمدی میں نبوت و رسالت اور ختم رسالت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا آپ کے شیخ ٹانڈہ خاتم النبیین امام الرسل تھے کہ

نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر نہیں تھے تو پھر مقام محمدی پر کیسے متمکن تھے؟ اور اگر تھے تو یہ کفر صریح ہے یا نہیں؟

(۶) آپ لوگوں کے حکیم الامت اپنے ماہواری رسالہ ''الامداد'' بابت ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں لکھتے ہیں:

ایک صالح کو مکشوف ہوا کہ حضور (تھانوی صاحب) کے گھر میں حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ (تھانوی صاحب) سے کہا: میرا ذہن معا اس (نئی کم سن بیوی) کی طرف منتقل ہوا، اس مناسبت سے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔

بولیے! اس میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صریح توہین ہے یا نہیں؟ اور تھانوی صاحب حضرت صدیقہ کی یہ توہین صریح کر کے رافضی تبرائی اہل سنت سے خارج ہوئے کہ نہیں؟ واضح رہے کہ یہ ایک ذاکر صالح کا کشف ہے، خواب نہیں کہ اس کی تعبیر کسی جنتری یا تعبیر نامے میں تلاش کریں۔

(۷) آپ کے حجۃ الاسلام قاری طیب کے دادا مولوی قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں:

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اس کی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنا ئیں مزار

اس کے بارے میں سنبھل کے مولوی احمد حسن مولوی ظہور الدین، مولوی سعید احمد، مولوی وارث علی، مولوی محمد ابراہیم کا مشترکہ فتویٰ ہے کہ:

''یہ شعر پڑھنا حرام و کفر ہے، اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے، ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں، کسی بیہودہ جاہل آدمی کا شعر ہے اس کا لکھنا پڑھنا دونوں کفر ہے۔''

بولیے! یہ فتویٰ صحیح ہے کہ غلط۔ اگر صحیح ہے تو آپ لوگ مولوی قاسم کو حجۃ الاسلام مان

کر کیا ہوئے؟ اور اگر یہ فتویٰ غلط ہے تو یہ مفتی صاحبان آپ لوگوں کے حجۃ الاسلام کو خارج از ایمان جاہل بیہودہ کہہ کر کیا ہوئے۔

نیز یہ بھی بتائیے کہ ابلیس کا جہنمی ہونا قطعی ہے یا ممکن الزوال۔ نیز یہ کہ خلد میں کسی کے لیے موت ہے؟ کہ اس کا مزار بنایا جائے۔ نیز قبر کو مزار اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ آپ لوگوں کے وہاں تو بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہے؟ کیا ابلیس کے قبر کی زیارت کرنا آپ لوگوں کے یہاں جائز ہے؟۔

(۸) آپ کے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی نے رسالہ یک روزی صفحہ ۱۴۴ پر لکھا ہے:

بعد اخبار ممکن ہست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان مثل اصلا مجر بجلد بہ نسبے از نصوص نگردد و سلب قرآن بعد انزال ممکن است۔

ترجمہ: ممکن ہے کہ یہ آیت (و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین) لوگوں کو بھلادی جائے تو اب یہ کہنا کہ حضور کا مثل ممکن ہے کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور اتارنے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

بولیے آپ کے امام الطائفہ کا یہ ارشاد آیت کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کو صریحا جھٹلاتا ہے کہ نہیں؟ ما بین الدفتین جو کچھ محفوظ ہے ان میں سے بعض کا پوری امت کے ذہنوں سے بھلا دینا محال شرعی ہے یا نہیں؟ جو اس کا قول کرے وہ کافر ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیے کہ اگر کسی نے کوئی بات کہی اس کو سننے والے بھول گئے اور کہنے والے نے اپنی کہی ہوئی بات کے خلاف کہا یا کیا وہ جھوٹا ہوگا یا نہیں؟۔

(۹) یہی آپ کے امام الطائفہ اپنی مشہور کتاب "ایضاح الحق" میں لکھتے ہیں:

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ ہست اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔

ترجمہ: اللہ عزوجل کے زمان و مکان اور جہت سے منزہ ماننا اور اس کی رویت کو بلا جہت و محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے ہے اگر ایسے عقیدے والا اس کو عقائد دینیہ

میں شمار کرے۔

بولیے! آپ کے امام الطائفہ کا یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو امام الطائفہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ اور اگر یہ مقولہ صحیح ہے تو بتائیے آپ لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا گھر کہاں ہے؟ اس کی عمر کتنی ہے؟ اور وہ کس طرف رہتا ہے۔ اس کا دیدار ممکن ہے یا محال شرعی؟ اور اگر اس کا دیدار ہوگا تو محاذات اور جہت کے ساتھ ہوگا یا بغیر اس کے واضح کریں؟۔

(۱۰) فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۱۳۱ پر ہے:

اور جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے، اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب اہلسنت و جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا آپ لوگوں کے نزدیک سنی صحیح العقیدہ ہے لیکن اسی فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۶ پر ہے:

اہانت علمائے حق کی کفر ہے۔

بولیے! گنگوہی صاحب کے دوسرے فتویٰ کی رو سے علما کا درجہ صحابہ سے بڑھایا یا نہیں؟۔

(۱۱) فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۴۳۱ پر ہے:

منی آرڈر کرنا سود ہے۔

دوسرے فتوے میں ہے:

منی آرڈر سے روپیہ بھیجنا نادرست ہے اور داخل ربو ہے۔ اور جو محصول دیا جاتا ہے نادرست ہے۔

بتائیے کہ تمام دیوبندی مدارس میں اور تمام دیوبندی مولویوں کے پاس ملک کے کونے کونے سے منی آرڈر بھیجے جاتے ہیں، اور خود دیوبندی مولوی بھی بھیجتے ہیں، یہ سب سود کھانے والے اور کھلانے والے ہوئے کہ نہیں اور بحکم حدیث لعن رسول اللہ ﷺ اکل الربو اومؤکلہ و کاتبہ وشاھدیہ (مشکوٰۃ ص ۲۴۴ باب الربو)

منی آرڈر بھیجنے والے، لکھنے والے وصول کرنے والے، گواہی کرنے والے ملعون ہوئے کہ نہیں؟

(۱۲) تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ ۹۶ میں ہے:

ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور ان کے بھاوج سے فرمایا کہ "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علما ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا"۔

اس خواب میں حضور اقدس ﷺ کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو یہ خواب بیان کرنے والے، لکھنے والے، چھاپنے والے، کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟۔

اور اس میں حضور اقدس ﷺ کی توہین نہیں تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گنگوہی صاحب ہمارا برتن مانجھ رہے تھے اور نانوتوی صاحب میرے جوتے کی پالش کر رہے تھے تو آپ لوگوں کو برا تو نہیں لگے گا؟۔

(۱۳) شیخ الاسلام نمبر، صفحہ ۵۹ پر ہے کہ:

تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے، کبھی خدا کو بھی اس عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے، تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العالمین اپنی کبریائی کو چھوڑ کر تمہارے گھروں میں آ کر رہے گا، تم سے ہم کلام ہوگا، تمہارے [illegible] نہیں ہرگز نہیں، ایسا کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں، مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں۔ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے، ہرزی ہوں نہ سودائی، جو کچھ کہہ رہا ہوں حق ہے مگر سمجھ کا ذرا پھیر ہے۔ حقیقت و مجاز کا ذرا فرق ہے تو پھر خدارا بتاؤ کہ جن آنکھوں نے گزی کا رجے میں ملفوف اس بندہ کو دیکھا وہ کیوں نہ کہیں ہم نے خود اللہ بزرگ و برتر کا جلوہ اسی سرزمین پر دیکھا ہے۔

کیا اس اقتباس میں شیخ ٹانڈہ کا خدا ہونا یا خدا کا شیخ ٹانڈہ کے روپ میں گلی کوچوں میں چلتے پھرتے رہنا تسلیم کر کے شان الوہیت میں گستاخی نہیں کی گئی ہے؟۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے حافظے پر اعتراض کا جواب

سوال: تم لوگ اپنے پیر مغاں احمد رضا خاں کے حافظے کا بہت ڈھنڈورا پیٹتے ہو، اور زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہو۔ مگر انہیں صحیح قرآن مجید بھی یاد نہ تھا۔ ثبوت میں ان کی تصنیفات سے چند آیتیں نقل کی جاتی ہے تم لوگ یہ بھی کہہ کے جان نہیں چھڑا سکتے یہ کاتب کی غلطی ہے، اس لیے کہ ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے جو عبارت بنام آیت کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔

(عبدالرحیم۔ متعلم دارالعلوم دیو بند۔ سہارن پور)

الجواب: بے شک یہ سب ایک وہابی کاتب کی غلطی ہے۔ وہابیوں نے سازش کرکے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو بدنام کرنے کے لیے ایک وہابی کاتب کو مطبع اہل سنت بریلی شریف میں بھیجا جو تقیہ کرکے سنی بنا، اور وہاں ملازم ہوگیا، جو انتہائی مکار و چال تھا، اس نے ان آیت کریمہ کو اس طرح محرف کرکے لکھا کہ پروف ریڈنگ کرنے والوں کا ذہن بھی اس طرف نہ جائے کہ آیت غلط لکھی ہے۔ پھر ایسا کاتب بے ایمانی پر اتر آئے تو کتاب کا صحیح چھپنا مشکل ہے۔ صحیح کرنے والوں نے صحیح کرکے درست کرنے کے لیے کاتب کو دیا۔ اور جب کاتب کے دل میں بے ایمانی ہے تو جہاں اس نے بالقصد تحریف کی ہے وہاں درست نہیں کرے گا۔ مصنف اپنی جگہ پر مطمئن ہے کہ ہم نے جب بتادیا ہے تو کاتب نے ضرور درست کردیا ہوگا۔ اس قسم کا قصہ میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔ مقالات امجدی میں ایک جگہ امام بخاری کا یہ فتویٰ مذکور ہے:

اگر ایک لڑکا اور لڑکی ایک بکری کا دودھ مدت رضاعت میں پی لیں تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

اس کا کاتب غیر مقلد تھا۔ بکری کو عورت سے بدل دیا۔ تصحیح کے بعد بھی درست نہیں کیا۔ میرے رسالہ ''مسائل حج وزیارت'' میں عرفات میں یوم عرفہ کے جو مستحبات ہیں ان میں یہ ہے۔ روزہ نہ رکھنا۔ اس کا کاتب دیوبندی تھا اس نے ''نہ'' اڑا دیا اور تصحیح کے بعد بھی درست نہ کیا۔ یہی سب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ان تصنیفات کے بارے میں ہوا۔ جن میں بعض آیتیں غلط چھپ گئی ہیں۔ چناں چہ اس کاتب نے وصایا شریف میں مشہور تحریف کی ''جس سے شبہ ہوا، اور تحقیق کی تو وہ کٹر وہابی نکلا، پھر اسے نکال دیا گیا۔

اس دیوبندی معترض کا یہ کہنا کہ اگر یہ کاتب کی غلطی ہے تو ترجمہ کیوں اسی کے مطابق ہے۔ آنکھ میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ اس لیے کہ جو شاطر کسی کو بدنام کرنے کے لیے (قرآن کی) آیت میں تحریف کرے گا وہ ترجمہ میں تحریف کیوں چھوڑے گا۔ کیا وہ عیار یہ نہیں جانتا کہ صحیح ترجمہ لکھنے کے بعد یہ بلا میرے سر آئے گی، اور مصنف کا دامن بے داغ رہے گا۔ ایسا چالاک شاطر دشمن ایسی کوتاہی کیوں کرے گا۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کے پوری عیاری کے ساتھ آیات میں تحریف کی، اور اسی کے مطابق ترجمے میں بھی۔ تاکہ جن لوگوں نے اس کو اس مشن پر بھیجا ہے، ان کو جواب نہ دینا پڑے۔

ناظرین کے اطمینان خاطر کے لیے ان کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دیوبندی جماعت بڑی محنت اور جاں فشانی کر کے اب تک اعلیٰ حضرت کی ہزاروں صفحات کی مطبوع کتابوں میں چند غلط آیات کی نشان دہی کر سکی ہے۔ مگر دن رات کے برسہا برس کی ایک صدی کے چھوٹوں اور بڑوں سب ہی کی تلاش وجستجو کے باوجود آج تک کسی حدیث کے متن یا ترجمے یا کتابوں کے حوالہ جات کی عبارتوں اور ان کے حوالے میں ایک غلطی بھی نہیں نکال سکی۔ جب کہ اعلیٰ حضرت کے رسائل میں سو دو سو نہیں ہزاروں نہیں ہزار ہا ہزار احادیث عربی متن اور اس کے ترجمے کے ساتھ چھپ چکی ہیں، اور تفاسیر، شروح حدیث، عقائد و کلام، فقہ، لغات، تاریخ، جغرافیہ کی ہزاروں کتب کے لاکھوں حوالے چھپ چکے ہیں، اعلیٰ حضرت کی کتابیں ایک صدی سے چھپ رہی ہیں اور دیوبندیوں غیر مقلدوں کے چھوٹے بڑے مولوی ان کتابوں کو اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ ان میں کوئی غلطی ملے اور ہم اس کی تشہیر کریں مگر آج تک

احادیث اور عبارات کتب میں کوئی شخص ایک غلطی نہیں نکال سکا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کئی کئی ہزار صفحات کی عبارتوں میں کوئی غلطی نہ ہونا اور صرف چند آیتوں میں غلطی ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا قرآن مجید کے تیس پارے بہ نسبت ہزاروں صفحات کی کتابوں کے یاد رکھنا زیادہ مشکل ہے۔ یہ کس کی سمجھ میں آنے کی بات ہے کہ قرآن مجید جو اپنے اعجاز کی وجہ سے ایک جاہل کو بھی صحیح یاد رہتا ہے وہ اتنے زبردست عالم کو جو امام العلماء ہوں، صحیح یاد نہ ہو، اور ہزاروں صفحات کی کتابیں یاد ہوں۔

اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ ان چند آیات میں جو غلطیاں ہیں، وہ اعلیٰ حضرت کی نہیں بلکہ کسی عیار کاتب ہی کی ہیں۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ کتابوں کی عبارتیں کتاب دیکھ کر لکھتے ہیں اس لیے اس میں غلطیاں نہیں ہوئیں اور آیات زبانی یادداشت سے لکھتے تھے جو حافظے کی خرابی کی وجہ غلط یاد رہیں اور لکھ گئیں۔

اس پر گزارش ہے کہ یہ وہی کہہ سکتا ہے جس نے کتابوں سے مطلب کے مطابق عبارتیں تلاش کرنے کا کبھی کام نہیں کیا ہے۔ مسائل عقائد و فقہ اور ان کے جزئیات ہزاروں کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں، ان جزئیات کو بغیر حفظ کے کتابوں سے تلاش کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ یہ وہی جانتا ہے جس کا اس سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اس کی مثال حاضر ہے۔

فتح القدیر میں داڑھی کے بارے میں ہے

اما الاخذ منها وهي دون ذالک فلم يبحه احد

ترجمہ: داڑھی جب ایک مشت سے کم ہو تو اس سے کچھ بھی کترنے کو کسی نے جائز نہیں کیا۔

کسی کے پاس جائیے اور پوچھیے کہ یہ عبارت فتح القدیر میں کہاں ہوگی، وہ صاف کہہ دے گا کہ کتاب الکراہیۃ میں۔ بہت اونچی اڑان اڑے گا تو کہہ دے گا کہ کتاب الحج، باب الجنایات میں ہوگی، ناظرین کو حیرت ہوگی کہ یہ عبارت کتاب الصوم میں ہے۔ اب سوچیے روزے کا داڑھی سے کیا تعلق۔

اسی قسم کی صدہا نظیریں ہیں۔ اب جس کا حافظہ اتنا کمزور ہو بقول دیوبندیوں کے کہ

اسے قرآن مجید بھی یاد نہ ہو وہ لاکھوں مسائل میں ہزاروں کتابوں کی لاکھوں عبارتیں پوری کتاب پڑھ پڑھ کر اگر جزئیات نقل کرے تو کیا وہ اتنی کثرت کے ساتھ عبارتیں نقل کر سکتا ہے جتنی اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ ساری تصانیف کو جانے دیجیے۔ صرف اب تک کے مطبوعہ فتاویٰ رضویہ میں جتنی عبارات کتب حدیث وفقہ وغیرہ کی ہیں ان سب کو اصل کتاب سے ملا کر اور اس پر کتاب، باب اور صفحہ کو حوالہ تلاش کر کے دیکھے تو اسے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔ ایک نسل کی پشت گزرنے کے بعد زندگی بھر کی محنت پر شاید کوئی جماعت اس میں کامیابی حاصل کر سکے، ایسے میں کسی کی بھی امید نہیں۔

سنجیدگی و متانت کے ساتھ تعصب و عناد سے ہٹ کر جو بھی ہماری مذکورہ بالا معروضات پر غور کرے گا، اس کو یہ ماننا ہی پڑے گا کہ اس معاند نے جن آیات کی نشان دہی کی ہے، ان میں کسی غلطی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ سے نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ اسی تقیہ باز کاتب کی حرکت ہے جو سنی بن کر مطبع اہل سنت بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو بدنام کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔

چوں کہ معاملہ ایک ایسی قوم سے ہے جو ضد و عناد میں ممتاز ہے، اس لیے اسے ان باتوں سے تشفی نہ ہوگی جب تک کہ اسے اس کے گھر کی سیر نہ کرائی جائے۔ لیجیے یہ ایضاح الادلہ ہے۔ اس کے مصنف کوئی چھوٹے موٹے عالم نہیں۔ اپنے عہد میں دیوبندیوں کے سب سے بڑے بوڑھے، بھاری بھرکم اور سب سے بڑے مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور دیوبندیوں کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی کے اور ان جیسے ہزاروں دیوبندی مولویوں کے استاذ اور ان کے مقتدا شیخ الہند جناب محمود الحسن دیوبندی ہیں۔ اس کے صفحہ ۹۳ پر ہے:

یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ ورسولہ والی اولو الامر منکم.

سارے چھوٹے بڑے دیوبندیوں کو چیلنج ہے کہ وہ یہ آیت قرآن مجید میں دکھائیں۔ آیت تو کیا دکھائیں گے، اپنے شیخ الہند کی نقل کردہ عبارت میں سے والی اولو

لا مرحنکم دکھا دیں کہ قرآن مجید میں کہاں ہے۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ قراءت سبعہ ہی نہیں شاذہ میں سے کون سی قراءت ہے، جس میں اس حرف جار کے ساتھ لولو واؤ کے ساتھ ہے، اور عرب کی کس لغت میں اس اپنے مدخول کو رفع کرتا ہے یا کس لغت میں لولو کا اعراب حالت جر میں واؤ کے ساتھ ہوتا ہے یا ہر حال میں واؤ کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور آگے بڑھو۔ یہ ہیں آپ کے شیخ الاسلام عرف مدنی صاحب، اور یہ ہے ان کا مشہور گالی نامہ "الشہاب الثاقب" جو صرف نوے صفحے کا کتابچہ ہے جس میں چھ سو چالیس اجمالی مفصل بازاری قسم کی گالیاں صرف اعلیٰ حضرت کو دی گئی ہیں۔ جن میں ہر گالی عالمی ایوارڈ پانے کی مستحق ہے۔ [illegible] صفحہ پر ہے۔

ولا تاتوا ببهتان تفترونه بين ايديكم۔ پر کل خلاف اور آیت كذالك جعلنا لكل نبی عدوا شياطين الانس والجن۔ کا مصداق بن کر اپنے آپ کو شیاطین انس میں شامل کیا ہے، اور موافق من يرم به بريئا فقد احتمل الآية الخ میں داخل ہو کر طوق کفر و لعنت اپنی گردن میں حسب حدیث مشہور ڈالا ہے۔ خذله الله تعالیٰ فی الدارین وسود وجهه وجوه اتباعه فی الکونین۔ اس کو (یعنی اعلیٰ حضرت کو) اللہ تعالیٰ دارین میں رسوا کرے، اور اس کے متبعین کے چہرے کو دونوں جہاں میں کالا کرے۔

ہم سارے جہان کے دیوبندیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید میں کہیں یہ دکھا دیں:

من يرم به بريئا فقد احتمل الآية

ہاں! سورۂ نساء آیت ۱۱۲ میں یوں ہے

ثم يرم به بريئا

ان شیخ الاسلام صاحب نے ثم کو من سے بدل دیا۔ یہ معترضین اپنے شیخ الاسلام کی اس تبدیلی کا کیا جواب دیں گے؟ یہ بھی تاویل نہیں کر سکتے کہ ثم اور من ہم شکل ہیں، اس لیے حضرت کو اشتباہ ہو گیا۔

اور دیکھیے ان دونوں سے بھی بڑے بوڑھے کی کتاب "تذکیر الاخوان ملقب

تقویۃ الایمان" ہے۔ اس کے صفحہ ۶ر پر ہے:

قال اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ: ولا تکونوا من الذین تفرقوا دینھم وکانوا شیعاً، کل حزب بما لدیھم فرحون. (سورہ روم: آیت: ۳۱،۳۲)

اس آیت میں ولا تکونوا کے بعد من المشرکین تھا جسے ہضم کر گیا۔ دیو بندی بولیں یہ کیا ہیں۔ بقول اس معترض کے یہ کتابت کی غلطی نہیں ہوسکتی۔ اس لیے کہ اس وہابی نے جو ترجمہ کیا ہے اس میں بھی من المشرکین کا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یعنی سورۂ روم میں نہ ہو ان میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے بہت گروہ، ہر فرقہ جو اپنے پاس ہے، اس پر خوش ہو رہے ہیں۔ پھر یہ کرامت تصحیح کے بعد بھی کی ہے۔ تذکیر الاخوان کے قدیم نسخوں میں من الذین کی جگہ کالذین تھا۔ من کے بجائے کاف ہے۔

ناظرین! دیو بندیوں کا حال ملاحظہ کریں۔ اپنے بڑوں کی غلطیاں ٹھیک بھی کرتے ہیں تو ٹھیک نہیں ہو پاتیں اور دوسروں پر ہنسنے کے لیے سب سے آگے، اس کا امکان تھا کہ کچھ لوگ ہماری اس بات کو بہانہ بازی پر محمول کریں، اور دیو بندی تو محمول کرتے ہی ہیں۔ یہ تائید ایزدی ہی ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ترجمہ کلام پاک "کنز الایمان" اور حضرت صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر جو تفسیر "خزائن العرفان" لکھی ہے۔ اس کو اب دہلی کے کچھ دیو بندی تاجروں نے بھی چھپوا دیا ہے اور اس میں کھلی ہوئی تبدیلی وتحریف کی ہے۔

اول بارہویں پارہ سورہ ہود ستائیسویں آیت کا کنز الایمان میں ترجمہ یہ ہے:

تو اس کی قوم کے سردار جو کافر ہو گئے تھے، بولے: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔

اس کے حاشیے پر خزائن العرفان میں یہ تحریر تھا:

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ قرآن پاک میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

بشر کہتے اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔

(ص ۳۸۱، مطبوع بار اول زیر نگرانی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ)

اب ترکمان گیٹ دہلی، قرآن منزل نے اسے چھپوایا تو حاشیے کو یوں بدل دیا:

اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ قرآن پاک میں جابجا ان کے تذکرے ہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بد نصیب سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں۔ (ص ۳۲۳ حاشیہ ۵۲)

اس وہابی ناشر نے دو تحریفیں کیں۔ عبارت بدلی۔ اصل عبارت تھی "بشر کہتے اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں" اس نے بدل کر یہ بنادیا "بشریت کا انکار کرتے ہیں"۔ دوم اصل میں یہ نہیں تھا "اور قرآن وحدیث کے منکر ہیں"۔ اس وہابی نے یہ اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔

دوم: پندرھویں پارہ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۷ کا ترجمہ یہ ہے:

وہ مقبول بندے جنہیں کافر پوجتے ہیں، وہ آپ ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔

اس پر خزائن العرفان میں یہ تھا۔

مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز، اور اللہ کے مقبول بندوں کا یہی طریقہ ہے۔ (ص ۴۰۷ مطبوعہ بار اول مراد آباد)

ترکمان گیٹ کے مطبوعہ صفحہ ۳۴۷ پر اسی آیت کے تحت حاشیہ نمبر ۱۱۹ یہ ہے:

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز نہیں اور اللہ کے مقبول بندوں کا یہی طریقہ ہے۔

اگر خدانخواستہ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کا چھپا ہوا اور اہل سنت کے چھپوائے ہوئے نسخے نہ ہوتے تو دنیا یہی سمجھتی کہ واقعی خزائن العرفان میں وہی ہے جو ترکمان گیٹ والے نسخوں میں چھپا ہے، اس لئے ہر انصاف پسند اسے تسلیم کرے گا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کتابوں میں جو دو ایک آیتیں غلط چھپ گئی ہیں، وہ وہابی کاتبوں کی شرارت ہے، اور تصحیح کرنے والے کی غفلت کا نتیجہ ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے اشعار پر اعتراض کا جواب

سوال

جناب مفتی صاحب قبلہ! ...... السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ابوالاسد حکیم محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے عقائد کیسے ہیں؟ ان کی کتاب "اوراق غم" میں یہ عبارت ہے:

وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے وہ آدم جو مسجود ملائک عزت تھے آج [illegible] ذلت ہوئے۔

یہ جملہ اوراق غم میں ہے یا نہیں (۲) انہیں کی اسی کتاب کے صفحہ ۱۱۳ میں ہے:

چوں آفتاب صفت انبیاء [illegible] کمال
[illegible]

اس فارسی کے شعر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر [illegible] توہین آمیز جملہ ہے [illegible]

(۳) اسی کتاب اوراق غم کے صفحہ ۱۱۱ پر ہے:

جو سرور کل سے [illegible] حاصل کی [illegible]
اور جس [illegible] نے گلشن حیات میں نشو و نما پائی [illegible] لٹا کیا۔

کیا یہ جملہ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سخت بے ادبی نہیں۔

(۴) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف حدائق بخشش دوم صفحہ [illegible] میں فرماتے ہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں:

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

اس میں بتایا ہے کہ ولی و مرسل بلکہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وعظ سننے آتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کلمات فرمائے ہیں یا نہیں۔

(۵) اسی حدائق بخشش کے صفحہ ۲ پر کیا یہ بھی درج ہے:

ملک کے بچہ بشر بچہ جن کے ہیں [illegible]
تو شیخ عالی تعالیٰ ہے یا غوث

اس میں بڑے پیر صاحب کا مرتبہ اس قدر بڑھایا ہے کہ ہر مخلوق کے پیر ہو گئے ہیں بلکہ آں حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی زیادہ بڑھا دیا ہے۔

مدائح اعلیٰ حضرت صفحہ ۴۸ میں ہے:

اب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جام کوثر کا پلا احمد رضا

یہاں اپنے پیر و مرشد کو آں حضرت کے برابر کر دیا۔

(۶) منکر نکیر کے سوال و جواب کے موقع پر مدائح میں درج ہے:

نکیرین آئے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کیا کہنا ہے؟
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا

یہاں آں حضرت [illegible] اس قسم کے بہت سے اشعار ہیں۔ آیا سب لکھے ہیں یا نہیں؟

(۷) پیر جماعت علی شاہ صاحب کے متعلق یہ شعر کس نے کہا ہے: ؎

سرکار علی پور بھی ہیں شاہ مدینہ

اس میں سرکار علی پور کو حضور سے تشبیہ دی ہے، یہ گستاخی ہے یا نہیں؟ یہ سوالات ایک کتاب میں درج ہیں، مکتوب وصایا شریف ۶، ۸، ۱۲ میں لکھا ہے:

جب وصال کا وقت آیا، اس سے ۱۱ گھنٹے ۱۷ منٹ پہلے اعلیٰ حضرت نے یہ کلمات قلم

بند کرائے، اپنی خاص فاتحہ شریف کے لیے وصیت فرمائی، فہرست ملاحظہ ہو:

(۱) دودھ کا برف خانہ ساز یعنی گھر کی بنی ہوئی آئس کریم اگر چہ بھینس کا دودھ ہو بہتر گائے کا دودھ۔

(۲) مرغ کی بریانی: مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو۔ شامی کباب، پراٹھے، بالائی، فیرنی، اردو کی پھریری دال مع ادرک ولوازم۔ گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل۔

آیا وصایا شریف میں درج ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو ہم لوگ بھی حتی المقدور اسی طرح کریں۔

یہ چند سوالات ہیں آیا کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہیں، اور اگر ہیں تو ان کا صحیح مفہوم اور مطلب کیا ہے؟

حافظ سلطان علی
(پیش امام مسجد سرداری)
متصل جمنا ہوٹل، کٹرہ، عالم باغ لکھنؤ

الجواب:

اوراق غم یہاں موجود نہیں۔ اوراق غم کی عبارتوں کے بارے میں لاہور مصنف کے بھائی صاحب سے استفسار کیا گیا ہے۔ جو جواب آئے گا، آپ کو مطلع کر دیا جائے گا۔ حدائق بخشش کے جو اشعار آپ نے نقل کیے ہیں۔ وہ حدائق بخشش میں ہیں اور یہ دونوں اشعار بہجۃ الاسرار کے مضمون کا ترجمہ ہیں۔

پہلا شعر:

ولی کیا مرسل آئیں خود حضور آئیں
وہ تیرے وعظ کی محفل ہے یا غوث

یہ شعر اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ:

ایک بار حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے، مجلس میں دس ہزار کا

مجمع تھا اور شیخ علی بن ہیتمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور کے مرید خاص) حضور کے سامنے بیٹھے تھے۔ ان پر نیند کا غلبہ ہوا۔ حضور نے فرمایا: خاموش! خاموش! لوگ اتنا خاموش ہوئے کہ سوائے سانسوں کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ حضور کرسی سے نیچے اترے اور علی بن ہیتمی کے روبرو باادب کھڑے ہوگئے اور ان کی جانب دیکھنے لگے، جب علی بن ہیتمی بیدار ہوئے تو حضور نے ان سے استفسار فرمایا: کیا تم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا: اسی وجہ سے میں مودب ہوگیا، حضور نے تم سے کیا فرمایا۔ عرض کی، حضور کی خدمت میں حاضری کا حکم فرمایا ہے۔ شیخ علی بن ہیتمی نے فرمایا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا وہ حضور غوث پاک نے بیداری میں دیکھا۔ اس دن مجلس کے حاضرین میں سے سات آدمی فوت ہوگئے۔

بہجۃ الاسرار شریف صفحہ ۳۶ میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ باسند محدثانہ منقول ہے۔ فرماتے ہیں:

اخبرنا شیخ الشریعة الجلیل ابو العباس احمد بن الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن ابی الغنا محمد الازھری بن المفاخر محمد المختاری الحسنی السوادوی بالقاھرة سنة ثلاث وسبعین وست مائة قال اخبرنا ابی بدمشق سنة تسع وعشرین وست مائة قال حضرت مجلس شیخنا الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی سنة خمس وست مائة فکان فی المجلس یومئذ نحو عشرة آلاف رجل وکان الشیخ علی بن الھیتمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جالسا تجاہ الشیخ تحت المرقی فاخذتہ سنة فقال الشیخ للناس اسکتوا فسکتوا حتی یقول القائل انہ لا یسمع منھم الا انفاسھم ثم نزل من اعلی الکرسی ووقف بین یدی الشیخ متادبا وجعل یحدق الیہ ثم استیقظ الشیخ علی بن الھیتمی فقال الشیخ ارأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال نعم قال من اجلہ تادبت قال فما اوصاک قال بملازمتک قال فسئل الشیخ علی عن معنی قول الشیخ من اجلہ تادبت قال الذی رایتہ فی

المنام راه هو في اليقظة قال ومات ذلک اليوم سبعة رجال منهم من مات مكانه في المجلس ومنهم من حمل الى داره مغشيا عليه ثم مات من يومه.

اگر اس شعر پر اعتراض کرنے والوں کا اعتراض صحیح ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا دیگر انبیا علیہم السلام کا کسی امتی کے مجلس وعظ میں آنا توہین ہے، اور اسے بیان کرنا توہین ہے تو بتایئے ! خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ توہین نبی کے مرتکب ہوئے یا نہیں ۔ اور صاحب بہجۃ الاسرار علامہ نورالدین اور شیخ الشریعہ ابوالعباس احمد اور ان کے والد احمد الشیخ ابوعبداللہ اس واقعہ کو بیان کرکے توہین نبی کے مجرم ہوئے یا نہیں اور توہین نبی باتفاق امت کفر وارتداد ہے۔ تو پھر یہ لوگ کافر ومرتد خارج از اسلام ہوئے یا نہیں ۔ اور جب حضور غوث پاک اور ان کے یہ جلیل القدر متوسلین ومریدین کافر ومرتد ہوئے تو پھر دنیا میں کون مسلمان رہا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ! حقیقت یہ ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا دیگر انبیا علیہم السلام کا کسی امتی کے گھر آنا یا ان کے وعظ کی محفل میں آنا توہین ہرگز ہرگز نہیں ۔ یہ خردنوازی ہے، جیسے ایک پیر مرید کے گھر آئے ، مرید کے وعظ کی محفل میں آئے جیسے ایک استاذ اپنے شاگرد کے گھر آئے، اس کے وعظ کی محفل میں آئے، اسے کون شخص کہے گا کہ اس میں پیر یا استاذ کی توہین ہے یہ بزرگوں کا کرم ہے جو چھوٹوں پر ہے ۔ اسے توہین سمجھنا پرلے درجہ کی جہالت ہے، اور اعلیٰ درجے کی حماقت ہے ۔ اچھا بالفرض حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کسی فرزند اپنے کسی نائب کے وعظ میں آئیں تو حضور کی توہین ہو اور اگر کوئی یہ کہے: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے مدرسے سے اردو سیکھی ، ہمارے پیر کے مہمانوں کا کھانا پکانے آئے تو اس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین بدرجہ اولی ہوگی، یا نہیں؟ دیکھئے براہین قاطعہ میں معترضین کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبٹھوی نے یہ خواب گڑھا۔

ایک صالح نے فخر عالم کو خواب میں دیکھا حضور کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا حضور کو یہ کلام کہاں سے آگئی فرمایا جب سے علما وفضلائے دیوبند سے معاملہ پڑا مجھے یہ کلام آگئی۔

تذکرۃ الرشید میں دوسرا خواب گزرا:

ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی تھی کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے بھاوج سے فرمایا کہ "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علما ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا" اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی۔ (تذکرۃ الرشید: جلد اول صفحہ ۳۶)

اب آپ ان معترضین جہال وسفہاء الاحلام سے دریافت کریں کہ محض وعظ کی محفل میں آنا توہین ہے اور مولویوں کی روٹی پکانی اور ان کی شاگردی کوئی تعریف ہے؟

جنوں کا نام خرد رکھ دیا، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

غلاموں پر سرکار کے کرم فرمانے کا واقعہ ایک ہی نہیں سیکڑوں ہیں جو اولیائے کرام کے تذکروں میں جابجا ملیں گے۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ:

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نے وعظ بند فرمایا حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ وعظ کرو مگر آپ نے مرشد کی موجودگی میں وعظ خلاف ادب جانا یہاں تک کہ خواب میں جمال جہاں آرائے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ کا حکم فرمایا، صبح کو اپنے گھر کی طرف چلے تو دروازے پر انہیں منتظر پایا۔ ارشاد ہوا: میرا اور مشائخ بغداد کا کہا نہیں مانا تو اب سرکار کے حکم کی تعمیل کرو۔ میں نے خواب میں اللہ عزوجل کی زیارت کی۔ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا ہے کہ اسے وعظ کرنے کا حکم کریں۔

اسے کیا کہیں گے۔ الختصر اس شعر پر اعتراض جہالت سفاہت عناد وفساد ہے اور اپنی بدمذہبی پر پردہ ڈالنے کی ناپاک جدوجہد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملک کے کچھ بشر کچھ جن کے ہیں پیر
تو شیخ عالی وسافل ہے یا غوث

یہ شعر خود حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے ارشاد کا ترجمہ ہے۔

بہجۃ الاسرار میں ہے:

اخبرنا ابو علی الحسین بن نجم الدین بن عیسی بن محمد الحورانی بالقاهرة سنة ثلاث وسبعين وست مائة قال اخبرنا الشيخ العارف ابو محمد علی بن ادریس الیعقوبی بها سنة سبع عشر وست مائة قال سمعت عبد القادر یقول الانس لهم مشائخ والجن لهم مشائخ والملائكة لهم مشائخ وانا شیخ الکل.

ہمیں ابو علی الحسین بن نجم الدین بن عیسی بن محمد حورانی نے قاہرہ میں ۶۷۳ھ میں خبر دی۔ انہوں نے بتایا کہ ہمیں شیخ عارف ابو محمد علی بن ادریس یعقوبی نے وہیں ۶۱۷ھ میں خبر دی، انہوں نے کہا کہ میں نے عبد القادر (غوث اعظم) کو فرماتے ہوئے سنا کہ انسان کے کچھ شیخ ہیں، جن کے کچھ شیخ ہیں اور فرشتوں کے کچھ شیخ ہیں، اور میں سب کا شیخ ہوں۔

علم ہوتا تو پہچانتے کہ یہ ارشاد خود جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا ہے اور اعتراض سے کف لسان کرتے مگر بے علمی سے یہ خبر نہ تھی اور سمجھ بیٹھے کہ خود اعلی حضرت قدس سرہ نے اپنی طرف سے شاعرانہ تخیل پیش فرمایا ہے اور وجہ اعتراض کر دیا۔ اب معترض دیکھے کہ اس نے جوش عداوت میں اعتراض تو اعلی حضرت پر کیا تو ہین رسالت کا الزام اعلی حضرت کے سر دھرا مگر یہ اعتراض خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ پر ہوا۔

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر

پھر اس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے زیادہ بڑھانا کیسے لازم آیا۔ زیادہ بڑھانا تو بڑی بات ہے، مساوات کیسے لازم آئی۔ معترض کو اس کی توضیح لازم تھی۔ اور اگر اندھے معترض کو یہ واہمہ شیخ عالی وسافل سے ہوا ہے، اور اس نے اپنے زعم میں یہ سمجھ

رکھا ہے کہ اس تعمیم میں تمام صحابہ ملائکہ تمام انبیا داخل ہیں۔ تو یہ اس کی جہالت در جہالت ہے کہ اس میں استغراق اور عموم کہاں ہے، جس کے معنی یہ ہوں کہ تمام عالی و سافل کے اور تمام اگلے پچھلے کے شیخ ہیں، یہ لفظ اپنے مفہوم میں اس وقت بھی صادق ہے کہ ایک عالی کا فرد اور ایک سافل کا فرد حضور، کا مرید ہوتا۔ جیسے خود معترضین اپنے پیران پیر حاجی امداد اللہ کو شیخ العرب والعجم لکھتے ہیں کیا اس کا مطلب ان کے ذہن میں یہ ہے کہ وہ تمام عرب اگلے پچھلے تمام عجم اگلے پچھلے کے شیخ ہیں۔ اگر یہ مطلب ہے تو پھر یہ کیوں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمسری بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تفوق نہیں۔ یہاں خود معترض یہ کہیں گے کہ مراد بعض عرب اور بعض عجم کے شیخ ہیں۔ تو پھر یہی مراد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس شعر میں کیوں نہیں ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ محمود الحسن صدر مدرس دیوبند استاذ پیر مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو ان کے مرثیہ کے سرورق پر لکھا ہے۔ ملاذ ے جہاں، مخدوم الکل، مطاع العالم جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، اور عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید میں انہیں کو لکھا: امام ہمام، قدوۃ الانام، قطب العالم۔ اور لکھا: قدوۃ العلماء، غوث الاعظم، شیخ المشائخ۔ یہاں امام اور عالم اپنے مفہوم لغوی کے اعتبار سے ضرور ماسوی اللہ تمام انبیا، ملائکہ، صحابہ، تابعین کو شامل اور الف لام اس کے استغراق پر نص پھر معترضین بولیں کہ اس میں صراحۃً حضور سید المرسلین و جمیع مرسلین کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر ان پر کیوں اعتراض نہیں۔ یہاں خاموشی کیا مجرمانہ خاموشی نہیں۔ اور اگر اس کا ان مجرموں کے پاس کوئی جواب ہے تو بھی کہا کہ یہ جواب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے شعر میں جاری ہوتا ہے یا نہیں۔ مداح اعلیٰ حضرت کے دو اشعار پر اعتراض بھی نری جہالت وسفاہت ومذہب اہل سنت سے بے خبری ہے۔ ہم اہل سنت کا سلفاً عن خلف یہ عقیدہ ہے کہ اولیائے کرام اپنے مریدین ومتوسلین کی دنیا و آخرت قبر و حشر ہر جگہ مدد فرماتے ہیں۔

چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں:

واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعہم ومریدھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والآخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب۔

جب اولیاء پر عالم نزع کے وقت اپنے پیروؤں اور مریدین کا دنیا و آخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ مذاہب کا کیا کہنا۔ نیز فرماتے ہیں:

ان ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون في مقلديهم ويلاحظ احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر ونكير له وعذاب القبر والحشر والحساب والميزان والصراط ولا يغفلون عنهم في موقف من المواقف.

بلاشبہ تمام پیشوایان فقہ و تصوف اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے پیرو کی روح نکلتی ہے [illegible] کرتے ہیں، جب اس کا حشر ہوگا جب اس کا نامہ اعمال کھلے گا جب وہ صراط پر [illegible] غرض ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ [illegible] سے غافل نہیں ہوتے۔

اسی سلسلہ کی ایک حکایت نقل فرمایا:

جب ہمارے شیخ [illegible] ناصر الدین لقانی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا بعض صالحین نے ان کو خواب میں دیکھا پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا جب منکر نکیر نے مجھے سوال کے لیے بٹھایا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: ایسا شخص بھی اس بات کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بارے میں سوال کیا جائے [illegible] اس سے الگ ہو گئے۔ ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین اور اولیاء کرام دنیا و آخرت میں تمام مواقع اور مشکلات میں اپنے مریدوں [illegible] حساب میزان پل صراط ہر جگہ مدد فرماتے ہیں۔

اسی کے پیش نظر شاعر نے وہ [illegible] شعر موزوں کیے ہیں ان میں حضور کی ہمسری یا حضور سے تشبیہ کی کوئی بات نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر خود باپوں نے اپنے بیٹوں کے بارے میں کہا ہے۔

قبر سے اٹھ کے پکاروں [illegible]
بس وہیں آپ کو [illegible]

قبولیت اس کو کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا اس کے لقب ہے یوسف ثانی
سکھائے [illegible] پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد میں والے قسمت ماہ کنعانی
وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گو نظیر ہستی محبوب سبحانی
مردوں کو [illegible] نے نہ دیا
[illegible]

[illegible] یوسف ثانی [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] کی موت کو سرور عالم کی رحلت کا نقشہ [illegible] حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے [illegible] قبر سے اٹھ کر [illegible] کا نام لیں [illegible] رسول کا صرف [illegible] مقبول ہوتا ہوگا ہے اس میں انبیاء علیہم السلام سے ہمسری اور ان پر تفوق کہاں [illegible] یہ بد باطن معترضین کو نظر نہیں آتا۔

[illegible] میں لکھا ہے

[illegible] کرامات میں [illegible] کہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی [illegible] ہے اور ایک بزرگ نے اس کی تعبیر [illegible] کا اہتمام [illegible] ہے۔ [illegible] یہ حالی بشارت تیرے [illegible] پوری ہوتی ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت پر شکر ادا کیا۔

[illegible] یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برابری [illegible] کرلیں۔ ان لوگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ دوسروں پر اعتراض کریں، [illegible] کا نہ [illegible]۔ کہاں تو صرف اتنی گزارش کہ میدان محشر میں اپنے اعلیٰ حضرت سے استعانت کروں گا۔ قبر میں [illegible] دوں گا۔ اور کہاں یہ دعویٰ کہ میرے [illegible] کھاتی ہیں۔ میرے [illegible] حضرت عیسیٰ سے بڑھ کر [illegible]

کی رحلت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہے۔ پیر کی سوانح عمری حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سوانح ہے۔ کیا ایسے لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی کے اوپر اعتراض کریں۔ یہ مصرع

سرکار علی پر بھی ہے شاہ مدینہ

ضرور قابل اعتراض ہے لیکن ہمیں نہیں معلوم یہ مصرع کس کا ہے؟ کسی کا ہے بھی یا وہابیہ نے افترا کیا ہے، بہر حال! جس کا بھی ہو، اس پر توبہ لازم ہے۔

وصایا شریف میں دو وصیت مذکور ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو فقرا، مساکین سے جو محبت تھی اس کے پیش نظر یہ وصیت فرمائی۔ زندگی بھر غربا پروری فرمائی۔ وصال کے وقت اپنے وارثین کو وصیت فرما گئے کہ جیسے میں غربا کو نوازا کرتا تھا تم بھی نوازنا یہ نہیں کہ انہیں دھکے دینا معمولی کھانے دینا۔ بلکہ عمدہ سے عمدہ کھانے دینا۔ وارثین کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے جو محبت تھی، اس پر اعتماد تھا تو یوں فرمادیا کہ میرے لیے جو ایصال ثواب کرو اور فقرا کو کھانا دو وہ یہ ہوں۔ ظاہر ہے بعد وصال ان کھانوں سے بڑھ بڑھ کر انہیں غذا ملے گی۔ جس کے آگے دنیا کی یہ غذائیں ہیچ ہیں۔ نیز میت کو کھانا نہیں پہنچتا، صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اس لیے یہ وصیت ذاتی تلذذ کے لیے ہرگز ہرگز نہیں، صرف فقرا و مساکین پر رحمت وعنایت ہے جس سے ہو سکے ان اشیا کو ایصال ثواب کرے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی رضا اور پھر اللہ عزوجل کی رضا کا موجب ہوگا۔ (نوری کرن، بریلی شریف۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء، ص: ۲۵ تا ۲۹)

☆☆☆☆

مسلک اعلیٰ حضرت

امسال کے جنوری کے اشرفیہ پرچے میں ایک مضمون بعنوان "چند اصلاح طلب گوشے" چھپا ہے، جس کا پانچواں عنوان ہے "مسلک اعلیٰ حضرت" جس میں مضمون نگار صاحب نے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے پر بہت خوبصورتی سے انتہائی دل خراش طنز کیا ہے۔ مضمون نگار صاحب سے ہمیں کوئی شکایت نہیں، ہر شخص کو اختیار ہے جو چاہے پسند کرے، یا ناپسند کرے "لکم دینکم ولی دین" افسوس اس کا ہے اور وہ بھی سخت کہ جامعہ اشرفیہ کے ترجمان میں یہ زہریلا مضمون کیسے چھپ گیا۔ ماہنامہ کی مجلس ادارت کے ارکان میں پہلا نام اس خادم کا ہے، اس لیے میرے پاس چاروں طرف سے مواخذے کے خطوط آنے لگے حتی کہ قصبے کے معززین کا ایک وفد میرے پاس آیا۔ دراصل ایڈیٹر صاحب ان دنوں موجود نہیں تھے، ان کی غیر موجودگی میں رسالہ پریس بھیج دیا گیا تھا، پھر بھی میں نے جناب ایڈیٹر صاحب سے مواخذہ کیا، اور انہیں ہدایت بھی کی کہ ماہنامہ اشرفیہ ادارہ کا ترجمان ہے "مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان" جامعہ اشرفیہ کے اغراض ومقاصد کی دفعہ ۲ میں تصریح ہے:

مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی ترویج وتبلیغ کرنا۔

ایسی صورت میں مسلک اعلیٰ حضرت کا استہزا جامعہ اشرفیہ کے استہزا کے مرادف ہے، اور یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ جامعہ اشرفیہ کا ترجمان جامعہ اشرفیہ کے دستور کا استہزا شائع کرے۔

اب تک جہاں تک مجھے معلوم ہے مضمون نگار زید مجدہم بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے پابند ہیں، از روئے شریعت بھی اور از روئے طریقت بھی۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ تیغ علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں اپنی نجی مجلسوں میں اپنے مریدین کو مسلک

اعلیٰ حضرت کی پابندی کی خصوصی ہدایتیں کی ہیں۔ موصوف نے انتہائی بے دردی کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کا استہزا کر کے اپنے سلسلے کے مرکزی شیخ کا بھی استہزا کر ڈالا۔

مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ سنی ہوتے ہوئے لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کیوں زہر افشانی کرتے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک اور دین نہیں، مسلک اعلیٰ حضرت حقیقت میں سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے اس طریقہ مرضیہ و متوارثہ کا نام ہے جو عہد رسالت سے لے کر آج تک سواد اعظم کا مسلک ہے، جو ہی الجماعۃ اور ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف پڑھیے۔ انہوں نے انہیں عقائد و مسائل کو تحریر فرمایا ہے جو سلف سے لے کر خلف تک اب تک اہل سنت و جماعت کا رہا ہے، ہر عقیدے کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث کے ساتھ ساتھ اسلاف کی کتابوں سے حوالہ جات تحریر کر دیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی کتابیں سو سال سے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہزار شخصی اور جماعتی کوششوں کے باوجود آج تک کوئی مخالف بھی کسی عقیدے کے بارے میں یہ ثابت نہیں کر سکا کہ وہ اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عہد مبارک میں انگریزوں نے اپنے پلان کے مطابق بہت سے چالاک، عیار، دنیادار افراد کو خرید کر اہل سنت کے خلاف مختلف مذاہب کی بنیاد ڈالی اور بعض قدیم مذاہب کو شہ دے کر سواد اہل سنت و جماعت کے خلاف کئی مذاہب کی بنیاد ڈلوائی۔ مثلاً وہابی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی، صلح کلی، ان سب مذاہب کے بانیوں اور حامیوں نے اپنی ساری ذہنی و علمی توانائیوں کو صرف کر کے اہل سنت کے خلاف صف آرائی کی، ان سب کا مقابلہ تن تنہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا، اور ان سب کے عقائد باطلہ کو رد کر کے ان سب کے پرخچے اڑا دیے۔ ان سب خدمات کو دیکھتے ہوئے مذہب اہل سنت و جماعت کا دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔

اس زمانے میں اہل سنت کو تمام فرقہائے باطلہ سے ممتاز کرنے کے لیے سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ موزوں ہوتا ہی نہیں۔ کچھ معاندین اس کے بالمقابل مسلک

امام اعظم بولتے ہیں لیکن یہ لفظ امتیاز کے لیے کافی نہیں۔ غیر مقلدین کو چھوڑ کر سارے وہابی جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ مثلاً دیوبندی، مودودی، نیچری، حتی کہ قادیانی اپنے کو مسلک امام اعظم پر گامزن بتاتے ہیں۔ اور یہی حال اہل سنت و جماعت کے لفظ کا بھی ہے کہ ان میں کے بہت سے لوگ اپنے آپ کو سنی بتاتے ہیں۔

اس تفصیل کی روشنی میں میں نے بہت غور کیا، سوائے مسلک اعلیٰ حضرت کے کوئی لفظ ایسا نہیں جو صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے۔ اب تک میں اس موڈ میں نہیں کہ یہ کہنے کی جرأت کروں کہ مضمون نگار صاحب زید مجدہم کو اس سے چڑھ ہے کہ اہل سنت کو بدمذہبوں سے ممتاز کرنے کی کوشش کیوں کی جارہی ہے۔

ذرا مضمون نگار صاحب کا تیور دیکھئے تحریر کرتے ہیں:

مقررین اور شعرا کی پذیرائی ان کا حوصلہ بڑھانے سوتوں کو جگانے اور جلسے و کانفرنس کی رونق کو دوبالا کرنے کی خاطر آج کل بہت طرح کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ کچھ عاقبت نا اندیش اور خدا ناترس انا ؤنسر حضرات ان نعرۂ حق وصداقت کے درمیان بعض ایسے نعرے لگواتے ہیں جن کا مقصد حاضرین جلسہ سے غلط کہلوا کر ان کو بے وقوف بنانا، ہنسانا، اپنی چرب زبانی وہمہ دانی کی دھونس جمانا ہوتا ہے۔ جیسے جھوٹ کا دامن، بوس کا دامن، وغیرہ نعرہائے تکبیر ورسالت کے بعد ایک نعرہ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کا بھی ہے۔ یہ نعرہ لگانے والے کون لوگ ہیں؟ ان میں کی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو بے نمازی ہے، داڑھی منڈے یا حد شرع سے کم رکھنے والے ہیں، شراب خور ہیں۔

ناظرین کرام غور کریں! مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعرے کو مضمون نگار صاحب نے عاقبت نا اندیش اور خدا ناترس لوگوں کا نعرہ قرار دیا، اور اسے نعرۂ حق وصداقت سے الگ رکھا، اس کا مقصد عوام کو بے وقوف بنانا، اور ہنسانا اور اپنی چرب زبانی اور ہمہ دانی کی دھونس جمانا، بتایا۔ اس سے تسکین نہیں ہوئی تو اس کو ہلکا کرنے کے لیے لکھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگانے والوں کی اکثریت بے نمازی ہے، داڑھی منڈی ہے، شراب خور ہے۔

اتنا جلال! کیا موصوف اس کو ثابت کر سکتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کا نعرہ لگانے والوں کی اکثریت شراب خور ہے؟ مضمون نگار صاحب کو پتا نہیں، ہندوستان کی سو فیصد مسلم آبادی اس نعرے کو لگاتی ہے، پسند کرتی ہے، حق سمجھتی ہے۔ مضمون نگار صاحب کو یقین نہ ہو تو میرے ساتھ وہ تین سفر کر لیں، ان کو دکھا دوں گا۔ کیا اہل سنت کے اکثر افراد شراب خور ہیں؟ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی مجمع میں دو چار افراد شراب خور ہوں لیکن اہل سنت کی اکثریت کو شراب خور بتانا مضمون نگار صاحب کا جو جلال ہے جس نے ان کو عدالت تک میں پہنچا دیا ہے۔

رہ گئے بے نمازی، داڑھی منڈے تو کیا کہنا کہ مسلمانوں کی جانب اکثریت داڑھی منڈی اور بے نمازی ہے۔ آپ اپنے اعلیٰ اپنے والد ماجد کے مریدین کو سروے کیجئے۔ ان کی غالب اکثریت بے نمازی اور داڑھی منڈی ہی ملے گی۔ اگر کسی طرح حق کا داڑھی منڈے بے نمازی ہوں کا قبول کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ باطل ہے تو جناب والا کی اس منطق سے اسلام کی بھی خیر نہیں۔ مذہب اہل سنت کی بھی خیر نہیں۔ اور خود آپ حضور کے سلسلۂ عالیہ کی بھی خیر نہیں، تو کیا نعرۂ تکبیر و رسالت کی بھی خیر نہیں۔ اس لیے کہ یہ نعرہ لگانے والوں کی اکثریت بے نمازی اور داڑھی منڈی ہے۔

صاحبزادے [illegible] والا شان! اگر آپ کو بہ ظاہر اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے چڑھ ہے تو ہم آپ کو مجبور نہیں کر سکتے [illegible] ارشاد ہے "من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب"

آپ ہی جیسے لوگوں کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بارگاہ غوثیت میں استغاثہ پیش فرمایا تھا۔

حسد سے ان کے سینے پاک کر دے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
غذائے دق یہی خون استخواں گوشت
یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث

صاحبزادہ والا شان! آپ نے جامعہ اشرفیہ میں تعلیم حاصل کی ہے، کم سے کم اس مدرسہ کا لحاظ و پاس کر کے اپنے مادر علمی کے دستور پر الگ سے چا اور غلط تنقید نہ فرماتے مجھے نہایت افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے۔

۱) [illegible] تجو نہ بچو دو عالم

۲) [illegible] عیسیٰ [illegible] جانب [illegible]

([illegible] ۱۹۹۹ء ص ۳۳، ۳۴)

(باب دوم)

تنقیدات

و

تعقبات

اہل سنت اور دیو بندیوں کے مابین

بنیادی اختلافات

علمائے اہل سنت اور علمائے دیو بند کے درمیان اختلاف کی بنیاد کیا ہے؟ یہ کوئی بہت دقیق بات نہیں جس پر کسی لمبی چوڑی بحث کی حاجت ہو مگر ادھر علمائے دیو بند کے نقیبوں نے عوام کو یہ یقین دلانا شروع کر دیا ہے کہ سنیوں اور دیو بندیوں کے مابین صرف چند فروعی مسائل میں اختلافات ہیں۔ مثلاً نیاز، فاتحہ، میلاد، قیام، عرس وغیرہ وغیرہ۔ اس لیے اس کی ضرورت ہوئی کہ اس بنیاد کو پھر سب کے سامنے پیش کر دیا جائے جو ہمارے اور علمائے دیو بند کے مابین ایسے سنگین اختلافات کی ہے جو کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا نقطہ اتحاد نکل سکتا ہے، جس پر صلح ہو سکے۔

اختلافات کی بنیاد علمائے دیو بند کی تین کتابوں کی عبارتیں ہیں، جن میں ضروریات دین اسلام کے قطعی یعنی مسلم الثبوت عقائد کا صریح انکار ہے۔ ان میں ایک کتاب "تحذیر الناس" ہے جو قاری طیب کے دادا مولوی قاسم نانوتوی کی تصنیف ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین بہ معنی آخر الانبیا ہونے کا بہت شد و مد، زور و شور کے ساتھ صاف صاف انکار ہے۔ جب کہ ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بہ معنی آخر الانبیا ہیں، اور یہ قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے، اور احادیث کریمہ اور ارشادات علماء سے بھی۔

آیت کریمہ: ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے معنی خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور تمام امت نے آخر الانبیا ہی سمجھا، اور بتایا، اور یہ سارے جہاں کے مسلمانوں میں ایسا معلوم و مشہور ہے کہ دین سے ذرا سی بھی واقفیت رکھنے والے کسی مسلمان

سے آپ دریافت کریں کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟ تو وہ بلا توقف فوراً کہہ دے گا، آخر الانبیاء۔ اس کے برخلاف مولوی قاسم نانوتوی کو اس سے شدید اختلاف ہے کہ آیت کریمہ میں "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی ہے۔

وہ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔

مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں "ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" فرمانا، اس صورت میں کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں! اگر اس وصف کو، اوصاف مدح میں سے نہ کہیے۔ اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔

مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب، نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد وقامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں، جن کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے؟ جو اس کو ذکر کیا، اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال، کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں، اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کرتے ہیں۔ باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا، اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوی کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے۔ البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور ایک کو استدراک قرار دیا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی، خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا، تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے، بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود

لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ (تحذیر الناس ص ۳،۴)

عربی فارسی کے نامانوس بھاری بھرکم الفاظ کے ساتھ سیدھی سادھی بات کو بھی مغلق بلکہ مہمل جملوں میں ادا کر کے کم پڑھے لکھے لوگوں پر دھونس جمانے کی مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کی خاص عادت ہے۔

ناظرین! اس عبارت کو پہلے خود بغور بار بار پڑھیں اگر سمجھ آجائے تو بہتر، ورنہ اس کی یہ مندرجہ ذیل تفہیم ملاحظہ کریں۔ نانوتوی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ:

آیت "ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین" میں "خاتم النبیین" کے یہ معنی مراد لینا یا سمجھنا کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد ہے۔ اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ عوام کا خیال ہے کسی بھی بات کو عوام کا خیال کہنے کا کیا مطلب ہوتا ہے، یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں، اسے ہر اردو داں جانتا ہے۔ کیا عوام کا خیال قرآن مجید کا معنی بن سکتا ہے، کیا عوام کا خیال اسلام جیسے دین برحق کا بنیادی عقیدہ بن سکتا ہے؟ یہ سب ناظرین کو طے کرنا ہے۔

پھر آگے فرمایا:

پہلے یا بعد میں آنے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، اس لیے اگر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی لیے جائیں تو تعریف و مدح کے موقع پر خاتم النبیین کہنا درست نہیں۔ ہاں اگر کوئی یہ تسلیم کرے کہ اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و تعریف نہیں، یہ مدح و تعریف کا موقع نہیں تو البتہ خاتم النبیین بہ معنی آخری نبی کہنا درست و صحیح ہوگا۔ نانوتوی صاحب کے اس لکھنے کا صاف واضح مطلب یہ ہوا کہ آخر الانبیا ہونا قابل مدح نہیں، قابل ستائش نہیں، اس لائق نہیں کہ اسے تعریف و ستائش کے موقع پر ذکر کیا جائے۔

آگے لکھا کہ:

چوں کہ آخر الانبیا ہونا تعریف کے موقع پر ذکر کرنے کے قابل نہیں، اس لیے کہ اس میں کچھ فضیلت و بزرگی نہیں۔ اب اگر خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا مراد لیں گے تو یہ تو ہم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ کو، بے معنی، بے ہودہ بات بھی فرما سکتا ہے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آخر الانبیا ہونا

بے ہودہ بات ہے۔

نانوتوی صاحب نے آگے اپنے مطلب کو اور واضح کر دیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

آخر، آخر الانبیا ہونے اور قد وقامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ ایسے اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے؟

ہر ذی فہم غور کرے، نانوتوی صاحب نے بالکل واضح غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ آخر الانبیا ہونے کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ آخر الانبیا ہونا انسان کے عام اوصاف قد وقامت شکل ورنگ، حسب ونسب کی طرح ہے جیسے ان میں کوئی فضیلت نہیں، اسی طرح آخر الانبیا ہونے میں بھی کچھ فضیلت نہیں۔

نانوتوی صاحب آگے بڑھے تو اپنی مراد آشکارا کر دیا، لکھتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر الانبیا کہو گے تو یہ احتمال نکل آئے گا کہ حضور کم رتبہ شخص تھے، اس لیے کمال والوں کے کمالات ذکر کرتے ہیں اور ایسے غیرے نتھو خیرے کے ایسے ہی احوال بیان کرتے ہیں جن میں کوئی کمال نہیں ہوتا، یہاں اقرار کر لیا کہ آخر الانبیا ہونا کمال نہیں، ایک بہت عام وصف ہے۔

نانوتوی صاحب اور آگے بڑھے تو بات مکمل کر دی:

خاتم النبیین کے معنی [illegible] تو خدا عزوجل کے کلام معجز نظام میں بے ربطی بے ارتباطی لازم آئے گی۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ سے کوئی [illegible] پہلے جو کہا تھا کہ اس میں بالذات [illegible] نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ آخر الانبیا ہونا قطعا کوئی فضیلت نہیں، نہ بالذات نہ بالعرض۔ اس لیے کہ جس طرح بالذات فضیلت میں مدح ہے، اسی طرح بالعرض فضیلت میں۔ دونوں مقام مدح میں ذکر کے قابل ہیں۔ خود نانوتوی صاحب نے اسی کتاب کے ص ۴ پر اور انبیائے کرام کی نبوت کو بالعرض مانا، جب کہ دوسرے انبیائے کرام کی نبوت کو قرآن مجید میں مقام مدح میں ذکر فرمایا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہی ہے کہ آخر الانبیا ہونے میں نہ بالذات

کچھ فضیلت ہے نہ بالعرض۔ اسی لیے آگے لکھا:

ایک کا دوسرے پر عطف درست نہ ہوگا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا استدراک صحیح نہ ہوگا۔

یہاں ایک ایسا مرحلہ ہے، جس سے گزرنا نانوتوی صاحب کو بھی مشکل نظر آیا۔ وہ یہ کہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی تکذیب اور رد کے لیے سب سے قوی، سب سے قوی سب سے قطعی دلیل یہی آیت ہے، اور یہ اسی وقت درست ہوگا جب کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء لیے جائیں تو سوال پیدا ہوا کہ جب آپ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء درست نہیں مانتے، آخر الانبیاء ہونا کوئی مدح و ستائش کے لائق اور باعث فضیلت نہیں جانتے تو جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنے کا سد باب کیسے ہوگا؟ تو مجبور ہو کر جو بات اب تک ذرا چھپا چھپا کر کہا تھا، آخر میں صاف صاف اگل دیا۔ لکھتے ہیں:

اگر جھوٹے مدعیان نبوت کا سد باب منظور تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقعے تھے۔

یعنی یہاں جھوٹے مدعیان نبوت کے سد باب کا موقع نہیں۔ اس لیے خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء نہیں۔

اب ہم تمام ناظرین سے [illegible] درخواست کریں گے کہ وہ تحذیر الناس کی اصل عبارت کے ساتھ ہماری توضیح کو پڑھ لیں۔ آپ خود فیصلہ کریں گے کہ جو میں نے توضیح کی ہے۔ وہی نانوتوی صاحب [illegible] کی طرح درست [illegible] خاتم النبیین کے [illegible] آخری نبی [illegible] النبیین کے معنی آخری نبی [illegible] کی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہ معنی مطابقی ہے، نہ تضمنی، نہ التزامی، نہ حقیقی، نہ مجازی۔

اس لیے کہ جب آخر الانبیاء ہونا مدح سے خالی ہے، یا مقام مدح میں ذکر کے لائق نہیں۔ اس میں اللہ عزوجل کی طرف بے ہودہ گوئی کا وہم ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقصان قدر کا احتمال ہے، یہ ان عام اوصاف کی طرح ہے، جن کو نبوت یا فضائل میں کچھ دخل نہیں تو کوئی بھی ہمیں سمجھائے کہ یہ سب باتیں معنی مطابقی کے ساتھ کیوں خاص

ہیں۔ اگر معنی التزامی مانیں تو کیوں یہ خرابیاں نہیں لازم آئیں گی۔ اور اگر معنی حقیقی مانیں تو کیوں لازم آتی ہیں، اور معنی مجازی مانیں تو کیوں نہیں لازم آتیں۔ اور اگر معاملہ برعکس ہے تو کیوں ہے؟ سو سال گزر گئے مگر کوئی صاحب اسے بتا نہ سکے اور نہ قیامت تک بتا سکیں گے؟

اس تحذیر الناس کی عبارت سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے:۔

☆ آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیا نہیں۔

☆ آخر الانبیا ہونا کوئی کمال نہیں۔ اس میں کوئی فضیلت نہیں، بالذات نہ بالعرض۔ یہ عام انسانی اوصاف قد وقامت، شکل ورنگ کی طرح ہے۔

☆ اور جب آخر الانبیا ہونا کوئی فضل وکمال نہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا بھی نہیں۔ ورنہ اللہ عزوجل کی طرف زیادہ گوئی، بے ہودہ گوئی کا وہم ہوگا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کم رتبہ ہونے کا احتمال۔

اب ہر مسلمان اپنے ایمان سے فتویٰ پوچھے کہ کیا یہ تینوں باتیں کفر نہیں؟ کیا ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر نہیں۔ جب کہ نانوتوی صاحب اپنے عقیدے کے مطابق یہ ثابت کر چکے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیا نہیں، اور حضور آخر الانبیا نہیں تو آگے بڑھتے ہیں اور خاتم النبیین کے ایک نئے معنی اپنے جی سے گڑھتے ہیں اور لکھتے ہیں:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ، موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف، موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف کسی غیر سے مکتسب ومستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجئے زمین وکہسار اور در ودیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔ یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے، اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

اس کا حاصل یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی نبی بالذات ہیں۔ خاتم النبیین کا یہ معنی بتا کر ص: ۱۴ر پر لکھتے ہیں:

غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا یعنی (نبی بالذات ہونا) تو آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا ختم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

پھر ص: ۲۵ر پر لکھا بعض نسخوں میں ص: ۲۸ر پر یہ عبارت ہے:

بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا، چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

اب ناظرین سلسلہ کلام اپنے ذہن میں قائم کریں۔ ان سب عبارتوں کا حاصل یہ ہوا کہ:

☆ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا نہیں بلکہ موصوف بوصف نبوت بالذات یعنی نبی بالذات کے ہیں۔

☆ اس لیے حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کوئی جدید نبی ہو جائے تو بھی آپ بدستور خاتم النبیین رہیں گے، بلکہ زمانہ نبوی کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کسی بھی درجے میں آخر الانبیا کے بھی ہوتے تو یقیناً بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی نبی کا ہونا ضرور بالضرور خاتمیت محمدی کے منافی ہوتا۔ اور اگر یہ شرعاً صحیح بلکہ ممکن مانا جائے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا باقی نہ رہے گا اور ضرور بالضرور خاتمیت محمدیہ میں فرق پڑے گا مگر چوں کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا ہونا کسی طرح درست نہیں نہ بطریق حقیقت نہ بہ طریق مجاز نہ بہ طریق عموم مجاز نہ بہ طریق التزام۔ اس لیے آپ کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد

کسی نبی کے پیدا ہونے سے بھی آپ بدستور خاتم رہیں گے، آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اب جب کہ تحذیر الناس کی عبارت آپ کے ذہن نشیں ہوگئی اور واضح ہوگیا کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا نہیں۔ صرف موصوف بوصف نبوت بالذات ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی نبی کا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی نہیں، تو اب نانوتوی صاحب کے تمام پرستاروں سے سوال ہے کہ پھر دیوبندیوں کے نزدیک، مرزا غلام احمد قادیانی کا کیا جرم ہے؟ اس کے رہنما نانوتوی صاحب ہی ہیں، مگر جرم ہے اور سب سے سنگین جرم۔ اسکیم دیوبندیوں کی تھی اور چلایا قادیانی نے، اسکیم کا سرقہ معمولی نہیں کہ اسے برداشت کرلیا جائے اور سارق کو معاف کردیا جائے۔ یہ تو نانوتوی صاحب کی تحقیق تھی۔ اب آیئے امت کا اجماعی عقیدہ سنئے:

شفا قاضی عیاض اور اس کی شرح ملا علی قاری میں ہے:

فهؤلاء الطوائف كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اخبر عن نفسه انه خاتم النبيين لا نبي بعده واخبر عن الله تعالىٰ انه خاتم النبيين واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره لعدم صارف عنه وان المفهوم المراد به هو المقصود منه دون تاويل في ظاهره ولا تخصيص في عمومه فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا بلا شبهة اجماعا بلا مخالفة وسمعنا من الكتاب والسنة ما يدل على كفرهم بلا مرية. (شرح شفا قاضی عیاض للملا علی القاری ج ۲ / ص ۵۲۰ فصل في بيان ماهو من المقالات كفر)

ترجمہ: یہ سب کے سب کافر ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ خاتم النبیین ہیں۔ اور امت کا اس پر اجماع ہے۔ لفظ خاتم النبیین اپنے ظاہر معنی پر محمول ہے۔ اس کی جو مراد ظاہر ہے وہی مقصود ہے، جس میں نہ

کوئی تاویل ہے کہ خاتم سے مراد خاتمیت ذاتی مراد لیں اور نہ تخصیص اس لیے ان سب کے کفر میں ذرہ برابر شک نہیں، یہ قطعاً یقیناً بالا جماع کافر ہیں۔ ان کا کافر ہونا بلا کسی شک کے کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی ''کتاب الاقتصاد'' میں لکھتے ہیں:

ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه فهم عدم نبی بعده ابدا عدم رسول الله بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره .

ترجمہ: تمام امت نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ وہ بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا، کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص ہے، جو اس میں تاویل کر کے کوئی تخصیص پیدا کرے، تو اس کا کلام بکواس کی قسم سے۔ اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں۔

الاشباہ والنظائر، پھر عالم گیری میں ہے:

اذا لم يعرف ان محمدا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات .

ترجمہ: اگر یہ نہ جانے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیا ہیں تو مسلمان نہیں، اس لیے کہ یہ ضروریات سے ہے۔

ہم نے نانوتوی صاحب کا عقیدہ اور پوری امت کا عقیدہ ناظرین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ فیصلہ ناظرین کو کرنا ہے کہ وہ پوری امت کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں کہ نانوتوی صاحب کے ساتھ۔

اس تحذیر الناس کی عبارت کی صفائی میں مولوی قاسم صاحب کے حامیوں نے اب تک جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے کہ نانوتوی صاحب اس کا انکار نہیں کر رہے ہیں کہ:

خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا ہے بلکہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی صرف آخر الانبیا کے نہیں، بلکہ آخر الانبیا کے ساتھ ساتھ نبی بالذات کے بھی ہیں۔

اولاً: اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ طالبان انصاف ایک بار پھر تحذیر الناس کی عبارت پڑھ لیں۔ اس میں کہیں "صرف یا محض" یا حصر کا کوئی لفظ ہے؟

اگر ہے تو اس کی نشان دہی کریں۔ اگر نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہوتا کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا کے نہیں، نبی بالذات کے بھی ہیں تو ان کی عبارت یہ ہوتی۔

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا صرف بایں معنی (اس معنی کر) ہے کہ آپ زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔

مگر تحذیر الناس میں نہ صرف ہے نہ محض ہے، نہ حصر پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ وہ مطلق اس سے انکار کر رہے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا ہے وہ یہی بتانا چاہتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا کسی طرح بن ہی نہیں سکتے جیسا کہ ہم اوپر تفصیل سے بتا آئے۔ اور ناظرین چاہیں تو خود غور کر کے تسلی کر لیں۔

ثانیاً: یہاں تو حصر کا کوئی لفظ نہیں۔ البتہ اس کے بالمقابل خاتم النبیین کے جو معنی نانوتوی صاحب نے گڑھے ہیں وہاں حصر کا لفظ موجود ہے، لکھتے ہیں:

سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔

ہر اردو داں جانتا ہے کہ "اسی طرح" کا لفظ حصر کے لیے آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی صرف نبی بالذات کے ہیں اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی نہیں تو ثابت کہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا قطعاً نہیں مانتے۔ صرف نبی بالذات کے مانتے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا بھی مانتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ نبی بالذات کے بھی۔ یہ نانوتوی صاحب کا رد کرتا ہے۔

ثالثاً: نانوتوی صاحب نے آخر الانبیا مراد لینے میں اپنے زور بیان سے جو خرابیاں ذکر کی ہیں۔ کوئی صاحب مہربانی کر کے مجھے بتا دیں کہ اگر خاتم النبیین کے معنی صرف آخر الانبیا نہیں جب تو یہ خرابیاں لازم آتی ہیں، اور اگر آخر الانبیا ہونے کے ساتھ نبی

بالذات ہونے کو مانیں تو کیوں یہ خرابیاں نہیں لازم آئیں گی؟ مثلاً انہوں نے کہا کہ یہ عوام کا خیال ہے کوئی صاحب بتائیں کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیا کے ساتھ ساتھ خاتم بالذات نبی بالذات خواص میں سے کس کس کا خیال ہے، کس کس محقق کی تحقیق ہے، احادیث سے ثابت ہے، کہ اقوال صحابہ سے، کہ اقوال تابعین سے، کہ اقوال مجتہدین سے، کہ اقوال محدثین سے، کس سے ثابت ہے؟ کس نے یہ لکھا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا کے ساتھ ساتھ نبی بالذات بھی ہیں، اور ہم نا قیامت کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ قیامت تک کوئی بھی مولوی قاسم کا حامی اس کو بتا نہیں سکتا۔

رابعاً: نانوتوی صاحب نے لکھا باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا۔ اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے۔ جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے، پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں کیا تناسب تھا جو ایک دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور ایک کو استدراک قرار دیا، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں، اگر سد باب مذکور منظور تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے۔ یعنی چوں کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے یہ ضروری تھا کہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ اس لیے خاتم النبیین فرمایا وہ اسی وقت ہوتا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا لیا جائے اس معنی کے اعتبار سے نبوت کا دروازہ بند ہو سکتا ہے لیکن نانوتوی صاحب نے یہ کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اس کا یہ موقع نہیں۔ یعنی اس آیت سے دروازہ نبوت بند نہیں ہوا، اب کوئی صاحب بتائیں کہ اگر نانوتوی صاحب کی مراد یہ تھی کہ خاتم النبیین کا معنی نبی بالذات ہونے کے ساتھ ساتھ آخر الانبیا کے بھی ہیں تو اس سے دروازہ نبوت کیوں نہیں بند ہوگا اور کیوں یہ اس کا موقع نہیں۔

بندہ نواز بات بالکل واضح ہے کہ اگر اس آیت میں خاتم النبیین کے معنی بالذات کے ساتھ ساتھ آخر الانبیا کے بھی مانیں تو بلاشبہ دروازہ نبوت اس آیت سے بند ہو جائے گا، اور جھوٹے مدعیان نبوت کا سد باب بلاشبہ ہوگا، مگر نانوتوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ اس

کا موقع نہیں۔ یعنی اس آیت سے مدعیان نبوت کا سد باب نہیں ہوا، تو ثابت کہ وہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیا نہیں مانتے، رہ گیا ان کا اس کے متصل ہی یہ کہنا" بلکہ بنائے خاتمیت کسی اور بات پر ہے، جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور خود بخود لازم آتا ہے" ان کے حامیوں کو قطعاً مفید نہیں۔ اس لیے کہ آگے چل کر ہم یہ بات ثابت کریں گے کہ نانوتوی صاحب نے بنائے خاتمیت ختم ذاتی پر رکھی ہے۔ یعنی یہ کہ موصوف بوصف نبوت بالذات اس کو تاخر زمانی اور سد باب مذکور کسی طرح لازم ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ دونوں میں تنافی ہے۔ دونوں کسی طرح اکٹھے نہیں ہو سکتے، جو موصوف بالذات ہوگا وہ سب سے اول ہونا لازم، اور اول و آخر میں تنافی ہے وہ اس وصف میں آخر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خاتم النبیین کا معنی موصوف بوصف نبوت بالذات مان کر اس کے لیے آخر الانبیا ہونا لازم ماننا بالکل ایسے ہی ہے جیسے صبح کے لیے شام اور شام کے لیے صبح لازم ماننا۔

نانوتوی صاحب کے حامیوں نے برسہا برس غور وخوض کر کے خاتم النبیین سے ختم ذاتی اور زمانی دونوں مراد لینے کی چار صورتیں نکالی ہیں، اور اسے نانوتوی صاحب کے سر منڈھ دیا۔

ایک: یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنوی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنوی سے اس کے متعدد افراد لیے جاتے ہیں اسی طرح یہاں آیت کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ ایک کو معنی حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیت کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے معنی مراد لے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں۔

تیسری صورت: قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چوں کہ اس کے لیے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے خاتمیت زمانی لازم ہے لہذا اس صورت میں بھی خاتمیت زمانی پر آیت کریمہ کی دلالت بطور التزامی ہوگی۔

ان تینوں صورتوں کو لکھنے کے بعد تحذیر الناس کے ص: ۹، پر نانوتوی صاحب نے

جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے وہ یہ کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم ذاتی اور زمانی اس کی دو نوعیں قرار دی جائیں اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں۔ اس پر ہماری یہ گزارشات ہیں:

اولاً: ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ نانوتوی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں خاتم النبیین سے ختم ذاتی اور زمانی دونوں مراد ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ص:۱۴ر کی عبارت کا کیا مطلب ہوگا؟ بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ نیز اس عبارت کا کیا مفاد جو ص:۲۸ر پر ہے۔

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو گا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"۔

ان عبارتوں کا صاف صاف دو اور دو چار کی طرح یہ مطلب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں خواہ اس زمین میں خواہ اس زمین کے دوسرے طبقات میں اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے بلکہ اگر آپ کے زمانے کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ آپ بدستور خاتم رہیں گے۔

اگر نانوتوی صاحب کے حامیوں کی یہ بات درست ہوتی کہ نانوتوی صاحب آیت کریمہ میں خاتم النبیین سے خاتم ذاتی اور زمانی دونوں مراد لیے ہیں تو بلاشبہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتا تو آپ کا خاتم ہونا باقی نہیں رہتا۔ یقیناً خاتمیت محمدی باطل ہو جاتی۔ نانوتوی صاحب کی یہ ص:۱۴ر اور ص:۲۸ر کی دونوں عبارتیں بہت ٹھوس اور مضبوط دلیلیں ہیں کہ اس آیت کریمہ میں خاتم سے صرف خاتم ذاتی مراد لے رہے ہیں کسی بھی طرح کسی بھی درجہ میں آیت کریمہ سے خاتم زمانی مراد نہیں لیتے ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ نانوتوی صاحب کا کوئی اعتبار نہیں وہ کبھی ایک بات کہتے ہیں، پھر چند صفحہ بعد اسے رد کر دیتے ہیں۔

یہ کہنا کہ یہ تفریع صرف ختم ذاتی پر ہے، ہمارے الزام کو تسلیم کر لینا ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ نانوتوی صاحب آیت کریمہ میں خاتم کے معنی صرف خاتم بالذات مانتے ہیں خاتم بالزمان نہیں مانتے۔

ثانیاً: یہ کہنا کہ نانوتوی صاحب خاتم سے ذاتی اور زمانی دونوں مراد لیتے ہیں، نانوتوی صاحب کی ساری محنت اکارت کرتی ہے۔ تحذیر الناس انہوں نے یہ ثابت کرنے کے لیے لکھی ہے کہ زمین کے دوسرے طبقات میں ایسے انبیا عہد مبارک میں بھی تھے جو حضور کی طرح ہیں، اس پر اعتراض پڑا کہ یہ آیت کریمہ خاتم النبیین کے منافی ہے۔ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں یہی بتایا ہے کہ زمین کے طبقات زیریں میں حضور کے زمانے میں اور انبیا کا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیا نہیں، نبی بالذات کے ہیں۔ یعنی دوسرے انبیا کی نبوت حضور کا فیض ہے، مگر حضور کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں آپ نبی بالذات ہیں، اس لیے زمین کے نچلے طبقات میں چھ ہی نہیں چھ لاکھ نبی رہا کریں، حضور کی خاتمیت پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔

اور آپ نے جب خاتم ذاتی کے ساتھ ساتھ خاتم زمانی بھی مانا تو بتایئے پھر زمین کے طبقات زیریں میں اور انبیا کا ہونا کیسے ممکن ہوا اور پھر نانوتوی صاحب کی توجیہ کا کیا حاصل رہا۔

ثالثاً: نانوتوی صاحب کے حامی کا یہ کہنا ہے کہ ان تینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد تحذیر الناس کے ص ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو خود اپنا مختار بتایا ہے وہ یہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے پہلے کی تین توجیہیں نانوتوی صاحب کی ایجاد کردہ نہیں بلکہ اور کسی صاحب نے کی ہیں، یا اور بہت سے صاحبوں کی ہیں۔ کوئی صاحب بلکہ یہی حامی صاحب ذرا کرم کر کے بتا دیں کہ وہ پہلے والی تینوں توجیہیں کن صاحبوں کی ہیں یا کن صاحب کی ہیں، ناظرین اطمینان رکھیں، قیامت تک کوئی بھی نہیں بتا سکتا ہے کہ سوائے نانوتوی صاحب کے کسی اور نے یہ مہمل توجیہیں کی ہیں۔

رابعاً: خاتم النبیین سے خاتمیت ذاتی کے ساتھ خاتمیت زمانی بھی مراد لینے کے

لیے کتنے پہلو بدلنے پڑ رہے ہیں، وہ اسی سے ظاہر ہے کہ کبھی کہتے ہیں مشترک معنوی ہے، کبھی کہتے ہیں عموم مجاز ہے، کبھی کہتے ہیں خاتمیت ذاتی کو خاتمیت زمانی لازم ہے، کبھی کہتے ہیں کہ خاتم جنس ہے، اور ذاتی اور زمانی اس کی دو نوعیں ہیں جو بیک وقت مراد ہیں۔ یہ ایک کے بعد دوسرا، دوسرے کے بعد تیسرا اور تیسرے کے بعد چوتھا پہلو بدلنا کا ہے کی نشان دہی کر رہا ہے؟ ناظرین اسے سوچیں۔ حال یہ ہے کہ پہلو پر پہلو بدل رہے ہیں مگر چول کسی طرح نہیں بیٹھتی، بالکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نادان تیر پر تیر چلا رہا ہے مگر شومی قسمت نشانے پر ایک بھی نہ لگا۔ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ضمیر کی ملامت انہیں بے چین کیے ہوئے ہے۔

بات یہ ہے کہ ابتدا میں خاتمیت زمانی کا پورے شد و مد کے ساتھ انکار کیا، پھر بڑی دھوم دھام سے خاتمیت ذاتی کا اثبات کیا، اب خیال آیا کہ مسلمان اسے پڑھیں گے تو کیا کہیں گے۔ تو ضمیر کی آواز سے مضطرب ہو کر کبھی کچھ کبھی کچھ کہتے جا رہے ہیں کہ ختم ذاتی کے ساتھ زمانی یوں بھی بن سکتی اور حال یہ ہے کہ کسی طرح نہیں بن پاتی۔

خامساً: یہاں مشترک معنوی کسی طرح نہیں بن سکتا ہے۔ اس لیے کہ مشترک معنوی اسے کہتے ہیں کہ لفظ کسی ایسے معنی کلی کے لیے وضع کیا گیا جس کے متعدد افراد ہوں اور مراد وہ سب افراد ہوں، یا ان میں سے چند جیسا کہ حامی صاحب نے خود کہا یہاں خاتم کے کوئی ایسے معنی کلی کسی طرح بن ہی نہیں سکتے، جس کا ایک فرد ختم ذاتی ہو، دوسرا ختم زمانی۔ اگر ہے تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ دیوبندی صاحبان بتائیں، وہ معنی کلی کیا ہے، پھر اللہ عزیز قہار کی بطش شدید کا نظارہ کریں۔

سادساً: مشترک معنوی میں چند افراد اسی وقت مراد ہوں گے جب ان میں تنافی نہ ہو اور یہاں ختم ذاتی اور ختم زمانی میں تنافی ہے جیسا کہ ابھی تفصیل آ رہی ہے۔

سابعاً: اسی طرح یہاں بطور عموم مجاز بھی دونوں مراد نہیں ہو سکتے۔ اس لیے کہ عموم مجاز کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس لفظ کا کوئی ایسا معنی موضوع ہو جس کا کوئی ایسا معنی مجازی ہو، جس کا ایک فرد معنی حقیقی بھی ہو، اور معنی مجازی بھی یہاں خاتم کے جو بھی آپ معنی حقیقی

جائیں اس کا کوئی ایسا معنی مجازی نہیں بن سکتا جس کا ایک فرد خاتم بالذات ہو اور دوسرا خاتم بالزمان، جس میں ایک فرد معنی حقیقی بھی اور دوسرا فرد معنی مجازی۔

ثامنا: یہ بھی کسی طرح نہیں بن سکتا کہ خاتم کے معنی بالذات ہو، اور خاتم بالزمان اسے لازم ہو اور خاتم بالذات پر دلالت مطابقی ہو اور خاتم بالزمان پر التزامی۔ یہ اس لیے کہ دلالت مطابقی اسے کہتے ہیں کہ لفظ اپنے پورے موضوع لہ پر اس حیثیت سے دلالت کرے کہ وہ اس کا پورا معنی موضوع لہ ہے۔ اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وضع کی چار قسمیں ہیں۔ وضع لغوی، وضع شرعی، وضع اصطلاحی، وضع عرفی۔ آپ بتائیں کہ خاتم کے معنی خاتم بالذات باعتبار لغت موضوع ہے یا باعتبار شرع یا باعتبار عرف اگر باعتبار لغت ہے تو لغت کی کتابوں سے حوالہ دے کر بتائیں کہ فلاں فلاں لغت کی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ خاتم کے معنی خاتم بالذات ہیں، اور اگر باعتبار وضع شرعی ہے تو بتائیں کہ شریعت میں فلاں فلاں جگہ خاتم، خاتم بالذات کے معنی میں آیا ہے اور اگر باعتبار اصطلاح ہے تو جس کی بھی اصطلاح ہو اس اصطلاح والوں کی سند پیش کریں۔ نیز یہ بھی ثابت کیجئے کہ قرآن مجید اسی اصطلاح کے مطابق نازل ہوا ہے۔ اور اگر باعتبار عرف ہے تو جس کا عرف ہو، اس سے سند لائیے۔ پھر یہ بھی ثابت کیجئے کہ قرآن اسی عرف کے مطابق نازل ہوا ہے۔ مہربان! اگر قرآن مجید نانوتوی صاحب کی تصنیف ہوتی تو وہ اپنے جی سے جو چاہتے معنی بنا لیتے۔ یہ رب العالمین کا کلام ہے، اس میں نانوتہ اور دیو بند کا عرف اور ان کی اصطلاح خاص نہیں چلے گی۔

تاسعا: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ سے اگر معنی مطابقی مراد لیے جائیں تو یہ معنی حقیقی میں استعمال ہوا، اور اگر اس کے معنی التزامی مراد لیں تو معنی مجازی میں۔ اگر بالفرض خاتم بالذات کو خاتم بالزمان لازم ہوتا تو آپ کی اس توجیہ پر یہ خرابی لازم آئے گی کہ اگر خاتم سے دونوں مراد لیں گے تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئے گا۔ اور یہ درست نہیں۔ لامحالہ اس کے صرف یا تو حقیقی معنی مراد لیں گے یا صرف مجازی۔ اور جب معنی مجازی یعنی خاتم بالزمان کا انکار کرتے ہیں تو ثابت کہ صرف خاتم بالذات مراد ہو، اس لیے ہمارا الزام نانوتوی صاحب پر اپنی جگہ برقرار کہ وہ خاتم النبیین کے معنی صرف خاتم بالذات مراد لیتے ہیں۔ اور اس کے

بالکلیہ منکر ہیں کہ اس سے خاتم بالزمان یعنی آخر الانبیا مراد ہو۔ آپ کو دلالت سے دھوکا ہوا۔ دلالت شئ دیگر ہے اور مراد لینا شئ دیگر۔ لفظ عین کی دلالت اڑتالیس معنی پر ہوتی ہے کیا یہ سب بیک وقت مراد ہوتے ہیں۔

عاشراً: دلالت التزام کی صحت کے لیے لزوم شرط ہے۔ ذرا آپ ہی بتادیں کہ خاتم بالذات کو خاتم بالزمان کیسے لازم ہے۔ آپ نے دعویٰ تو کر دیا کہ دلائل نقلیہ وعقلیہ سے لزوم ثابت ہے مگر ایک بھی نہ عقلی دلیل پیش کی، اور نہ نقلی۔ اور نانوتوی صاحب نے جو طول طویل تقریر کی ہے اس کو مدعا سے کوئی علاقہ نہیں۔

حادی عشر: خاتم بالذات اور خاتم بالزمان میں لزوم تو بڑی بات ہے، کھلی ہوئی تنافی ہے اس لیے کہ خاتم کے معنی نانوتوی صاحب نے موصوف بوصف نبوت بالذات بتایا ہے، جس کی تشریح یہ کی ہے:

آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے، پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔

ظاہر ہے کہ جب سارے انبیا کی نبوت آپ کا فیض ہے اور آپ کی نبوت کسی کا فیض نہیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجود میں بھی سب انبیا سے مقدم ہوں گے۔ اور نبوت کے ساتھ متصف ہونے میں بھی تو اسے لازم کہ آپ سارے انبیا کی بہ نسبت وجود میں بھی اول ہوں اور نبی ہونے میں بھی اول ہوں تو اس سے ثابت کہ خاتم بالذات کے لیے اول ہونا بلکہ اول الانبیا ہونا لازم اور ہر بچہ جانتا ہے کہ اول اور آخر میں تنافی ہے۔ کوئی اول آخر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خاتم بالذات کے لیے آخر الانبیا ہونے کو لازم قرار دینا باطل اور اسی سے بقیہ اور تین توجیہیں بھی باطل ہو گئیں، اس لیے کہ جب خاتم بالذات اور آخر الانبیا میں تنافی ہے، تو یہ دونوں معانی بیک وقت کبھی بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ ورنہ اجتماع متنافیین لازم آئے گا۔ اور ان تینوں توجیہات کا مفاد بھی ہے کہ دونوں بیک وقت مراد ہیں۔

ثانی عشر: چوتھی توجیہ جو بقول حامی صاحب نانوتوی صاحب کی مختار ہے، بدیہۃً باطل ہے۔ اس لیے کہ جنس کی انواع آپس میں بھورِ قسم کے متبائن ہوتی ہیں۔ ایک نوع

دوسری نوع پر کبھی بھی صادق نہیں آسکتی۔ مثلاً حیوان جنس ہے، انسان اور فرس اس کی نوعیں ہیں، انسان اور فرس میں تباین کی نسبت ہے، کوئی فرس انسان نہیں ہوسکتا اور کوئی انسان فرس نہیں ہوسکتا، الختام کو جنس مان کر ختم ذاتی اور ختم زمانی کو اس کی نوع مانیں تو لامحالہ ان میں تباین ہوگا۔ ایک کا صدق دوسرے پر محال ہوگا، اس لیے بیک وقت دونوں کا مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔ اگر ختم ذاتی مراد لیں گے تو ختم زمانی مراد لینا محال ہوگا اور اگر ختم زمانی مراد لیں گے تو ختم ذاتی مراد لینا محال ہوگا، چوں کہ نانوتوی صاحب ختم ذاتی ضرور مراد لیتے ہیں، لہٰذا ثابت کہ وہ ختم زمانی نہیں مراد لے سکتے، اور وہ ختم زمانی کے منکر ہیں۔

ثالث عشر: یہاں ایک خاص بات ذہن نشیں رکھنی ضروری ہے کہ مشترک معنوی ہو یا عموم مجاز یا مطابقت والتزام یا جنس یا نوع۔ جو بھی توجیہ کوئی صاحب صحیح مانیں، ان سے یہ گزارش ہے کہ یہاں صرف اس نکتہ آفرینی سے کام نہیں چلے گا کہ خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات کے ساتھ ساتھ خاتم بالزمان کے بھی ہیں۔

حامی صاحب کا مقصد اس وقت پورا ہوگا کہ جب وہ یہ ثابت کردیں کہ خاتم النبیین کا مصداق بیک وقت خاتم بالذات اور خاتم بالزمان دونوں ہوسکتے ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ خواہ آپ خاتم مشترک معنوی مانیں، خواہ عموم مجاز کا قول کریں، خواہ اسے جنس مانیں کسی بھی تقدیر پر بیک وقت خاتم النبیین کے مصداق خاتم بالذات اور خاتم بالزمان دونوں کسی صورت میں نہیں ہوسکتے یہ محال ہے کہ الختام کو مشترک معنوی یا بطور عموم مجاز یا جنس مان کر بیک وقت اس کا مصداق خاتم بالذات اور خاتم بالزمان کو ٹھہرا سکیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشترک معنوی اسے کہتے ہیں کہ کوئی لفظ کسی معنی کلی کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ ایسا لفظ اس معنی کلی کے تمام افراد میں مشترک معنوی کہلاتا ہے۔ جیسے آیت کریمہ: "ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر" میں سجدہ کے معنی تذلل وانقیاد ہے۔ اس کے افراد تذلل وانقیاد اختیاری وغیر اختیاری دونوں ہیں۔ ان دونوں معنوں میں سجود مشترک معنوی ہے۔

ظاہر ہے کہ کلی کے افراد آپس میں متبائن ہوتے ہیں، جیسے انسان کے افراد زید، عمرو،

بکر ہیں۔ یہ اجلی بدہیات سے ہے۔ کہ زید سے مراد عمرو نہیں ہوسکتا اور عمرو سے مراد زید نہیں ہوسکتا، تو اگر خاتم کو خاتم بالذات اور خاتم بالزمان میں مشترک معنوی مانیں تو یہ دونوں خاتم کے افراد ہوں گے اور آپس میں متبائن ہوں گے۔ اس لیے خاتم بالذات کے مصداق کا خاتم بالزمان ہونا اور خاتم بالزمان کے مصداق کا خاتم بالذات ہونا محال ہوگا۔

اسی کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے انسان بول کر زید مراد لیں گے تو اس اطلاق میں عمرو مراد نہیں ہوسکتا، اور جب عمرو مراد لیں گے تو زید مراد نہیں ہوسکتا۔ مثلاً آپ نے کہا: ایک انسان آیا، اگر آپ کی مراد یہاں زید ہے، تو عمرو مراد نہیں ہوسکتا، اور اگر آپ کی مراد عمرو ہے تو زید مراد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح آیت کریمہ میں اگر آپ خاتم کے معنی خاتم بالذات لیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم بالذات ہیں، خاتم بالزمان کا مراد لینا محال ہوگا، اور چوں کہ نانوتوی صاحب خاتم بالذات مراد لے رہے ہیں، اس لیے ثابت کہ وہ اس آیت سے خاتم بالزمان مراد نہیں لیتے، ورنہ "اجتماع متنافیین فی شئ واحد من جهة واحدة" لازم آئے گا۔

یہی حال جنس اور نوع کا بھی ہے۔ جب کبھی جنس بول کر کوئی نوع مراد ہوگی۔ اس اطلاق میں دوسری نوع مراد نہیں ہوسکتی۔ جیسے کسی نے کہا: ایک حیوان چر رہا ہے، اگر اس کی مراد گھوڑا ہے تو اس اطلاق میں گدھا مراد نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس کی مراد گدھا ہے تو گھوڑا مراد لینا محال ہے۔ رہ گیا عموم مجاز تو اس کا بھی یہی حال ہے۔ اس لیے کہ عموم مجاز کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی لفظ سے ایک ایسا معنی مجازی مراد لیا جائے جو کلی ہو، جس کا ایک فرد معنی حقیقی ہو اور ایک فرد معنی مجازی ہو۔ جیسے کسی نے قسم کھائی: "لایشرب من الفرات" شرب کے معنی ہیں کسی برتن یا ہاتھ کی وساطت کے بغیر براہ راست منھ سے پانی پینا۔ قرآن کریم میں ہے:

"فمن شرب منه فليس منى الا من اغترف غرفة بيده".

یہاں بطور عموم مجاز صرف پینا مراد لیں گے اور گلاس سے بھی پینا پینا ہے۔ اب اگر آپ کسی جگہ گلاس سے پینا مراد لیں گے تو وہاں منھ سے پینا مراد نہ ہوگا اور جہاں منھ سے پینا مراد لیں گے وہاں گلاس سے پینا مراد نہیں ہوسکے گا۔ اب پھر وہی بات لوٹ آئی جب

نانوتوی صاحب نے خاتم سے مراد خاتم بالذات لے لیا، تو خاتم بالزمان مراد نہیں لے سکتے۔ اس لیے ثابت کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم بالزمان نہیں مانتے۔ رہ گیا مطابقت اور التزام کا معاملہ تو ہم بتا آئے کہ ایک لفظ کی دلالت معنی مطابقی اور التزامی بلکہ تضمنی تینوں پر ہوسکتی ہے۔ مگر معنی مطابقی اور تضمنی اور التزامی تینوں بیک وقت مراد نہیں ہوسکتے۔ اس لیے کہ کسی لفظ کی دلالت معنی مطابقی پر حقیقت ہے اور تضمنی والتزامی پر مجاز تو اگر کسی لفظ سے معنی مطابقی اور التزامی بیک وقت مراد ہوں گے تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم آئے گا۔

رابع عشر: یہ ساری گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ خاتم النبیین کا معنی خاتم بالذات اور نبی بالذات نانوتہ اور دیو بند کے بند کمرے کے علاوہ دنیا کی کسی لغت یا اصطلاح یا کسی عرف میں ہوں، اب ہم بحث کے اختتام پر ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ خاتم النبیین کا معنی دنیا کی کسی لغت، کسی اصطلاح، کسی عرف میں خاتم بالذات یا نبی بالذات نہیں اور جو اس کا دعویٰ کرے وہ ثبوت لائے کہ فلاں لغت، فلاں اصطلاح، فلاں عرف میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات کے ہیں۔

ناظرین اطمینان رکھیں، قیامت تک کوئی بھی دنیا کی کسی لغت، کسی اصطلاح، کسی عرف میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات کے نہیں دکھا سکتا۔ دکھائے کیسے؟ معنی تو خود نانوتوی صاحب کے تراشیدہ ہیں۔ وہ خود لکھ چکے ہیں:

اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہیں پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا۔ اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی سی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔

گاہ باشد کہ کودک ناداں
بہ غلط بر ہدف زند تیرے

ہاں! بعد وضوح حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی، اور وہ اگلے کہہ گئے، میری نہ مانیں وہی اگلی گائے جائیں تو قطع نظر اس کے کہ قانون محبت نبوی سے یہ بات

بہت بعید ہے۔ ویسے بھی اپنی عقل وفہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے۔ (تحذیر الناس، ص ۳۴)

اس عبارت نے نانوتوی صاحب کے بعض حامیوں کے اس ادعا کو بھی ختم کردیا کہ خاتم النبیین کا معنی خاتم بالذات بھی مراد لینا بعض محققین کا مذہب ہے، اس عبارت نے ثابت کردیا کہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے جو معنی بتائے ہیں، اس کی طرف ان کے زمانے تک کسی کی فہم نہیں پہنچی تھی، یا بقول ان کے کسی کا فہم نہیں پہنچا تھا۔ اس طرف خالص ان کا فہم پہنچا تھا، اور انہوں نے اپنے فہم سے اسے تراشا ہے۔ اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اگلے لوگ کچھ اور کہہ گئے تھے، اگلی بات کچھ اور تھی، نانوتوی صاحب کی بات کچھ اور ہے۔ دونوں دو باتیں ہیں، اس کا اعتراف نانوتوی صاحب کو بھی ہے، تو ثابت ہوگیا کہ نانوتوی صاحب نے اگلے بڑوں کی تحقیق کے خلاف اپنی نئی تحقیق پیش کی ہے، ان کی تحقیق اگلوں کی تحقیق کے بالمقابل اور مزاحم ہے۔

اب ہم نانوتوی صاحب کے حامیوں سے پوچھتے ہیں کہ جو خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات دنیا کی کسی لغت، کسی اصطلاح، کسی عرف میں نہیں، اور نانوتوی صاحب سے پہلے کسی کی فہم اس طرف نہیں پہنچی، تو کسی کا قول بھی نہیں ہوا۔ تو سوال یہ ہوا کہ قرآن مجید کے کسی لفظ کے ایسا معنی بتانا، جو نہ دنیا کی کسی لغت میں ہے، اور نہ دنیا کی کسی اصطلاح میں، نہ دنیا میں کسی کا عرف، اور نہ تیرہ سو برس تک کسی مسلمان نے بتایا تو کیا یہ تفسیر بالرائے نہیں، کیا یہ کفر نہیں؟ خصوصا ایسی صورت میں جب کہ اس قرآنی لفظ کا ایک معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ مفسرین، ائمہ مجتہدین ہی نہیں پوری امت سے متواتر متوارث چلا آرہا ہے، اور وہ بھی معنی ایسا شائع وذائع ہے کہ خواص وعوام تک اس لفظ کا وہی معنی جانتے ہیں، اس معنی کے خلاف اس قرآنی لفظ کا کوئی دوسرا معنی کفر ہے، یا نہیں، دین کی بنیاد ڈھاتا ہے یا نہیں۔

جب خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات، نبی بالذات نہ شرع میں وارد ہے، شرع میں کیا وارد ہوتا، معنی شرعی کے مزاحم ومنافی ہے، نہ کسی لغت میں ہے، نہ کسی اصطلاح میں ہے، نہ کسی عرف میں اور اگر ہو بھی تو ہمیں پوری دنیا کی لغت اصطلاح اور عرف سے کیا

غرض۔ قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا، اس زبان میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات یا نبی بالذات نہ حقیقت لغوی ہوا، نہ شرعی، نہ اصطلاحی نہ عرفی تو لامحالہ معنی مجازی ہوا، اور معنی مجازی معنی حقیقی کی فرع ہے۔

تو اب نانوتوی صاحب کے تمام حامی بتائیں کہ خاتم النبیین کا وہ کونسا معنی حقیقی ہے جس کے معنی مجازی خاتم بالذات یا نبی بالذات کے ہیں، قطع نظر اس کے کہ یہ نانوتوی صاحب کی اپنی تحقیق کے خلاف ہے۔

یہاں بھی ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ نانوتوی صاحب کے کوئی حامی خاتم النبیین کا کوئی ایسا معنی حقیقی نہیں بتا سکتے جس کے معنی مجازی خاتم بالذات یا نبی بالذات ہوں۔

اگر ہماری اس عرض کے بعد کسی کو ہوش آ بھی جائے اور یہ کہہ دے کہ خاتم النبیین کے معنی حقیقی آخر الانبیا کے ہیں، جس کا معنی مجازی خاتم بالذات اور نبی بالذات ہے اور بقول نانوتوی صاحب کے حامیوں کے نانوتوی صاحب کی آیت کریمہ میں خاتم بالذات بھی مراد ہے، اور خاتم بالزمان بھی، تو یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہوا، جو باطل ہے۔

یہ خود نانوتوی صاحب کی تحقیق انیق کے خلاف ہے۔ وہ تو خاتم بالذات کو خاتم بالزمان لازم مانتے ہیں، اور سب جانتے ہیں کہ معنی لازم مجازی ہوتا ہے۔

معنی حقیقی اور معنی مجازی میں علاقہ ضروری ہے۔ اگر معنی حقیقی اور معنی مجازی میں کوئی علاقہ نہ ہو تو وہ معنی مجازی نہیں ہوگا بلکہ وہ لفظ کا سرے سے کوئی معنی ہی نہیں ہوگا۔ اور یہاں بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی صاحب آخر الانبیا اور خاتم بالذات اور نبی بالذات میں کوئی علاقہ نہیں دکھا سکتے۔ اب نانوتوی صاحب کی ساری محنت اکارت گئی۔ نبی بالذات ہوتا نہ معنی حقیقی ہوا، اور نہ مجازی، سرے سے ختم۔ اس لیے اب مشترک معنوی کا احتمال رہا، نہ عموم مجاز کا، نہ جنس ونوع کا، نہ مطابقت، نہ التزام کا۔ سارے احتمالات ہوائی قلعہ ثابت ہوئے۔

خامس عشر: اس تقریر سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی شرعی متواتر متوارث آخر الانبیا اسی وقت صحیح ہوگا جب اس کے معنی خاتم بالذات

درست ہوتے، اور جب خاتم بالذات صحیح نہیں تو آخر الانبیا بھی صحیح نہیں، تو لازم کہ نانوتوی صاحب کی تحقیق انیق کی بنیاد پر لفظ خاتم مہمل و بے معنی لفظ ہوا، اور قرآن کریم کے کسی لفظ کو مہمل و بے معنی کہنے والے کا کیا حکم ہے، ہر مسلمان اپنے آپ سے پوچھ کر خود ہی فتویٰ دے لے۔ نیز ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ خاتم بالذات مانتے ہیں، نہ آخر الانبیا۔ خاتم النبیین ہونے کا اقرار کرتے ہیں، مگر خاتم النبیین کو مہمل مان کر۔ خلاصہ ابحاث یہ نکلا کہ جو بھی ذی فہم منصف حمیت جاہلیہ کے جذبے سے عاری ہو کر تحذیر الناس کو از اول تا آخر بغور پڑھے گا تو وہ یقین کرنے پر مجبور ہوگا کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخر الانبیا نہیں مانتے۔ ہاں اس کا ادعا ضرور کیا کہ "حضور خاتم النبیین" ہیں، مگر بہ معنی خاتم بالذات اور نبی بالذات لیکن چوں کہ عربی زبان تو عربی ہے۔ دنیا کی کسی زبان میں، کسی لغت میں، کسی اصطلاح میں، کسی عرف میں خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات یا نبی بالذات کے نہیں۔

اس لیے ان کا یہ ادعا بالکل مہمل ہے۔ اور جب خاتم النبیین کے معنی خاتم بالذات یا نبی بالذات کے ہیں نہیں تو یہ کہنا کہ اسے آخر الانبیا ہونا لازم ہے، ہوائی قلعے کی تعمیر سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا زبانی ادعا سے قطع نظر نانوتوی صاحب کے فرمودات پر جب نظر دقیق ڈالی جاتی ہے، تو پتا چلتا ہے کہ وہ حضور کو حقیقت میں خاتم النبیین نہیں مانتے اور اگر مانتے ہیں تو اس طرح کہ اس لفظ کا کوئی معنی نہیں۔ لفظ خاتم النبیین کو مہمل بنا کر خاتم النبیین ماننا بہت خوبصورتی کے ساتھ اس سے انکار ہے۔

بات بہت لمبی ہوگئی، اگرچہ ابھی بہت سے گوشے رہ گئے ہیں، مگر جو انصاف پسند ذی فہم ہوگا، اس کے اطمینان کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ جو بھی دیانت داری کے ساتھ طلب حق کے جذبے سے ہماری ان معروضات کو پڑھے گا اس کو یقین ہو جائے گا کہ کم از کم نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بہ معنی آخر النبیین کسی طرح ماننے کو تیار نہیں۔ مگر چوں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائے، صحابہ نے بتائے، ائمہ مجتہدین نے بتائے، ائمہ مفسرین نے بتائے، پوری

امت سے نہ تھے، اور خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین اب مشہور و متواتر ہے کہ مسلمانوں کے خواص تو خواص، عوام بھی جانتے ہیں جس کی وجہ سے یہ ضروریاتِ دین سے ہو گیا۔ اس سے انکار کے بعد آپ کو مسلمان کہنا مشکل ہو جائے گا۔ اور تقاضائے مصلحت بھی یہی تھا کہ آپ کو مسلمان کہیں۔ اس لیے اس کے لیے یہ تمام جادو کاری تک بندی کی ہے۔ مگر وہ سب بے کار ہے۔ بلکہ الٹے ان کو مضر ہو گئی کیوں کہ اس کے نتیجے میں خاتم بالذات ہی بالذات کا انکار بھی ہاتھ سے گیا۔ ([illegible])

☆☆☆

مسئلہ ختم نبوت اور تحذیر الناس

بانی دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی مندرجہ ذیل دونوں عبارتوں کے متعلق بالفرض کے لفظ کے ساتھ جو بحث کی گئی ہے۔ اس پر اعتراض کیوں کر درست ہے، جب کہ کسی چیز کے فرض کر لینے پر حکم نہیں ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہے

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے۔

جیسا کہ ایک دیوبندی مولوی نے اس طرح جواب دیا۔ عبارت تحذیر الناس یہ ہے

(۱) اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(۲) اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

الجواب

یہ عبارت کفریہ ہے کہ یہ اس کا انکار ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء ہے۔ خاتم النبیین کے [illegible] بالذات ہے۔ اس عبارت میں اس کا انکار ہے۔ نانوتوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ آپ سب سے آخری نبی نہیں اور خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں، بلکہ خاتم بالذات کے ہیں، یعنی آپ کو نبوت بلا واسطہ ملی۔ اس لیے اگر آپ کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ حالانکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء ہیں تو آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں فرق آئے گا بلکہ آپ خاتم ہی نہ ہوں گے کہ جب خاتم بمعنی آخر نبی تو دوسرے کا

سوال ہی نہیں۔

اس کو اور آسان الفاظ میں یوں سمجھئے۔ یہ ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اس معنی میں آپ کے زمانے میں یا آپ کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو یہ خاتمیت محمدی کے منافی ہے۔ اگر منافی نہ ہوتا تو کفر نہ ہوتا، تو جو بات کفر ہے اس کو قرآن کے معنی بتا دیا ہے۔ اس لیے یہ کلمہ کفر ہوا۔

اگر مطلقاً یہ شرط و جزا ایمان ہے، تو اس معترض سے پوچھئے اگر کوئی اس سے سیکھ کے یہ کہے، اگر بالفرض زمین و آسمان میں چند خدا ہیں تو بھی اللہ عزوجل کی توحید میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ کلمہ کفر ہے یا ایمان؟ اگر ایمان بتائے تو دیوبند استفتا بھیج کر اس کا دماغ درست کیجئے، اور اگر کفر مانے تو اس سے پوچھئے یہاں بھی اگر ہے، یہاں بھی بالفرض ہے، یہ کیوں کر کفر ہوا اور تحذیر الناس میں "اگر" اور "بالفرض" ہونے کی وجہ سے وہ کیسے دیوبندیوں کا ایمان ہوا؟

معترض نے تحذیر الناس کی عبارت آیت کریمہ "وَلَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" کے مثل مان کر تحذیر الناس کی عبارت کے کفر کو قبول کیا۔ اس لیے کہ حسب قاعدہ نحو "لو" اپنے مدخول مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت بنا دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان میں نہ چند معبود ہیں اور نہ زمین و آسمان میں فساد۔ اب اس قاعدے کی رو سے تحذیر الناس کی عبارت کا مطلب ہوا کہ آپ کے زمانے میں کہیں کوئی نبی نہیں اور آپ کی خاتمیت باقی نہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور خاتمیت محمدی میں فرق آ گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خاتمیت کا باقی نہ رہنا اور اس میں فرق ماننا کفر ہے، جس سے کسی دیوبندی کو انکار کی مجال نہیں۔

بات اصل یہ ہے کہ قاتل ایک قتل چھپانے کے لئے دس قتل کرتا ہے، چور پکڑے جانے کے اندیشے سے قتل کر ڈالتا ہے۔ ایک کفر پر پردہ ڈالنے کی ہر کوشش دوسرے کفر کی جانب کھینچ کر لے جاتی ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صدق شرطیہ کے لیے صدق مقدم و تالی لازم نہیں، یہ حق ہے مگر وجود علاقہ لازم ہے اور قضیہ شرطیہ میں علاقے ہی پر مدار حکم ہے۔ یہ کہنا صحیح ہے

"انسان اگر گدھا ہوتا تو اس کی دم ہوتی" مگر یہ کہنا غلط ہے کہ انسان اگر گدھا ہوتا تو اس کی سینگ ہوتی، اس لیے کہ پہلے میں علاقہ درست دوسرے میں نہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے: زید بالفرض اگر گدھا ہوتا تو خدا ہوتا کلمہ کفر ہے۔ اس لیے کہ یہاں قائل نے جو علاقہ ثابت کیا ہے وہ کفر ہے۔ اسی طرح تحذیر الناس میں "اگر اور بالفرض" ہوتے ہوئے بھی وہ عبارت اس لیے کفر ہے کہ اس میں جو علاقہ بتایا ہے گیا وہ کفر ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد نبی ہونے کو خاتمیت محمدی کے منافی نہیں جانا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا خاتمیت محمدی کے منافی ہے اور یہ ایسی بدیہیات اور ضروریات دین سے ہے، جسے ہر بے پڑھا لکھا سمجھدار مسلمان بھی جانتا ہے، کسی مسلمان سے پوچھیے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے زمانے کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں فرق آئے گا یا نہیں؟ تو وہ فوراً کہے گا کہ ضرور فرق آئے گا پھر حضور خاتم النبیین کیسے؟

"اگر اور بالفرض" کی آڑ تو کسی عیاری کی ایجاد ہے کہ عوام اس میں الجھ کر شک میں پڑ جائیں ورنہ بات صاف ہے۔ تحذیر الناس کی عبارت سے بالکل واضح ہے کہ اس کا قائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو ممکن مانتا ہے اور یہ کفر ہے۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں نبی پیدا ہونا محال شرعی ہے اور آیت کریمہ "خاتم النبیین" کے منافی ہے۔ اس لیے کفر صریح ہے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا ممکن ماننا بھی کفر ہے۔ جیسے اللہ عزوجل کا شریک ممکن ماننا۔ قرآن کے بعد کسی آسمانی کتاب کا نزول ممکن ماننا، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا آپ کے بعد کسی نبی کو ممکن ماننا کفر ہے۔ اور تحذیر الناس کی عبارت کا یہی صریح مطلب ہے، اس لیے یہ عبارت بلاشبہ کفر صریح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ماہنامہ اشرفیہ، مبھی ۱۹۹۸ء، صفحہ ۹، ۱۰)

خلافت معاویہ ویزید پر ایک تحقیقی نظر

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علی کی خلافت صحیح ہے یا نہیں؟ انہوں نے حضرت عثمان کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

۲۔ یزید فاسق وفاجر تھا یا زاہد ومتدین؟ اس کی خلافت درست تھی یا نہیں؟

۳۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے یا خطا پر؟ وہ شہید فی سبیل اللہ ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب بعون الملک الوھاب

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ "فتنوں کے متعلق کچھ بتاؤ" انہوں نے معمولی قسم کے چند فتنوں کا ذکر فرمایا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پوچھا "یہ نہیں، ان فتنوں کو بتاؤ جو سمندر کی موجوں کی طرح امنڈیں گے"

حضرت سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا

دونک باب مغلق

آپ میں اور ان میں دروازہ بند ہے۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا

یفتح ام یکسر

دروازہ کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا؟

حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ توڑا جائے گا اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا لا یغلق الیٰ یوم القیامۃ

اب قیامت تک فتنوں کا سد باب نہ ہوگا۔

چنانچہ تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھو! حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کی شہادت کے بعد ابن سبا کی سازشوں سے جب فتنے اٹھنے شروع ہوئے تو تقریباً چودہ صدیاں گزرنے پر آ گئیں مگر فتنے بند نہ ہو سکے۔ وہ ابن سبا ہی کی ذریت تھی جنہوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا۔ حضرت علی، حضرت طلحہ و زبیر اور امیر معاویہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آپس میں لڑا دیا۔ وہ بھی ابن سبا ہی کی ذریت تھی جو نہروان میں حضرت علی کے خلاف خروج کر کے شیر خدا کی ذوالفقار کی شکار ہوئی۔ وہ بھی ابن سبا ہی کی ذریت تھی جنہوں نے ریحانہ رسول خانوادۂ بتول کو کربلا کے میدان میں تہ تیغ کیا اور یہ بھی ابن سبا ہی کی کرشمہ سازیوں کا اثر ہے کہ آج بھی سیدنا علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے نور دیدہ لخت جگر فاطمہ اور ریحانہ رسول سید الشہداء شہید کربلا کے خلاف اپنا زور قلم دکھانے کی جرأت کی جا رہی ہے۔

"خلافت معاویہ و یزید" کوئی نئی بات نہیں۔ اسی نہروانی خارجیت کے مہلک جراثیم سے پھر دنیائے اسلام کے امن و امان کو برباد کرنے کی ایک شرمناک جدوجہد ہے۔ امروہوی صاحب نے ایک کتاب میں حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا حسین شہید کربلا پر پھبتیاں کسی ہیں، اس کے جواب میں رافضی کو جرأت ہوگی۔ وہ دیگر صحابہ کرام خصوصاً حضرت امیر معاویہ، عمرو بن عاص اور حضرات شیخین پر حملہ کرے گا۔

اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ

امروہوی صاحب نے پہلے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خلافت مکمل نہیں، اس کی دلیل میں تین چیزیں پیش کی ہیں:

ایک یہ کہ یہ خلافت ابن سبائیوں کی تائید و اصرار اور ان کے اثر سے قائم کی گئی تھی اس خلافت نے باوجود قدرت کے حضرت عثمان کا قصاص نہیں لیا، اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا۔

صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:

یہ بیعت چوں کہ باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے قائم ہوئی تھی، اور یہ

خلافت ہی حضرت عثمان ذوالنورین جیسے محبوب اور خلیفہ راشد کو ظلما اور ناحق قتل کرکے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی، نیز قاتلین سے قصاص جو شرعاً واجب تھا نہیں لیا گیا اور نہ قصاص لیے جانے کا کوئی امکان باقی تھا، اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا، اس لیے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی۔ (ملخصاً)

پہلی بات:

آپ کا یہ کہنا اگر بجا ہے کہ یہ خلافت سبائیوں کے اثر سے قائم کی گئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت میں ان تمام لوگوں کا ہاتھ تھا، جو حضرت علی کی خلافت قائم کرنے والے ہیں اور ایک پہلو یہ بھی نکل سکتا ہے کہ اپنی خلافت خود حضرت علی نے قائم کی، لہٰذا وہ بھی اس خون ناحق میں شریک ہیں۔ اب آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کس نے قائم کی، اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ اکابر صحابہ نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی یا نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں فرماتے ہیں:

علم مما مر ان الحقيق بالخلافة بعد الائمة الثلاثة هو الامام المرتضى والولي المجتبى على بن ابى طالب باتفاق اهل الحل والعقد عليه كطلحة والزبير وابى موسى وابن عباس وخزيمة بن ثابت وابى الهيثمة بن التيهان ومحمد بن مسلمة وعمار بن ياسر وفى شرح المقاصد عن بعض المتكلمين ان الاجماع انعقد على ذلك ووجه انعقاده فى زمن الشورى على انها له ولعثمان وهذا اجماع على انه لو لا عثمان لكانت لعلى فحين خرج عثمان بقتله من البين بقيت لعلى اجماعا ۔

گزشتہ باتوں سے معلوم ہوا کہ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلفائے ثلاثہ کے بعد خلافت کے مستحق امام مرتضیٰ ولی مجتبیٰ حضرت علی ابن ابی طالب تھے۔ یہ اہل حل وعقد حضرات طلحہ وزبیر اور ابوموسیٰ وابن عباس وخزیمہ بن ثابت وابو الہیثمہ بن تیہان ومحمد بن مسلمہ

وعمار بن یاسر ہیں۔ شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے ہے کہ خلافت مرتضوی پر اجماع ہے اس طرح کہ حضرت عمر کی مشاورتی کمیٹی میں باتفاق طے ہوا تھا کہ خلافت حضرت علی یا حضرت عثمان کے لیے ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جب حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت حضرت علی کا حق ہے، جب کہ عثمان نہ رہے تو حضرت علی اس کے مستحق اجماعاً رہے۔ (صواعق محرقہ ابن حجر مکی ص ۱۰۷)

امام جلیل اجل خاتم الحفاظ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاریخ الخلفاء میں ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ناقل ہیں:

بویع علیٌّ بالخلافۃ بعد الغد من قتل عثمان بالمدینۃ فبایعہ جمیع من کان بہا من الصحابۃ۔

حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے دن مدینہ طیبہ میں حضرت علی کی خلافت پر بیعت ہوئی، مدینہ میں جتنے بھی صحابہ تھے، سب نے بیعت کی۔

لیکن امروہوی صاحب کہہ دیں گے کہ تاریخ الخلفاء کا کیا اعتبار۔ یہ تو تاریخ کی ادنیٰ کتاب ہے۔ شاید ان کے نزدیک کتاب کی عظمت کا دارومدار کتاب کے حجم پر ہے لیکن یہ منطق انہیں کو مبارک ہو کتاب کا ادنیٰ اعلیٰ ہونا حجم پر نہیں بلکہ مصنف کی جلالت علمی پر ہے۔ امام اجل جلیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علمی جو مرتبہ ہے، وہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں، ان کی کتاب تاریخ الخلفاء اگر چہ بہت مختصر ہے مگر نہایت ہی مستند ہے۔ اگر کتاب کی حیثیت کا دارومدار حجم پر ہو تو وہ دن دور نہیں کہ آپ کہیں کہ قرآن کریم کا حجم بہت چھوٹا ہے، لہذا یہ ادنیٰ ہے اور ہماری مبسوط کتاب کا حجم بہت بڑا ہے لہذا یہ بہت اعلیٰ ہے۔ پھر کوئی آریہ آپ سے سیکھ کر یہ کہہ دے کہ چوں کہ ویدوں کا حجم قرآن سے بڑھا ہوا ہے لہذا وہ قرآن سے اعلیٰ ہے۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ آیئے دیکھئے یہ امام ابو جعفر اپنی کتاب الریاض النضرۃ میں کیا فرماتے ہیں:

وخرج علی فاتی منزلہ وجاء الناس کلہم الیٰ علی لیبایعوہ فقال لہم لیس ہذا الیکم انما ہو الیٰ اہل بدر فمن رضی بہ اہل بدر فہو الخلیفۃ فلم

یبق احد من اھل بدر الا قال ما نری احق لھا منک فلما رای علی ذلک جاء المسجد فصعد المنبر وکان اول من صعد الیہ وبایعہ طلحۃ والزبیر وسعد واصحاب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ (الریاض النضرۃ للطبری : ۱۲۶ / ۲)

حضرت علی وہاں سے اپنے گھر آئے، سب لوگ حضرت علی کے پاس آئے کہ ان سے بیعت لے لیں۔ حضرت علی نے فرمایا یہ تمہارا حق نہیں اہل بدر جسے پسند کر لیں وہ خلیفہ ہے، پھر تمام اہل بدر نے کہا کہ (اے علی) آپ سے زیادہ خلافت کا حق دار کوئی نہیں اب حضرت علی مسجد میں تشریف لائے منبر پر چڑھے سب سے پہلے حضرت طلحہ، زبیر، سعد اور دیگر صحابہ نے بیعت کی۔

ان تمام جلیل القدر محدثین وعلمائے ناقلین کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی کو مسند خلافت پر بٹھانے والے اصحاب بدر و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں، جن میں حضرت طلحہ اور زبیر بھی شامل ہیں۔ اس کے برخلاف امروہوی صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ یہ خلافت باغیان و قاتلان عثمان کے اثر سے قائم ہوئی۔ یہ تو کہنا خلاف تہذیب ہو گا کہ امروہوی صاحب نے یہ بات ... مانا ہی پڑے گا کہ امروہوی صاحب کے نزدیک اہل بدر اور دوسرے اصحاب رسول اللہ جنہوں نے حضرت علی کو خلیفہ بنایا تھا، باغی اور قاتل عثمان ہیں۔ امروہوی صاحب کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات بھی نہیں ہو گی۔ بقول شاعر:

ہر ستم پر جفا گوارا ہے
صرف کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں بات بالکل صاف ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اس معاملہ میں کبھی انکار نہ کیا اور نہ پہلو تہی کی، قانون اسلام کے مطابق قصاص اس وقت لیا جاتا جب کہ حضرت عثمان کے وارثین بارگاہ خلافت میں قاتلوں کو متعین کر کے ان پر دعویٰ کرتے کہ فلاں فلاں نے حضرت خلیفہ مظلوم کو شہید کیا ہے اور اس کا

شرعی گواہ لاتے جب عینی گواہوں کے بیان یا قاتلین کے اقرار سے ثابت ہو جاتا کہ یہ لوگ قاتل ہیں تب کہیں جا کر جرم ثابت ہوتا اور قصاص لینا فرض ہوتا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا، حضرت عثمان کے کسی ولی نے کبھی بھی اس قسم کا دعویٰ دائر کیا، اور نہ کوئی ثبوت پیش کیا۔ حضرت علی قصاص لیتے تو کس سے لیتے۔ حضرت طلحہ و زبیر حتیٰ کہ خود امیر معاویہ نے اظہار حق کی خاطر اس قسم کا دعویٰ بارگاہ خلافت میں دائر نہیں کیا، اگر دائر کیا تو امیر وحودی صاحب یا ان کے حواریین ثبوت لائیں۔ امیر وحودی صاحب کے سامنے انگریزی قانون ہے جس کے ماتحت کسی کے قتل کے بعد پولیس فرضی لوگوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیتی ہے، مار پیٹ ہوتی ہے، پھر کسی پر مقدمہ چلایا جاتا ہے، تیر تکے سے کیا اور فرضی گواہ جج کی نظر میں سچے ثابت ہو گئے تو قاتل کو پھانسی ہوتی، ورنہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قاتل کھلے بندے آزاد ہے اور بے گناہ تختہ دار پر ہوتا ہے۔

امیر وحودی صاحب چاہتے ہیں کہ حضرت علی بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت علی نے ایسا نہیں کیا، لہٰذا امیر وحودی صاحب کی نظر میں مجرم ہوئے وہ خلافت کے اہل نہیں رہے۔

لیکن امیر وحودی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ اسلام کا قانون ایسی خلافت نہیں اور نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے اس کی امید ہو سکتی ہے کہ وہ اسلامی قانون کے برخلاف کسی دوسرے قانون پر عمل کرتے۔ قصاص حد ہے اور ثبوت کے بعد حد جاری نہ کرنا شدید ترین ظلم اور جہالت پر دلالت ہے۔ حدود الٰہی کے ترک کی نسبت مولائے مومنین صبر سید المتقین کی طرف [illegible] کیا جا سکتا ہے۔ کسی سنی صحیح العقیدہ کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق تھی، آپ حضرت طلحہ و زبیر اور امیر معاویہ کے مقابلے میں مصیب تھے، اس کی تصریحات احادیث کریمہ میں بکثرت موجود ہیں۔

حدیث اول:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا تھا:

تقتلک الفئة الباغیة۔

تجھے خلیفہ برحق پر خروج کرنے والی باغی جماعت قتل کرے گی۔

حضرت عمار جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی کے ساتھ تھے، معلوم ہوا کہ حضرت علی کی خلافت حق تھی۔

حضرت امام نووی فرماتے ہیں:

قال العلماء: هذا الحديث حجة ظاهرة في أن عليا كان محقا مصيبا والطائفة الأخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا إثم عليهم۔ (۲/۲۹۶ شرح مسلم)

علماء نے فرمایا یہ حدیث کھلی ہوئی اس بات کی دلیل ہے کہ علی حق و صواب پر تھے اور دوسرے گروہ سے خطائے اجتہادی ہوئی۔ اس لیے ان پر کوئی گناہ نہیں۔

حدیث دوم:

امام بخاری نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا وہ فرماتے ہیں:

وفيكم الذي أجاره الله من الشيطان على لسان نبيه يعني عمارا۔

اور تم میں وہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے شیطان سے محفوظ رکھا اپنے نبی کے فرمان سے یعنی عمار۔

اسی کو تھوڑے تغیر کے ساتھ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت فرمایا۔

جب حسب فرمان حدیث حضرت عمار شیطان سے محفوظ ہیں تو ان سے خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔ تو ان کا حضرت علی کے ساتھ رہنا اس بات کی دلیل ہوا کہ حضرت علی حق پر تھے، حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی حق و باطل کا وہ معیار تھی جس کی وجہ سے بہت سے وہ صحابہ کرام جو اس نزاع میں متردد تھے، حضرت علی کی حقانیت کے قائل ہو گئے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

ما آسى على شيء إلا أني لم أقاتل مع علي الفئة الباغية (الرياض النضرة: ۳/۱۳۲)

اس سے زیادہ مجھے کوئی بات بری نہیں معلوم ہوئی کہ میں نے حضرت علی کے ساتھ ان کے مخالفین سے جنگ نہیں کی۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمار کی شہادت سے پہلے پہلے معرکہ کارزار میں ہوتے ہوئے بھی تلوار بے نیام نہیں کی تھی، مگر حضرت عمار کی شہادت کے بعد حضرت علی کی حمایت میں انتہائی جوش کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت عمار کی شہادت کے بعد خود حضرت عمرو بن عاص حضرت معاویہ کا ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ علامہ ابن حجر کی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تطہیر الجنان واللسان میں فرماتے ہیں:

بعض معتزلی علی ظهر لهم من الاحادیث انه الامام الحق فندموا علی التخلف منه کما مر و منهم سعد بن ابی وقاص (ص ۱۵۹)

حضرت علی سے الگ رہنے والے صحابہ کرام میں سے بعض پر بعد میں جب آپ کا خلیفہ برحق ہونا عیاں ہو گیا، تو وہ اس علاحدگی پر نادم رہے، جیسا کہ گزرا، انہیں میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں۔

حدیث سوم:

جنگ جمل میں جب دونوں فریق صف آرا ہو گئے تو حضرت علی نے حضرت زبیر کو بلایا، انہیں یاد دلایا، ایک بار عہد رسالت میں ہم دونوں فلاں جگہ ساتھ ساتھ تھے، آنحضور نے ہمیں دیکھ کر فرمایا: اے زبیر! علی سے محبت کرتے ہو؟ عرض کیا: کیوں نہیں، یہ میرے ماموں زاد بھائی، اور اسلامی برادر ہیں۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا: اے علی! کیا تم بھی انہیں محبوب رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے پھوپھی زاد اور دینی بھائی کو کیوں نہ محبوب رکھوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زبیر! سنو ایک دن تم ان کے مد مقابل ہو گے، اور تم خطا پر ہو گے۔ حضرت زبیر نے اس کی تصدیق کی، فرمایا: میں بھول گیا تھا اور جنگ چھوڑ کر میدان کارزار سے نکل گئے۔ (الریاض النضرۃ: ۳/۱۲۸ و صواعق محرقہ ۱۸۱ از حاکم و بیہقی)

حدیث چہارم:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا

ایتکن صاحب الجمل الاحمر یخرج حتی تنبحها کلاب الحواب فیقتل حولها قتلی کثیرة. (محرقة: اے از بزار و ابونعیم)

تم میں کون سرخ اونٹ والی ہے، جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے اس کے بعد اس کے گرداگرد لاشوں کے ڈھیر ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ام المومنین مکہ سے چلیں، جب حواب پہنچیں تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ حدیث یاد آگئی۔ دریافت کیا کون سی جگہ ہے، لوگوں نے بتایا حواب ہے۔ یہ سن کر اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔ لیکن تحریک کاروں نے جب دیکھا کہ ہمارا معاملہ بگڑ رہا ہے تو فوراً بولے کہ حواب نہیں، کسی نے آپ کو غلط بتا دیا ہے۔

حدیث پنجم:

حضور نے ارشاد فرمایا:

اللهم ادر الحق معه حيث دار (مشکوۃ)

اے اللہ! حق علی کے ساتھ رکھ جہاں بھی جائیں۔

حضور کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور ہمیشہ حق حضرت علی کے ساتھ رہا۔ ان احادیث سے خوب واضح ہو گیا کہ حضرت مولائے مومنین صہر خاتم النبیین علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حق تھی، اور ان پر قصاص عثمان نہ لینے کا یا قتل عثمان میں کسی طرح شریک ہونے کا الزام غلط ہے۔ اس معاملہ میں علی ہی حق پر تھے اور ان کے محاربین سے خطائے اجتہادی واقع ہوئی۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا: خلفا کون ہیں؟ ارشاد فرمایا:

ابوبکر و عمر و عثمان و علی قلت فمعاویة؟ قال لم یکن احد احق بالخلافة فی زمان علیؓ من علی. (صواعق محرقة از بیهقی ابن عساکر)

خلفا ابوبکر و عمر و عثمان و علی ہیں۔ سائل نے امیر معاویہ کے بارے میں دریافت کیا فرمایا: حضرت علی کے زمانے میں حضرت علی سے زائد کوئی دوسرا خلافت کا حق دار نہیں تھا۔

اب آیئے اس بحث کو حضرت امام نووی محرر مذہب شافعی شارح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کے بیان پر ختم کردوں، شرح صحیح مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۲ پر فرماتے ہیں:

اما عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع وقتل مظلوما وقتلتہ فسقۃ ولم یشارک فی قتلہ احد من الصحابۃ وانما قتلہ همج ورعاع من غوغاء القبائل وسفلۃ الاطراف والارذال واما علیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخلافتہ صحیحۃ بالاجماع وکان هو الخلیفۃ فی وقتہ لا خلافۃ لغیرہ۔

حضرت عثمان کی خلافت اجماعاً صحیح ہے، وہ مظلوم قتل کیے گئے، ان کے قاتل فاسق ہیں، ان کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں ہوئے۔ انہیں کمینے بد معاشوں، ادھر ادھر کے رذیل اور نیچے درجے کے لوگوں نے شہید کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے، اپنے عہد میں وہی خلیفہ تھے، کسی دوسرے کی خلافت نہیں تھی۔

امروہوی صاحب نے اپنی کتاب میں اس پر بہت زور باندھا ہے کہ یزید، متبع سنت، متدین، زاہد، عابد و کبار تابعین میں تھا۔ بڑا عدیل، بیدار مغز اور مجاہد فی سبیل اللہ تھا۔ اس کی طرف فسق و فجور، کفر و الحاد کے بارے میں جتنی روایتیں ہیں، سب وضعی ہیں۔ امروہوی صاحب یزید کی محبت میں اس درجہ خود رفتہ ہیں کہ انہیں احادیث صحیحہ اور کبار صحابہ اور تابعین کے ارشادات تک نظر نہیں آتے۔ آپ نے تحریر کیا ہے کہ یزید کے معاصرین میں صرف عبد اللہ ابن زبیر اسے برا بھلا کہتے تھے مگر چوں کہ وہ خود آنکھ سے دیکھتے نہیں تھے، لہٰذا ان کی بات لائق تحسین ہے۔ انہیں اس کے بعد امروہوی صاحب تیرہ سو برس کے بعد یزید کے فضل و کمال کو اس طرح بیان کرتے ہیں گویا آپ یزید کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے۔

آپ نے ساری تحقیقات کی بنیاد اس پر قائم کی ہے کہ سوائے ابن تیمیہ اور ابن خلدون کے سارے مورخین روایت پرست تھے، تحقیق و جستجو سے انہیں کوئی غرض نہیں تھی، اندھا دھند جو کچھ سنا نقل کر دیا۔ سب سے پہلا محقق ابن خلدون ہے، اور دوسرا آپ جیسا فن کار، اسی بنا پر آپ نے جگہ جگہ ابن خلدون کو سراہا ہے، اور امام ابن جریر طبری جیسے جلیل القدر مسلم الثبوت امام کو شیعہ کہہ کر نا قابل اعتبار کر دیا ہے۔ طبری اتنے پایہ کے امام ہیں کہ ابن خزیمہ محدث

کہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ ان پر بعضوں نے یہ الزام رکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لیے حدیثیں وضع کرتے تھے۔ اس کا جواب علامہ ذہبی جیسے فن رجال کے امام نے ان زوردار الفاظ میں دیا ہے۔

هذا رجم بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمة الاسلام المعتمدين.

یہ جھوٹی بدگمانی ہے ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں سے ایک امام کبیر ہیں۔

انتہا یہ ہے کہ موجودہ صدی کے مشہور مورخ جناب شبلی اعظم گڑھی کو سیرت النبی کے مقدمہ میں طبری کے بارے میں لکھنا پڑا:

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔

طبری اس درجے کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال، وثوق و اعتماد اور وسعت علم کے معترف ہیں لیکن برا ہو جوش تعصب کا کہ جملہ ائمہ محدثین کی معتمد علیہ ذات کے بارے میں امروہوی صاحب کی رائے یہ ہے کہ وہ بالکل ہی غیر معتبر اور ناقابل قبول ہیں۔ یقیناً امام طبری کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے امروہوی صاحب کے لائق امیر کے کرتوتوں کو بے نقاب کردیا ہے، یزید [illegible] کے نزدیک جرم نا بخشیدہ ہے۔

رہ گیا ابن خلدون تو چونکہ ان کے یہاں نیچریانہ اسلوب پر حتی پر بہت زور ہے، لہذا اس زمانہ کے روحانیت سے محروم تاریخ داں اسے بہت اچھالتے ہیں۔ مگر حقیقت کیا ہے وہ اس سے ظاہر ہے [illegible] معتزلی تھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحی لکھنوی اپنے فتاوی جلد اول صفحہ ۷۰ میں لکھتے ہیں:

علامہ عبدالرحمن حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون

سبحان اللہ! کیا خوب تحقیق ہے کہ ابن جریر طبری جیسے امام زماں کی باتیں محض اس بنا پر مردود کہ وہ یزید کے ہم عصر نہیں تھے، شیعہ تھے، مگر ان کے صدیوں بعد کے ایک معتزلی کی بات شیر مادر:

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ امروہوی صاحب نے جس کے بیان کو اپنی افتادِ طبع کے مطابق پایا، اسے محقق، مدقق، اور صحیح العقیدہ مانا، اور جس کی بات اپنے رجحانِ طبع کے خلاف پائی، اسے بدمذہب اور سطحی نظر والا کہہ دیا۔ یہی وہ تحقیق ہے، یہی وہ ریسرچ ہے، جس کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ یزید کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں، پہلے انہیں سنیں، پھر اس کے کرتوت دیکھیں، پھر امت کا فیصلہ۔

حدیث اول:

امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

هلكة امتي على ايدي غلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم غلمة فقال ابو هريرة لو شئت ان اقول بني فلان بني فلان لفعلت فكنت اخرج مع جدي الى بني مروان حين ملكوا بالشام فاذا رآهم غلمانا احداثا قال لنا عسى هولاء ان يكونوا منهم قلنا: انت اعلم.

میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ مروان نے کہا کہ ان پر خدا کی لعنت ہو، بہت برے لونڈے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں بتادوں کہ وہ بنی فلاں ہیں تو میں بتا سکتا ہوں۔ عمرو بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں شام اپنے دادا کے ساتھ جاتا تھا، جب انہوں نے نوخیز چھوکرے دیکھے تو کہا یہ انہیں میں ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا آپ خوب جانتے ہیں۔

امروہوی صاحب کان کھول کر سنیں، یہ ابو قتب کی روایت نہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب کا نام لے کر بتا سکتا ہوں اور انہوں نے اشاروں سے بتا بھی دیا کہ وہ کون ہیں۔ حدیث چہارم دیکھیں۔

آپ کے حضرت مروان بن حکم کو عمرو بن یحییٰ جیسے جلیل القدر محدث تابعی فرماتے ہیں کہ مروان انہیں ملعونین میں ہے، اور آپ کے ممدوحین بنی امیہ کو اس حدیث کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ بنی مروان نے امت میں جتنی تباہی مچائی ہے، وہ سب تقلید ہے آپ کے

لائق امیر یزید کی، اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ اس حدیث کے مصداق یہ غالبین تو ہوں، اور ان کا پیش رو نہ ہو اگر میرا یہ قیاس آپ کو نہ بھاتا ہو تو آیئے شارحین کے ارشادات جلیلہ سنئے!

علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

قوله احداثا ای شبانا و اولهم يزيد عليه ما يستحق و كان غالبا ينزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار ويوليها الاصاغر من اقاربه. (حاشية البخاری: صفحه ۱۰۴۶)

احداث نوخیز ہوں گے ان کا پہلا یزید علیہ ما یستحق ہے، اور یہ عموماً سن رسیدہ بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی امارت سے اتارتا تھا۔ اپنے کم عمر رشتہ داروں کو والی بناتا تھا۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

قوله على يدى غلمة ای علی ایدی الشبان الذين ما وصلوا الى مرتبة كمال العقل واحداث السن الذين لا مبالاة لهم باصحاب الوقار، والظاهر ان المراد ما وقع بين عثمان وقتله وبين علي والحسين ومن قاتلهم قال المظهر لعله اريد بهم الذين كانوا بعد الخلفاء الراشدين مثل يزيد وعبد الملك بن مروان وغيرهما

غلمہ سے مراد وہ نوجوان ہیں جو کمال عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچے ہیں اور وہ نو عمر جو وقار والوں کی پرواہ نہیں کرتے، ظاہر ہے کہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا اور حضرت علی، حضرت امام حسین سے لڑے۔ مظہر نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین کے بعد تھے، جیسے یزید اور عبد الملک بن مروان وغیرہ۔

دیکھئے سارے شارحین اس پر متفق ہیں کہ غلمہ قریش میں یزید ضرور داخل ہے۔

دوم وسوم:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تعوذوا بالله من راس السبعين وامارة الصبيان. (مشكوة: صفحه ۲/۳۲۳)

لوگو استر ویں دہائی کی ابتدا اور چھوکروں کے امیر ہونے سے خدا کی پناہ مانگو۔ امارۃ الصبیان کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ای من حکومۃ الصغار الجہال کیزید بن معاویۃ واولاد مروان بن الحکم وامثالہم قیل راہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منامہ یلعبون علی منبرہ علیہ الصلاۃ والسلام۔

امارۃ الصبیان سے جاہل چھوکروں کی حکومت مراد ہے جیسے یزید بن معاویہ اور مروان بن حکم کی اولاد اور ان کے مثل ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں اپنے منبر پر کھیل کود کرتے ملاحظہ فرمایا ہے۔

منبر پر کھیلنے والی حدیث کو خاتم الحفاظ علامہ اجل سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں بھی روایت فرمایا ہے:

حدیث چہارم:

صواعق محرقہ میں علامہ ابن حجر مکی ناقل ہیں:

وکان مع ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بما مر عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی یزید فانہ کان یدعو اللہم انی اعوذبک من راس الستین وامارۃ الصبیان فاستجاب اللہ لہ فتوفاہ سنۃ تسع وخمسین وکانت وفاۃ معاویۃ وولایۃ ابنہ سنۃ ستین۔

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتائی ہیں، اس کا علم حضور کے بتانے سے حضرت ابوہریرہ کو تھا، وہ دعا فرمایا کرتے: اے اللہ! ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی بادشاہت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی۔ یہ ۵۹ھ میں فوت ہو گئے۔ امیر معاویہ کا انتقال اور یزید کی حکومت ۶۰ھ میں ہوئی۔

ھلکۃ امتی علی یدی غلمۃ قریش کے ذیل میں گزرا کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تھا کہ اگر کہو تو میں بنی فلاں بنی فلاں کا نام لے سکتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہ نے کھلے بند تو نام نہیں لیا مگر ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی امارت سے پناہ مانگ کر نہایت جلی غیر مبہم

اشارہ فرمایا کہ ۶۰ھ میں جو امارت قائم ہوگی اس سے پناہ مانگتی ہوں، اور وہ یزید کی حکومت تھی۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ امت کو برباد کرنے والے چھوکروں کا سرگروہ یزید ہے۔

ان احادیث کو نقل فرما کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اشارت بزمان یزید بے دولت کردہ کہ در سال شصت بر سر شقاوت نشست واقعہ گروہ در زمان شقاوت نشان او وقوع یافت۔ (جذب القلوب ۳۳)

حدیث پنجم:

علامہ جلال سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں شیخ محمد صبان اسعاف الراغبین میں حضرت ابو عبیدہ سے راوی:

لایزال امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید

میری امت کا معاملہ برابر درست رہے گا، یہاں تک کہ پہلا جو شخص اس میں رخنہ اندازی کرے گا، وہ بنی امیہ کا ایک فرد یزید ہوگا۔

علامہ ابن حجر مکی "تطہیر الجنان" میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

ورجالہ رجال الصحیح الا ان فیہ انقطاعا

اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں مگر اس میں انقطاع ہے۔

حدیث ششم:

[illegible] حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ پہلا شخص جو میری سنت بدلے گا بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا، جس کا نام یزید ہے۔ (جذب القلوب، صفحہ ۳۳)

ان احادیث میں اگرچہ بعض ضعیف ہیں مگر اس کو دوسری روایات اور نقل علماء سے تقویت ہے لہذا قابل حجت ہیں۔

امیر دہلوی صاحب کے لائق زاہد امیر کے بارے میں خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سن چکے۔ اب آپ خود بنی امیہ ہی کے ایک فرد کی رائے سنئے۔

صواعق محرقہ اور تاریخ الخلفاء میں نوفل بن ابی فرات سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد فقال: قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية فقال: تقول امير المؤمنين؟ فامر به فضرب عشرين سوطا.

میں عمر بن عبد العزیز کی بارگاہ میں تھا۔ ایک شخص نے یزید کا ذکر کیا اسے امیر المؤمنین کہہ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اسے ڈانٹا اور کہا امیر المؤمنین کہتا ہے؟ حکم دیا اسے بیس کوڑے مارے گئے۔

یزید کے معاصرین میں حضرت عبد اللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی وہ فرماتے ہیں:

واللہ ما خرجنا على يزيد حتى خفنا ان نرمى بالحجارة من السماء انه رجل ينكح امهات الاولاد والبنات والاخوات ويشرب الخمر ويدع الصلوة.
(صواعق محرقہ ۱۳۲ ۔ تاریخ الخلفاء ۲۰۶)

ہم نے یزید کی بیعت اس وقت تک نہیں توڑی جب تک ہمیں یہ خوف نہ ہوا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جو ام ولد اور لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا تھا وہ شراب پیتا تھا نمازیں ترک کرتا تھا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ابن جوزی سے ناقل ہیں کہ ۶۲ھ میں یزید نے عثمان بن محمد بن ابو سفیان کو مدینہ منورہ بھیجا کہ وہاں کے لوگوں سے بیعت لے۔ عثمان نے اہل مدینہ کی ایک جماعت یزید کے پاس بھیجی۔ یزید کے پاس سے جب یہ جماعت لوٹی

تو یزید کی برائیاں کھلے بند کرنے لگی۔ اس کی بے دینی، شراب خوری مناہی وملاہی کا ارتکاب، کتے بازی اور دیگر برائیوں کو واشگاف کرنے لگی، ان سے یہ حالات سن کر باقی اہل مدینہ بھی یزید کی بیعت واطاعت سے بیزار ہو گئے۔ اس جماعت میں ابن منذر بھی تھے وہ کہتے ہیں:

بخدا یزید مجھے ایک لاکھ درہم دیتا تھا لیکن میں نے سچائی چھوڑ کر اس کے سامنے سر نہ جھکایا۔ وہ شراب خور اور تارک الصلوٰۃ ہے۔

نیز یہی شیخ ابن جوزی سے اور وہ ابوالحسن مدائنی سے نقل فرماتے ہیں:

یزید کے فسق وفساد کے دلائل ظاہر ہونے کے بعد اہل مدینہ منبر پر آئے، اور اس کی بیعت توڑ دی۔

عبداللہ بن عمرو بن حفص مخزومی نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور کہا:

اگرچہ یزید مجھے انعام واکرام دیتا ہے مگر وہ دشمن خدا دائم السکر ہے۔ میں نے اس کی بیعت توڑ دی، جیسے کہ اپنی دستار سر سے اتار لی۔

پھر دوسرے اٹھے اور انہوں نے اپنی جوتی پاؤں سے نکالی اور پھینک کر کہا:

میں نے اس طرح یزید کی بیعت توڑ دی۔

اتنے زور وشور کے ساتھ بیعت توڑنے کا مظاہرہ ہوا کہ مجلس دستاروں اور جوتوں سے بھر گئی۔ امروہوی صاحب ابن منذر اور ان کے ہمراہی ابو مخنف سے سن کر تو نہیں فرما رہے ہیں۔ یہ تو یزید کے ہم عصر اور اس کے حالات کے چشم دید گواہ ہیں۔ دیکھئے یہ آپ کے لائق زاہد امیر یزید کے بارے میں کیا بتا رہے ہیں، یزید کے زہد وورع، علم وفضل کا خطبہ پڑھنے والے امروہوی صاحب یزید کے کارنامے سنیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی، جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سب سے شنیع اور قبیح جو واقعہ یزید بن معاویہ کے زمانے میں رونما ہوا، واقعہ حرہ ہے، اس کو حرہ واقم اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ جس زمانے میں کہ مدینہ طیبہ آبادی ورونق میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ بقیہ صحابہ اور انصار ومہاجرین وعلمائے کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو

شامیوں کے لشکر عظیم کے ساتھ اہل مدینہ سے لڑنے کے لیے بھیجا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کرلیں فبہا ورنہ جنگ کرو، فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لیے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا۔ مقام حرہ پر پڑاؤ ڈالا۔ اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ دیکھ کر خندق کھود کر محصور ہوگئے۔ (امروہوی صاحب کے صحابی مروان کی دسیسہ کاریوں کی بدولت) یزیدی مدینہ میں گھس آئے، پہلے حرم نبوی کے پناہ گزینوں نے بڑی شدومد کے ساتھ مدافعت کی، مگر تابہ کے۔ عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہوگئے۔ آخر میں شامی درندے اس حرم پاک میں گھس پڑے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا، نہ بوڑھے بچے، نہ مرد نہ عورتیں، مال ومتاع جو کچھ ملا سب لوٹا، ہزاروں دوشیزگان حرم مصطفےٰ کی عصمت دری کی۔ مسجد نبوی میں گھوڑے دوڑائے، روضہ جنت میں گھوڑے باندھے، گھوڑوں کی لید وپیشاب سے اسے ناپاک کیا۔ تین دن تک کسی اہل مدینہ کی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ مسجد نبوی میں جاکر نماز واذان ادا کرے، اور نہ ان یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہوسکی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ریش مبارک نوچ لی گئی۔

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا۔

(سورہ مریم: پ ۱۶ ع ۹، آیت ۹۰)

قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے، زمین پھٹ جائے، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں جان اسی کی بچی، جس نے صریح الفاظ میں یزید کی بیعت کی۔

ثم دعا الی بیعة یزید وانهم اعبد له فی طاعة الله ومعصیته فاجابوه الا واحدا من قریش فقتله ۔ (تطہیر الجنان: ص ۱۳۴)

مدینہ تین دن لوٹنے کے بعد یزید کی اس بیعت کی دعوت دی کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں، اللہ عزوجل کی طاعت ومعصیت میں ان درندوں کے ظلم وستم سے مرعوب ہوکر سب نے یہ بیعت کرلی۔ ایک قریشی صاحب نے نہیں کی تو انہیں قتل کردیا۔

سعید بن مسیب کو جو کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں ہیں، پکڑا، ان سے یزید کی بیعت لینی چاہی، انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر و عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے ان کے جنون کی گواہی دی، جب کہیں جا کر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا۔ اس ارض پاک کا جس کے جنگلی جانور کو دوڑا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا۔ آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کے پردے اور چھت کو جلا دیا، فدیہ اسماعیل کے سینگ جل گئے۔ اسی اثنا میں ان بدترین مظالم کے بانی مبانی یزید کو اپنے کیفر کردار تک پہنچنے کا وقت آ گیا اور وہ اپنے ٹھکانے گیا۔

اب آیئے علمائے مابعد کے فیصلے یزید کے بارے میں سنئے!

باپ کے احوال کو بیٹے سے زیادہ تیرہ صدی کے بعد والا نہیں جان سکتا۔ معاویہ بن یزید کو جب یزید کے تخت پر بٹھایا گیا تو انہوں نے جو خطبہ دیا وہ بطریق ابو مخنف کی وساطت کے تاریخ کی کتابوں میں یوں درج ہے:

ثم قلده ابى الامر وكان غير اهل له ونازع ابن بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقصف عمره وانبتر عقبه وصار فى قبره رهينا بذنوبه ثم بكىٰ وقال ان من اعظم الامور علينا علمنا بسوء مصرعه وبئس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واباح الخمر وخرب الكعبة (صواعق محرقة ص ۱۳۴)

پھر میرے باپ کو حکومت دی گئی، وہ نالائق تھا، نواسہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لڑا، اس کی عمر کم کر دی گئی، اور اس کی نسل تباہ کر دی گئی، وہ اپنی قبر میں گناہوں کے وبال میں گرفتار ہو گیا، پھر رویا اور کہا ہم پر سب سے زیادہ گراں اس کی بری موت اور ٹھکانا ہے، اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا، شراب حلال کی اور کعبہ کو برباد کیا۔

امام الاولیاء، مفکر اسلام سید التابعین امام اعظم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ما ادراک ما وقعة الحرة ذکرها الحسن مرة فقال والله ما کاد ینجو منهم واحد، قتل فیها خلق من الصحابة ومن غیرهم ونهبت المدینة و افتض فیها الف عذراء فانا لله وانا الیه راجعون ۔ (صواعق محرقہ: ۱۳۲، تاریخ الخلفاء : ۱۳۶)

تمہیں پتہ ہے واقعہ حرہ کیا ہے؟ واللہ! بہت کم اہل مدینہ اس سے بچے۔ صحابہ کرام اور ان کے علاوہ ایک خلق کثیر مقتول ہوئی۔ مدینہ لوٹ لیا گیا، اور ایک ہزار دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام ذہبی فرماتے ہیں:

لما فعل یزید باهل المدینة ما فعل مع شربه الخمر واتیانه المنکرات اشتد علیه الناس وخرج علیه غیر واحد ۔ (ایضا)

یزید نے اہل مدینہ کے ساتھ کیا جو کچھ کیا۔ شراب پینے، منکرات کا ارتکاب کرنے کے ساتھ ساتھ تو لوگ اس کے خلاف ہو گئے، اور اس کی بیعت انہوں نے توڑ دی۔

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن جوزی وغیرہ اس پر لعنت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" ہے۔ (صواعق ۱۳۲)

شیخ احمد صبان اسعاف الراغبین میں تحریر فرماتے ہیں:

قال الامام احمد بکفره وناهیک به ورعا وعلما یقتضیان انه لم یقل ذلک الا لما ثبت عنده امور صریحة وقعت منه توجب ذلک ووافقه علی ذلک جماعة کابن الجوزی وغیره واما فسقه فقد اجمعوا علیه واجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه وروی ذلک عن الامام احمد قال ابن الجوزی صنف القاضی ابو یعلی کتابا فیمن یستحق اللعنة وذکر منهم یزید ۔ (اسعاف الراغبین : ۱۲۵)

امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا، اپنے علم و ورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں۔ ان

کے علم وورع اس بات کے مقتضی ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جب کہ ان کے نزدیک ثابت ہوگیا ہوگا کہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہیں۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق پر اجماع ہے، بہت سے علمائے کرام نے یزید کا نام لے کر اسے لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابو یعلی نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا بھی نام ذکر کیا ہے۔

جب حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو کافر کہا، اس پر لعنت کرنے کو جائز فرمایا تو اس سے امروہوی صاحب کی اس تحقیق کی قلعی کھل گئی، جو انہوں نے امام موصوف کے حوالے سے اس کے زہد وورع کے بارے میں کی ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح عقائد میں، جو درس نظامی کی مشہور ومعروف کتاب ہے، فرماتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشاره بذلک واهانة اهل بیت النبی علیه السلام مما تواتر معناه وان کان تفاصیله آحاد فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلیٰ انصاره واعوانه. (شرح عقائد: ص ۱۱۷)

حق تو یہ ہے کہ یزید کی رضا قتل حسین پر اور اس کا اس پر خوش ہونا، اہل بیت نبوت کی توہین کرنا متواتر معنی ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیل آحاد ہے۔ پس ہم اس کے معاملہ میں توقف نہیں کرتے، بلکہ اس کے اس ایمان میں (وہ یقیناً کافر ہے) اس پر اس کے اعوان وانصار پر اللہ کی لعنت ہو۔

اگرچہ علمائے محتاطین نے یزید کے معاملہ میں سکوت فرمایا ہے کہ کفر کے لیے جس درجہ کا ثبوت درکار ہے وہ نہیں ہے۔ یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اور ہم بھی اسے کافر کہنے سے سکوت کرتے ہیں، لیکن عرض یہ ہے کہ جس بدنصیب کے بارے میں اتنے جلیل القدر ائمہ اور علما کفر کا فتویٰ دیں۔ اسے لائق فائق، زاہد وہی کہے گا جو دینی امور

سے غافل وذاہل ہوگا۔ امروہوی صاحب نے ام حرام بنت ملحان کی حدیث سے یزید کے فضل وکمال کو ثابت کرنا چاہا ہے کہ "قسطنطنیہ پر حملہ آوروں کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ یہ حملہ یزید کی سرکردگی میں ہوا، لہٰذا یزید بھی اس کا مستحق ہوا"۔ چوں کہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ بشارت لشکر کے ہر ہر فرد کے لیے ہے۔ لہٰذا انہوں نے طرح طرح کی خیانتیں کی ہیں۔ علامہ ابن حجر کے بارے میں یہ لکھا ہے:

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ یہ حدیث حضرت معاویہ اور ان کے فرزند امیر معاویہ کی منقبت میں ہے۔ محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر . (فتح الباری :۲۳)

اس حدیث کے بارے میں (محدث) المہلب نے فرمایا کہ یہ حدیث منقبت میں ہے حضرت معاویہ کے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور منقبت میں ہے، ان کے فرزند (امیر یزید کے) کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

پہلی خیانت:

اس عبارت میں یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ اور ان کے نا خلف بیٹے دونوں کی منقبت ثابت کرنے کی نسبت مندالحفاظ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف کی۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ علامہ ابن حجر نے مہلب کا یہ قیاس نقل کرکے اسے رد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ علامہ موصوف یزید کو لائق مغفرت نہیں مانتے۔ بخاری کے حاشیہ پر دیں لکھا ہے:

وتعقبه ابن التین وابن المنیر بما حاصله انه لا یلزم من دخوله فی ذلک العموم انه لایخرج احد بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مغفور لهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة

حتی لو ارتد احد من غزا بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لهم لمن وجد شرط المغفرۃ فیه منهم .

مہلب کے قیاس کو ابن تین اور ابن منیر نے یوں رد کیا کہ عموم کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دلیل خاص سے کوئی نکل نہ سکے اس لیے کہ حضور کا ارشاد: مغفور لهم اس چیز کے ساتھ مشروط ہے کہ اہل لشکر مغفرت کے اہل ہوں۔ اگر کوئی لشکریوں میں سے اس کے بعد مرتد ہوجائے تو وہ اس بشارت کے عموم میں ہرگز داخل نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مغفور لهم کی بشارت انہیں کو شامل ہے جن میں مغفرت کی اہلیت ہو۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ مغفور لهم کی بشارت انہیں لوگوں کو شامل ہے جو لشکر کشی کے وقت مسلمان رہے ہوں اور آخر دم تک ایمان پر ثابت قدم رہے ہوں۔ اگر کوئی اس جنگ کے وقت مسلمان تھا، بعد میں کافر ہوگیا، تو باتفاق علما اس بشارت کا مستحق نہیں۔ اگر غزوہ کے بعد کوئی ایسا امر پایا گیا جو منافی مغفرت ہوتو وہ محروم رہ جائے گا اور ہم اوپر ثابت کر آئے کہ یزید سے اس غزوہ کے بعد بہت سے ایسے امور سرزد ہوئے، جن پر علما نے کفر تک کا فتویٰ دیا ہے۔ لہٰذا وہ اس بشارت کا مستحق نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ نماز و روزہ اور دیگر اعمال صالحہ کے لیے اعلیٰ جزا کا بیان ہے۔ کیا جو بھی خواہ بدمذہب، بے دین ہی کیوں نہ ہو، نماز پڑھ لے تو وہ اس اجر کا مستحق ہوجائے گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اعمال پر اجر کا دارومدار، ایمان حسن نیت اور مقبولیت پر ہے۔ ایمان نہیں، خالصا لوجہ اللہ نہیں تو وہ فاعل کبھی اجر کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد کا اجر مغفرت ذنوب ہے۔ لیکن یہ اجر ایمان وخلوص کے بعد ملے گا، جس میں دونوں باتیں نہ ہوں وہ یقیناً محروم رہے گا۔ اس توجیہ کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا:

ان السیف لا یمحو النفـــــاق .

منافق جہاد میں مارا جانے والا جہنم میں جائے گا، تلوار نفاق نہیں مٹاتی۔

علاوہ اس کے حدیث کا صاف واضح مطلب یہ ہے کہ اس جنگ میں جہاد کرنے والوں سے جنگ سے پہلے پہلے جو گناہ صادر ہوئے ہوں گے، وہ بخش دیے جائیں گے۔ یہ

مطلب نہیں کہ بعد میں جو چاہے کچھ بھی نا کردنی کرے وہ پیشگی معاف کر دیا گیا۔ اگر حدیث میں ما تقدم وما تاخر ہوتا تو ضرور یہ مطلب ہوتا۔ جب ما تقدم وما تاخر نہیں تو یہی مطلب متعین ہے کہ اس وقت تک جو خطا سرزد ہوئی ہوگی، وہ سب بخش دی جائے گی۔

امروہوی صاحب! علامہ ابن حجر کی طرف مہلب کا قول منسوب کرنا، اور ان کے رد کو نظر انداز کر دینا بھی آپ کے نزدیک تحقیق کا اعلیٰ کا معیار ہے۔ رد کرنے والوں کو قائل بتانا وہ تحقیق ہے جس کی داد آپ کے اکابر مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی ہی دے سکتے ہیں۔ اے خلافت معاویہ ویزید کو تحقیق بتانے والو! دیکھو یہ ہے تمہارے محقق کی کمال تحقیق۔

دوسری خیانت:

اسی حدیث کا پہلا حصہ قبرص کے فاتحین کے بارے میں ہے، جس میں فرمایا: قد اوجبوا علامہ ابن حجر نے "اوجبوا" کی شرح میں فرمایا تھا: ای فعلوا فعلا وجب لهم به الجنة۔ انہوں نے ایسا کام کیا، جس کی وجہ سے جنت واجب ہوگئی، اس میں سے "فعلوا فعلا" ضم کر کے صرف وجبت لهم به الجنة کو نقل کیا۔ کتر بیونت سے بھی جب کام چلتا نظر نہیں آیا، تو ترجمہ میں یہ عظیم تحریف کی یعنی ان سب غازیوں کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ وجبت لهم به الجنة میں کوئی ایسا لفظ نہیں تھا، جو کلیت پر دلالت کرتا ہو۔ لہذا آپ نے ترجمہ میں "سب غازیوں" کی پخ لگا دی کہ تا کہ مغفور لهم کے ترجمہ میں بھی یہ پخ فٹ ہو جائے۔

اے دین کے دشمنو! تم یزید کی محبت پر اپنا دین و ایمان ضائع کیے بیٹھے ہو تو ضائع کیے رہو، احادیث و قرآن کو کھیل نہ بناؤ، اگر ایسا کرو گے تم تو ان کے پیرو ہو جنہیں اللہ کے رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے منبر پر اچھلتے کودتے دیکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یزید کے بارے میں امت کا اتفاق ہے کہ وہ فاسق وفاجر تھا۔ امام احمد بن حنبل اور ابن جوزی وغیرہ اسے کافر بھی کہتے ہیں، اس پر لعنت کو بھی جائز فرماتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے کہ وہ زاہد و عابد تھا، تمام تاریخ چھان ڈالیے، اس کے زہد و قناعت کا ایک واقعہ نہیں ملے گا، اگر تھا تو امروہوی صاحب نے اسے نقل کیوں نہیں کیا، بلکہ خود

امروہوی صاحب کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید ہرگز زاہد نہیں تھا۔

صفحہ ۵۰۱ پر لکھتے ہیں:

حضرت ابوالدرداء جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے، ان کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام بھی دیا تھا، وہ یزید کو پسند کرتے تھے، مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانہ میں بیاہنے کو تیار نہ تھے، جہاں کام کے لیے خادمہ موجود ہو، پھر انہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں دی۔

امروہوی صاحب نہیں سردست اس سے بحث نہیں کرنا ہے کہ حضرت ابوالدرداء یزید کو پسند کرتے تھے یا نہیں۔ یہ تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث سے ظاہر ہو چکا۔ یزید ان سے مانوس تھا کہ مرعوب اتنا تو ثابت ہو گیا۔ اس زاہد خدا پرست نے اپنی نور نظر کو یزید کے گھر جانے دینا اس لیے نہیں گوارا کیا کہ وہاں کام کاج کے لیے خادمہ تھی کام کاج کے لیے خادمہ کا ہونا زہد کے کس درجہ میں داخل ہے۔ اس کو ہر دیندار جانتا ہے۔ بولیے! حضرت ابوالدرداء نے گھر میں خادمہ کے ہونے کو زہد کے منافی جانا یا نہیں۔ گھر میں خادمہ رکھ کے آپ کے لائق فائق امیر زاہدین کے زمرے میں رہے یا نہیں۔ ”خلافت معاویہ ویزید“ کا اصل موضوع یہ ہے کہ ریحانۂ رسول جگر گوشہ بتول امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاطی باغی تھے، اور یزید اور اس کے لشکر والے حق پر تھے، لیکن اسے ثابت کرنا آسان کام نہیں تھا، جیسے قاتل ایک قتل چھپانے کے لیے دسیوں قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح امروہوی صاحب کو عالم اور اہل بیت کا خون ناحق چھپانے کے لیے سیکڑوں امت مسلمہ کے مسلمات کو ذبح کرنا پڑا ہے۔ آپ نے بغض آل رسول علیہم السلام وحب یزید میں وہ جوش وخروش دکھایا ہے، جس کی داد ابن ملجم یا ابن زیاد ہی دے سکتے ہیں۔

آپ نے پہلے یزید کو زاہد وفاضل، مدبر سیاسی، اور غازی ثابت کیا۔ پھر اس کی خلافت کو حق بتایا، پھر امام عالی مقام کی خطا ثابت کی، پھر واقعہ شہادت کی سیکڑوں جزئیات کو غلط بتایا۔ حد یہ ہے واقعہ شہادت کو اس طرح بیان کیا، جیسے یہ کوئی اتفاقی معمولی سا واقعہ ہو جیسے چلتے چلتے پاؤں تلے چیونٹی مسل جائے، مگر یہ سب اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا تھا

جب تک کہ ائمہ سیر و تاریخ پر کیچڑ نہ اچھالا جائے، اس کے لیے آپ نے امام ابن جریر طبری کو شیعہ بتایا۔ ابو مخنف کو وضاع کذاب کہا۔ ابن خلدون تک کے تمام ائمہ سیر تک کو اندھا مقلد بتایا۔ جگہ جگہ روایت پر درایت کو ترجیح دی۔ قیاس سے تاریخی واقعات ثابت کیے وغیرہ وغیرہ ۔ جب کہیں جا کر ان کے لائق زاہد امیر یزید کا دامن ان کے خیال میں خانوادہ رسول کے خون ناحق سے صاف ہوا۔

اگر ہم ان تمام باتوں پر الگ الگ سیر حاصل بحث کریں تو اس کے لیے دفتر چاہیے۔ اس لیے ہم ان تمام جزئیات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اصولی باتوں پر گفتگو کر کے اس بحث کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔

یزید خلافت کا اہل نہیں تھا:

ہمارے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ یزید فاسق و فاجر تھا۔ جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ خلافت نیابت رسول ہے۔ خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں مسلمانوں کا دین بھی ہوتا ہے، دنیا بھی ہوتی ہے۔ فاسق کا فسق و فجور اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ وہ اپنی ہوس پرستی میں حدود شریعت کا لحاظ نہیں کرتا۔ اس لیے کسی بھی فاسق و فاجر کو یہ منصب سونپنا امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درست نہیں تھا۔ دوسرے یہ کہ فاسق کو خلیفہ بنانے میں فاسق کی تعظیم ہے، اور فاسق کی تعظیم و تکریم ناجائز اور گناہ ہے۔ اس لیے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یزید کی خلافت درست نہیں تھی۔ علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قال اللاقانی فی شرح جوهرته فی شرط الامامة انها خمسة : الاسلام والبلوغ والعقل والحرية وعدم الفسق بجارحة ولا اعتقاد لان الفاسق لا يصلح لامر الدين ولا يوثق باوامره ونواهيه، والظالم يختل به امر الدين والدنيا فكيف يصلح للولاية ومن الوالي لدفع شره، اليس يعجب استرعاء

الغنم الذئب؟ (حدیقه ندیه: ۱۰۲ ملخصا)

لاقانی نے شرح جوہرہ میں فرمایا: امامت کبریٰ کی شرطیں پانچ ہیں۔ مسلمان بالغ، عاقل، آزاد، اعتقاداً یا عملاً فاسق نہ ہونا، اس لیے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور نہ اس کے اوامر ونواہی پر وثوق کیا جاسکتا ہے۔ ظالم سے دین ودنیا کا امر برباد ہوجائے گا، تو کس طرح والی بنائے جانے کے لائق ہے، اس کے شر کو دور کرنے کے لیے کون والی ہوگا۔ کیا بھیڑیے سے بھیڑ کی چرواہی تعجب انگیز نہیں؟

حضرت امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں جو معرکۃ الآراء خطبہ دیا تھا، اسے ناظرین سنیں، اور خدا توفیق دے تو حق قبول کریں۔

ان الحسین خطب اصحابه واصحاب الحر بالبیضة فحمد الله واثنی علیه ثم قال ایها الناس ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال من رای سلطانا جائرا مستحلا حرم الله ناکثا لعهد الله مخالفا لسنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغر علیه بفعل ولا قول کان حقا علی الله ان یدخله مدخله الا ان هولاء قد لزموا طاعة الشیطان وترکوا طاعة الرحمن واظهروا الفساد وعطلوا الحدود واستاثروا بالفیٔ واحلوا حرام الله وحرموا حلال الله وانا احق من غیر .

امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں اپنے اور حر کے ساتھیوں کو خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہو، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہو، عہد الٰہی توڑتا ہو، سنت رسول کی مخالفت کرتا ہو، اللہ کے بندوں میں ظلم وتعدی کے ساتھ حکومت کرتا ہو اور دیکھنے والے کو اس پر قولاً یا عملاً غیرت نہیں آئی تو خدا کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ کی جگہ (دوزخ) میں اس (مداہن) کو ڈال دے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں، ان لوگوں (یزید اور یزیدیوں) نے شیطان کی اطاعت کی، رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی، فساد مچایا، حدود الٰہی کو بے کار کردیا۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیا۔ اللہ کے حرام کو حلال کیا، اور اللہ کے حلال کو حرام کیا۔ میں

المضیق، مضیق قسطنطیة .

ترجمہ: ۳۲ھ میں معاویہ نے بلاد روم میں جنگ کی، یہاں تک کہ قسطنطیہ کی گھاٹی تک پہنچ گئے۔

دوسری بار ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ کی سرکردگی میں اور تیسری بار ۴۴ھ میں، چوتھی بار ۴۶ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید سیف اللہ کی سرکردگی میں۔

اسی میں ہے: (ایضا: ج ۸ من ص: ۳۴)

سنة ثلث واربعين فيها غزا بسر بن ابی ارطاة بلاد الروم فوقع فيها حتى بلغ مدينة قسطنطية سنة اربع واربعين فيها غزا عبدالرحمن بن خالد ابن الوليد بلاد الروم ومعه المسلمون . (ایضا ص: ۲۷)

سنة ست واربعين فيها شتى المسلمون ببلاد الروم مع اميرهم عبد الرحمن بن خالد وقيل كان اميرهم غيره . (ایضا: ص: ۳۰)

ترجمہ: ۴۳ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ نے بلاد روم میں جنگ کی، یہاں تک کہ بڑھتے گئے، یہاں تک کہ شہر قسطنطیہ تک پہنچ گئے۔ ۴۴ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد نے بلاد روم میں جہاد کیا، اور ان کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے۔ ۴۶ھ میں مسلمانوں نے اپنے امیر عبد الرحمٰن بن خالد کے ساتھ بلاد روم میں جہاد کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ امیر کوئی اور تھا۔

۴۳ھ میں بسر بن ابوارطاۃ نے جو جنگ کی، اس کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قسطنطیہ تک پہنچ گئے۔ بدایہ نہایہ میں یہ مذکور نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن سیف اللہ قسطنطیہ تک پہنچے، مگر بدایہ اور نہایہ سے بدرجہا راجح کتاب ابوداؤد میں ہے۔ ابوداؤد ص: ۳۴۰، اول الجہاد باب فی قولہ عزوجل: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ" کہ یہ قسطنطیہ کی فصیل تک پہنچ گئے، اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا۔ نیز یہ کہ اس میں سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شریک تھے۔ ابوداؤد میں یہ تفصیل ہے۔ اسلم بن ابوعمران نے کہا: ہم مدینہ سے قسطنطیہ پر جہاد کے لیے نکلے، اور امیر لشکر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھے۔ اور رومی اپنی پیٹھ شہر پناہ سے چپکائے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا: ٹھہر ٹھہر!

لا الہ الا اللہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس پر ابوایوب انصاری نے فرمایا یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب اللہ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام غالب ہوگیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اپنے کام میں لگ جانا، جہاد چھوڑنا، اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ابن ابی عمران نے کہا: ابوایوب جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔

ترمذی (ترمذی: جلد ثانی تفسیر سورہ بقرہ ص: ۱۴۱) میں بھی تھوڑی زیادتی اور کچھ اختصار کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ اس میں یہ ہے کہ مصر پر عقبہ بن عامر اور ایک جماعت پر فضالہ بن عبید امیر تھے۔ سپہ سالار کون تھا، یہ ترمذی میں نہیں۔ طبری میں البتہ پوری تفصیل ہے۔ ابوداؤد والی سند کے ساتھ ہے کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور پوری جماعت پر عبدالرحمن بن خالد امیر تھے۔ طبری ہی میں دوسری روایت ہے کہ اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر فضالہ بن عبید تھے۔ ان سب کا حاصل یہ ہوا کہ لشکر کے سپہ سالار حضرت عبدالرحمن بن خالد سیف اللہ تھے، اور اہل مصر کے مجاہدین کے سردار حضرت عقبہ بن عامر اور اہل شام کے فضالہ بن عبید۔ اس طرح ابوداؤد اور ترمذی کی روایتوں میں تطبیق ہو جائے گی۔

ابوداؤد اور ترمذی میں مدت مذکور نہیں۔ مگر چونکہ حضرت عبدالرحمن بن خالد سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ۴۶ھ میں زہر دے کر مار ڈالا گیا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص: ۳۱)

تو ضروری ہے کہ یہ جہاد ۴۶ھ میں یا اس سے پہلے ہوا ہو۔ یزید پلید جس لشکر میں شریک ہوا۔ خواہ وہ سپہ سالاری حیثیت سے یا کسی ٹولی کے سرداری حیثیت سے خواہ عام فوجی کی حیثیت سے وہ قسطنطنیہ پر ۴۹ھ یا ۵۰ھ یا اس کے بعد حملہ آور ہوا تھا۔

بدایہ نہایہ میں ہے:

سنة تسع واربعين فيها غزا يزيد بن معاوية بلاد الروم حتى بلغ قسطنطنية. (ایضا ص: ۳۲)

ترجمہ: ۴۹ھ میں یزید بن معاویہ نے بلاد روم پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔

(عمدۃ القاری ۲۳۹/۷) وغیرہ میں اسی حدیث کے تحت ہے کہ یہ جنگ ۵۲ھ میں یا اس کے بعد ہوئی تھی۔ خود بدایہ نہایہ میں ۵۲ھ کے واقعات میں ہے کہ حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال اسی سال یعنی ۵۲ھ میں ہوا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے ایک سال پہلے یا اس کے ایک سال بعد بہر حال! یزید جس لشکر میں شریک تھا وہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر نہیں گیا، اور ثابت ہوگیا کہ ۴۹ھ سے پہلے قسطنطنیہ پر کم از کم تین بار ورنہ چار بار حملہ ہو چکا ہے۔ پہلے ۳۲ھ میں حضرت معاویہ نے کیا، ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ نے کیا، ۴۴ھ میں حضرت عبد الرحمن بن خالد بن ولید نے کیا، ۴۶ھ میں حضرت عبد الرحمن بن خالد سیف اللہ یا کسی اور صاحب کی سربراہی میں ہوا۔

اب اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں "مدینہ قیصر" سے مراد قسطنطنیہ ہی ہے۔ تو "اول جیش من امتی" متعین کر رہا ہے کہ اس کے مصداق حضرت معاویہ یا بسر بن ابو ارطاۃ، یا حضرت عبد الرحمن بن خالد سیف اللہ، اور ان کے ہمراہی ہیں۔ جس لشکر میں یزید تھا، وہ اس حدیث کے مصداق ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا یہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ پانچواں یا چوتھا تھا، اور بشارت صرف اس لشکر کے لیے ہے جو پہلی بار حملہ کرے گا۔

ایک شبہے کا جواب:

کوئی اگر یہ کہے کہ چوں کہ اس حدیث میں پہلے دریائی قوم پر (کریٹ) پر جہاد کا تذکرہ ہے، اور مدینہ قیصر پر حملے کا ذکر بعد میں ہے۔ نیز ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب یہ عرض کیا کہ دعا فرمایئے کہ میں ان میں سے ہوں تو ارشاد فرمایا تو پہلے والے میں ہے۔ ان دونوں سے متبادر ہوتا ہے کہ مراد وہ حملہ ہے جو قبرص کے بعد ہو۔

اقول: اولاً یہ وہی کہہ سکتا ہے جو حدیث تو بہت اہم ہے، عوام کے بھی کلام سے سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ سب کو معلوم ہے "کتقدم فی الذکر تقدم فی الوقوع" کو مستلزم نہیں، اور نہ ترتیب فی الذکر، ترتیب فی الوقوع" کو مستلزم۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ اگر چند واقعات مذکور ہوں تو جس ترتیب سے مذکور ہوں اسی ترتیب سے واقع بھی ہوں کہ جس کا ذکر

پہلے ہو وہ پہلے واقع ہو اور جس کا ذکر بعد میں ہو اس کا وقوع بعد میں ہو۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب کچھ اور ہوتی ہے۔ بیان کرنے والا اس کا لحاظ کیے بغیر پہلے رونما ہونے والے کو بعد میں اور بعد میں رونما ہونے والے کو پہلے ذکر کرتا ہے۔

ثانیاً: اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی یزید پرستوں کو مفید نہیں۔ اس لیے کہ قبرص ۲۸ھ میں فتح ہو چکا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد تاسع ص:۱۵۳)

یہی صحیح اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابو معشر نے کہا کہ قبرص ۳۳ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس تقدیر پر حضرت معاویہ کا ۳۲ھ والا جہاد اس میں داخل نہ ہوگا۔ مگر اس بشارت سے یزید پلید اب بھی خارج ہی رہا۔ کیوں کہ اس کے حملے سے پہلے ۴۳ھ میں بسر بن ابو ارطاۃ ۴۴ھ میں حضرت عبد الرحمن بن خالد سیف اللہ اس شرف کو حاصل کر چکے تھے۔

ثم اقول وباللہ التوفیق: یہ سطور لکھ چکا تو اس حدیث کے سلسلے میں ایک نیا رخ ذہن میں آ گیا۔ یہ حدیث بخاری جلد اول، باب قتال الروم، ص:۴۱۰ پر بہ طریق عمیر بن اسود عنسی حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، یہاں جو کلمات ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے:

عمیر بن اسود عنسی کہتے ہیں کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ حمص کے ساحل پر اپنی عمارت میں اترے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ام حرام بھی تھیں۔ تو ام حرام نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے: میری امت کا وہ لشکر جو سمندر پر پہلا حملہ کرے گا، واجب کر لیا۔ ام حرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ان میں سے ہوں؟ فرمایا: تو ان میں ہے۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے اس لشکر کو جو سب سے پہلے قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اسے بخش دیا جائے گا۔ (ام حرام کہتی ہیں) کہ پھر میں نے عرض کیا: میں ان میں سے ہوں یا رسول اللہ؟ تو فرمایا: نہیں۔

اس کے تحت علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری ۱۴/۱۹۸ میں فرماتے ہیں: اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام حرام سے، اس سے زیادہ تام (کامل) روایت

کیا ہے، جو اوائل الجہاد باب الدعا بالجہاد میں مذکور ہے۔ بخاری جلد اول ص ۳۹۱ پر یہ حدیث مفصل یوں مذکور ہے:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ام حرام بنت ملحان کے یہاں تشریف لے جاتے تھے، وہ خدمت میں کھانا پیش کرتیں، اور ام حرام عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے ماحضر پیش کیا جسے حضور نے تناول فرمایا، اور حضور کے سر اقدس سے جوئیں تلاش کرنے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو گئے، پھر بیدار ہوئے اور مسکرا رہے تھے۔ ام حرام نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کیوں مسکرائے یارسول اللہ؟ فرمایا: میری امت کے کچھ غازی سبیل اللہ مجھ پر پیش کیے گئے جو اس سبز سمندر کے بیچ میں سوار ہیں، جو تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہ ہیں یا تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحٰق سے شک ہوگیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور اقدس نے سر اقدس رکھا، اور پھر سو گئے۔ پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضور کس بات پر مسکرا رہے ہیں؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھ پر پیش کیے گئے جو فی سبیل اللہ اس (سبز سمندر) کے بیچ میں جہاد کرنے جا رہے ہیں۔ وہ تخت پر بادشاہ ہیں یا تخت پر بادشاہوں کے مثل ہیں۔ اسحٰق نے شک کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے ان میں کردے۔ فرمایا: تو پہلے والوں میں ہے۔ اس کے بعد ام حرام معاویہ بن ابوسفیان کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں، سمندر پار کرنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پاگئیں۔

اس تفصیل کے ساتھ امام بخاری نے اس حدیث کو مزید تین جگہ ذکر فرمایا ہے:

کتاب الجہاد	:	باب غزوۃ المرأۃ فی البحر، ص ۴۰۳
کتاب الاستیذان	:	باب من زار قوما فقال عندہم، ص ۹۲۹

کتاب تعبیر الرؤیا : باب الرؤیا فی النہار ص ۱۰۳۶،

علاوہ ازیں بقیہ صحاح ستہ اور دارمی، موطا امام مالک، مسند امام احمد وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

اس حدیث کے دونوں طریقوں میں سے ہر ایک طریقے میں کچھ باتیں زائد ہیں جو دوسرے میں نہیں۔ عمیر بن اسود کے طریقے میں یہ زائد ہے۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا۔

ترجمہ: میری امت کا وہ پہلا لشکر جو سمندر میں جہاد کرے، جنت کا مستحق ہے۔

مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقے میں نہ تو، اول جیش ہے، اور نہ قد اوجبوا، ہے۔

اسی طرح عمیر کی روایت میں یہ بھی زائد ہے:

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۱۰ باب ما قیل فی قتال الروم)

ترجمہ: میری امت کے پہلے لشکر کو جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا بخش دیا جائے گا۔

مگر حضرت انس کی روایت میں یہ نہیں۔

اسی طرح حضرت انس کی روایت میں دونوں جگہ یہ تفصیل ہے:

یرکبون ثبج ہذا البحر۔ اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔

مگر یہ عمیر کی روایت میں نہیں۔ مگر یہ راویوں کا عام طریقہ ہے کہ روایت میں کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس میں اختصار کر دیتے ہیں، جس کی نظیر صدہا ہیں۔ اس اختصار کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ اس لیے یہاں اس کی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ دونوں دو حدیثیں ہیں یا دو واقعے ہیں۔ علامہ عینی کی تصریح گزر چکی کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں۔ حضرت انس کی روایت زیادہ تام ہے۔ اب پوری حدیث یہ ہوئی کہ:

میری امت کا وہ پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ اور میری

امت کا وہ لشکر جو سب سے پہلے بحری سفر کرکے مدینہ قیصر پر حملہ کرے گا، بخش دیا جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ مغفرت کی بشارت کے لیے تین شرط ہیں۔ اول وہ بحری سفر کرکے حملہ کرے۔ دوسرے وہ مدینہ قیصر پر حملہ کرے۔ تیسرے یہ پہلا لشکر ہو۔ جس حملہ آور لشکر میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں گی وہ مغفرت کا مستحق ہے۔ اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو اس بشارت کا مستحق نہیں۔ یزید میں ان تین باتوں میں سے دو مفقود ہیں۔ نہ تو یہ جس لشکر میں شریک تھا وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر تھا اور نہ اس نے بحری راستے سے حملہ کیا تھا۔ وہ باب کے جبر و دباؤ سے خشکی کے راستے سے قسطنطنیہ گیا تھا۔ اس لیے یزید اس بشارت کا کسی طرح مستحق نہیں۔ البتہ عقبہ بن عامر بحری راستے سے قسطنطنیہ گئے تھے، وہ اس بشارت کے مستحق ہیں۔ یزید پلید کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆

تبلیغی جماعت کیا ہے؟

مثلاً یہاں قریب و جوار میں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے۔ لیکن جو آبادی ہے وہ
بھی [illegible] ہے۔ یہاں کے مسلمانوں کو پتہ تک نہیں کہ اسلام سے کوئی
خاص تعلق نہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]

اسلامی ارکان [illegible] سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔ یہاں
قصبہ کی مسجد میں کبھی کبھی تبلیغی جماعت والے آتے ہیں اور لوگوں کو [illegible] مسجد میں لے
جاتے ہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس بات کی وجہ سے یہ لوگوں نے سمجھ [illegible]
[illegible]

جوابات درکار ہیں۔ تاکہ یہاں کے کم علم عوام لڑائی جھگڑا اور آپس کا اختلاف ختم کرکے ایک ہو جائیں۔ اور آپ قیامت میں سرخ رو ہوں۔

۱۔ دیوبندی اور تبلیغی جماعت والے مسلمان ہیں، یا کافر و مرتد؟ ان لوگوں کے ساتھ ربط ضبط رکھنے، ان امام کے پیچھے نماز پڑھنے، یا ان کے جنازے میں شریک ہونے، ان کے یہاں کی قربانی کا گوشت کھانے، قربانی کے جانور میں حصہ لینے، ان سے سلام کلام کرنے اور مصافحہ کرنے، ان کے گھر رشتہ کرنے وغیرہ سے مسلمان، مسلمان رہ جاتا ہے، یا کافر ہو جاتا ہے؟ اور اس کا نکاح ٹوٹنے کا باعث بن جاتا ہے؟

۲۔ دیوبندیوں وغیرہ کو کافر کہنے والی جماعت کا کوئی عاشق رسول آپ کے علم میں ارض مقدس مکہ یا مدینہ کی خاک میں دفن ہوا ہے یا نہیں؟

۳۔ ہندوستان کے اندر اور باہر سفر اور حضر میں کاروبار یا ملازمت کے سلسلے میں قرابت اور رشتہ داری کے سلسلہ میں حج وعمرہ کے سلسلہ میں تمام دنیا کے کلمہ گو باہم ربط ضبط اور اختلاط رکھتے ہیں، باجماعت نماز، جنازہ، افطار، قربانی میں شریک ہوتے ہیں۔ حج کے معلمین سے اور حرمین شریفین کے موذنین اور ائمہ سے سلام و مصافحہ کرتے ہیں، ان کو ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اگر [illegible] سب کا ایمان (اور نکاح ٹوٹ جانے سے) اگر سب کے سب ختم کر چکے تو خدا کے لیے یہ ضرور تحریر فرمایئے کہ دنیا کے کس گوشہ میں [illegible] جن کی کثرت تعداد پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت میں فخر فرمائیں گے، خدا کے لیے ان کی نشاندہی فرمایئے۔ آخرت میں ہم لوگ آپ ہی کا دامن پکڑیں گے۔ دلیل و ثبوت آپ کو اللہ و رسول کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔

فقط والسلام

المستفتی: احمد حسین رضا [illegible] پور

مہراج گنج، اتر پردیش، [illegible] اگست ۱۹۹۰ء

الجواب

اگرچہ بظاہر تبلیغی جماعت والے کلمہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں مگر ان کا مقصود کلمہ نماز کی تبلیغ نہیں، وہابی، دیوبندی بنانا ہے۔ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی نے بڑی صفائی سے اپنی مجلس میں اپنے مخصوص و معتمد افراد کے سامنے بیان کیا ہے کہ:

لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہرگز نہیں۔ قسیم الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں مجھے ایک نئی قوم بنانی ہے۔ (دینی دعوت۔ ص ۲۰۵)

مولوی الیاس کے اس قول سے ظاہر ہوگیا کہ ان کا تبلیغی جماعت سے اصل مقصود نئی قوم بنانا ہے، اور نماز، کلمہ وغیرہ صرف عوام کو پھانسنے کے لئے ہے۔ ایک دوسری مجلس میں انہوں نے اپنا وہ فارمولا بھی پیش کردیا جس سے وہ نئی قوم بنائیں گے۔

ان کے ملفوظات میں ہے:

مولانا (اشرف علی) تھانوی نے بہت کام کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ طریقہ کار میرا ہو اور تعلیمات ان کی پھیلائی جائیں۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تبلیغی جماعت کا مقصد اشرف علی تھانوی صاحب کی تعلیمات پھیلانا ہے۔ کلمہ نماز مقصد نہیں، مولوی الیاس کے تحصیل طریقہ کار ہے۔ حاصل یہ نکلا کہ تبلیغی جماعت کلمہ نماز وغیرہ کی بات کرتی ہے یہ بظاہر دکھانے کے لیے اور عوام کو پھانسنے کے لیے ہے۔ تبلیغی جماعت کا مقصد کلمہ نماز کی اشاعت نہیں، اس کا اصل مقصد مولوی اشرف علی کی تعلیمات پھیلانا ہے۔ ایمان کا خاتمہ کرنا ہے۔ اے کاٹ کر دی، ایسے وقتوں سے علاوہ نہیں جا کر اندر ان کے اندر بن گئے ہیں اور اندر اندر امریکہ کی پالیسی پھیلاتے ہیں۔ جب دیوبندی تحریر میں، تقریر میں، ہر محاذ میں علمائے اہل سنت سے مسلسل شکستیں کھا کر پسپا ہو چکے تھے تو انہوں نے تبلیغی جماعت قائم کی، اور مولوی الیاس جیسے مکار کو اس کا امیر بنایا، جس نے کلمہ نماز مسلمانوں کی اصلاح کا ڈھونگ رچایا، اور اندر اندر دیوبندیت پھیلایا۔ تبلیغی جماعت کی وجہ سے ہزار ہا ہزار افراد دیوبندی ہوگئے۔ اس لیے علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت اپنے جملہ متعلقین کو تبلیغی

جماعت سے الگ رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ سوچیں مولوی الیاس تبلیغی جماعت کے بانی کہہ چکے ہیں کہ میرا طریق کار ہو، اور تعلیمات مولوی اشرفعلی تھانوی کی ہو۔ اب آپ مولوی اشرفعلی تھانوی کی سیکڑوں گمراہ کن باتوں میں سے صرف ایک بات سن لیں۔

یہ اپنی کتاب حفظ الایمان کے صفحہ: ۸، پر لکھتے ہیں:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علم غیب مراد ہے تو اس میں حضور ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی (بچے) اور مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کو بھی حاصل ہے۔

آپ اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔ اس عبارت میں تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو ہر کس و ناکس حتی کہ بچوں پاگلوں، جانوروں، کتوں، سوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے، جس میں یقیناً حضور اقدس ﷺ کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ جب تبلیغی جماعت کا مقصود اصلی تھانوی صاحب کی تعلیمات کو پھیلانا ہے، اور ان کی تعلیم کا نمونہ گزر چکا تو کون مسلمان ہوگا کہ ایسی گندی پھوہڑ تعلیم کے پھیلانے والوں کو اپنی مسجدوں میں آنے دے گا؟

کون ان کے پیچھے نماز پڑھے گا؟

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا مومن نہیں ہے، کافر ہے۔ انہیں کفری عقیدوں کی بنیاد پر علمائے عرب و عجم، حل و حرم، ہند و سندھ نے علمائے دیوبند کے بارے میں متفقہ فتویٰ دیا کہ یہ کافر ہیں۔ ایسے کافر جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ تبلیغی جماعت کے بانی امیر مولوی اشرفعلی تھانوی کی اس کفری عبارت پر مطلع تھے اور ہیں اسی قسم کی باتوں کو پھیلانا تبلیغی جماعت کا مقصود ہے، اور جو کفر پھیلانا اپنا مقصود بتائے وہ بھی کافر۔

قرآن مجید میں ہے:

انکم اذا مثلهم۔ اب تو بھی انہیں جیسے ہو۔

علاوہ ازیں سارے تبلیغی، دیوبندی مولوی اشرفعلی تھانوی کو اپنا بزرگ و پیشوا مانتے ہیں، اور کوئی بھی آدمی اسی کو اپنا بزرگ و پیشوا مانتا ہے، جس کے عقیدے پر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر دیوبندی و تبلیغی کا عقیدہ وہی ہوا جو مولوی اشرفعلی تھانوی کا تھا یعنی حضور اقدس ﷺ کا علم غیب معاذ اللہ! بچوں، پاگلوں، سور، کتے کے مثل ہے، اس لیے تمام تبلیغی، دیوبندی کافر و مرتد ہیں، ان سے میل جول، سلام و کلام حرام۔

حدیث میں بد مذہبوں کے بارے میں فرمایا

فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم

ترجمہ: نہ ان کے پاس اٹھو بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، نہ ان کے جنازے کی نماز پڑھو۔

اور جب یہ کافر ہیں تو نہ ان کی نماز، نماز، نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز درست۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر بلکہ اس سے بدتر۔

در مختار میں ہے۔

وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة يكفر بها فلا يصح به الاقتداء اصلا.

ترجمہ: جو کچھ کہ ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو جس کی وجہ سے کافر ہو جائے تو اس کی اقتدا قطعاً درست نہیں۔

اور جب یہ کافر و مرتد ہیں، ان کا ذبیحہ حرام و مردار۔ جیسے مجوس و ہنود کا ذبیحہ۔

در مختار میں ہے:

ويبطل منه ما يعتمد الملة وهى خمس النكاح والذبيحة

کافر و مرتد کا نکاح و ذبیحہ حرام ہے۔

اور یہ جب کافر و مرتد ہیں تو اگر کوئی تبلیغی، وہابی قربانی میں شریک ہو جائے تو سب کی قربانی باطل۔ قربانی صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ قربانی کے تمام شرکاء کی نیت قربت یعنی

عبادت ہو۔ تبلیغی دیو بندی کا فر ہونے کی وجہ سے عبادت کے اہل نہیں ۔ ان کی عبادت کی نیت لغو، کسی دیو بندی وہابی کا قربانی میں شریک ہونا ایسے ہی ہے، جیسے کسی رافضی وہندو کا شریک ہونا۔ واللہ اعلم۔

اولاً: مدینہ طیبہ میں محض دفن ہونا اس کی دلیل نہیں کہ وہ شخص مسلمان ہے۔ لاکھوں شیعہ مدینہ طیبہ میں آباد ہیں، اور مرنے کے بعد وہیں دفن ہوتے ہیں بلکہ جنۃ البقیع میں دفن ہوتے ہیں، کیا وہ سب آپ کے نزدیک پکے مسلمان ہیں؟ لیکن الحمد اللہ! علمائے اہل سنت میں سے متعدد حضرات مدینہ طیبہ میں دفن ہیں وہ بھی ایسے افراد جو دیو بندیوں کو وہابیوں کو کافر کہتے تھے۔ مثلاً کچھوچھہ شریف کے حضرت مولانا سید شاہ مصباح الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا صاحب اور حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب سیالکوٹی جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آباد ہو گئے، اور پچاس ساٹھ سال تک مدینہ طیبہ رہے۔ وہیں وصال فرمایا، اور جنۃ البقیع میں حضرت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ مبلغ اسلام، سیاح عالم مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابھی آخیر عمر میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ سکونت اختیار کر لی وہیں وصال فرمایا، اور جنۃ البقیع میں مدفون ہیں۔ آخیر کے دونوں حضرات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔

رہ گئی نجدیوں کے پیچھے نماز کی بات۔ میں تو اب بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ اکیاسی سال کی عمر ہو چکی ہے۔ اب حج کی استطاعت نہیں ورنہ میں آپ سے کہتا کہ میرے ساتھ چلیے، میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ دنیا کے اکناف واطراف کے کتنے مسلمان ہیں جو الگ جماعت کرتے ہیں۔ حتی کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو نجدیوں کی مقرر کردہ تاریخ پر حج نہیں کرتے۔ دوسرے دن پھر عرفات میں حاضر ہوتے ہیں۔ عشا بعد میں نے خود دس بارہ جگہ لمبی لمبی جماعتیں ہوتے دیکھی ہیں۔

اب آپ خود دیو بندی شیخ الاسلام، دیو بندی مدنی، حسین احمد ٹانڈوی صاحب کی زبانی سنیے کہ نجدیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ انہوں نے دس بارہ نجدیوں کے گمراہ کن اہل سنت کے خلاف عقائد گنائے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

وہابیت خبیث شان رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نہایت گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں۔ (الشہاب الثاقب)

اب آپ اپنے ایمان سے فتویٰ پوچھیے کہ جب نجدی حضور اقدس ﷺ کی شان میں انتہائی گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں تو مسلمان ہیں کہ کافر؟ کافر ہیں تو ان کے پیچھے نماز کیسے صحیح ہوگی۔

رہ گیا عوام حجاج کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا یہ دلیل جواز نہیں انہیں اس کی خبر ہی نہیں کہ امام کون ہے۔ اس کا عقیدہ کیا ہے؟ وہ تو بھیڑ یا دھسان کی طرح سے جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں گر عوام کو فعل دلیل جواز ہو تو پھر شریعت کا خدا حافظ!

نجدیوں کی بے ایمانی کھلی ہوئی ہے۔ امسال جمعہ کو حج کرایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بدھ کو چاند ہوا۔ لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پوری دنیا میں کہیں بھی ذی الحجہ کا چاند بدھ کو نہیں ہوا۔ مصر ترکی برطانیہ امریکہ، کہیں بھی نہیں ہوا۔ سب سائنس دانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ امسال بدھ کو ذی الحجہ کا چاند نظر آنا ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن نجدیوں نے امسال بدھ کو ذی الحجہ کا چاند مان کر جمعہ کو حج کرا دیا۔

دوسری بے ایمانی یہ کہ امسال ۱۱/۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ ہی سے کنکری مارنے کا اعلان کر دیا، جس پر لاکھوں جاہل حجاج نے عمل کرکے اپنے اوپر دم لازم کیا، یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے کہ حرمین طیبین پر نجدیوں جیسے بے ایمانوں کی حکومت ہے، ان میں نہ دین ہے، نہ دیانت جیسے پچھلی صدی ہجری میں [illegible] یہاں کی حکومت رہ چکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس فتوے کو ٹھنڈے دل سے پڑھیں گے تو آپ کو اطمینان ہو جائے گا۔ آپ نے بچارے کئی دیہاتی مسلمانوں پر بہت سی پھبتیاں کسی ہیں، مگر آپ کو پتا نہیں کہ تبلیغی جماعت کے مبلغین کتنے بڑے جاہل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ نہ کلمہ صحیح پڑھ پاتے ہیں، نہ قرآن مجید، جن کا نہ وضو صحیح ہوتا ہے، نہ نماز کسی بھی تبلیغی مبلغ کو میرے پاس لائیے۔ میں آپ کو اس کی تصدیق کرا دوں گا۔ بہر حال یہ فروعی باتیں ہیں بنیادی بات عقیدہ ہے۔ اس کی روشنی میں آپ کو سوچنا ہے کہ تبلیغی جماعت کون ہے، اور کیا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں نجدیوں کی اقتدا

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

مولوی حبیب الرحمن کنک عرف مجاہد ملت کو جب سعودی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تھی تو وہاں کیا کرنے گئے تھے اور سعودی حکومت نے اختلاف و جھگڑا کرنے کی سزا میں جیل بھیجا اور مکہ مدینہ سے نکال کر باہر کیا۔ تو پھر آپ لوگ کیوں روتے دھوتے ہیں۔ کیوں اپنے خود ساختہ یونیورسٹی میں احتجاجی جلسہ کرتے ہیں اور اپنے رسالہ اشرفیہ میں سعودی حکومت کے خلاف کیوں اول فول لکھتے ہیں؟

الجواب:

یہ سوال بذریعہ ڈاک دارالافتا میں آیا، مگر سائل نے اپنا کوئی نام نہیں لکھا اور نہ پتہ اور نہ جواب کے لیے لفافہ رکھا کہ اسے جواب بھیج دیا جاتا۔ لفافہ پر ڈاک خانہ کی مہر صاف نہیں تھی، بڑی مشکل سے اعظم گڑھ پڑھنے میں آیا، اور پوسٹ آفس کی جگہ پر ، ایم۔ بہر حال ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ سوال کس نے بھیجا ہے، کہاں سے بھیجا۔ ویسے اندازہ ہے کہ یہ سوال مبارک پوری ہی سے آیا ہے۔ اس لیے کہ جس ماہنامہ اشرفیہ میں حضرت مجاہد ملت کی گرفتاری کے خلاف احتجاج ہے وہ ابھی تین دن پہلے چھپ کر آیا ہے، اور صرف مقامی طور پر تقسیم ہوسکا ہے۔ بہر حال! جواب کے سلسلے میں ہمیں دو باتیں عرض کرنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ نجدی امام کو لائق امامت نہ جانتے ہوئے بھی حج و زیارت کے لیے جانا درست ہے یا نہیں۔

اس سوال کے جواب میں معروض ہے کہ نجدیوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اس کا حل اس پر موقوف ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں۔ اس سلسلے میں نجدیوں کے وظیفہ خوار بہت بڑے سرغنہ مولانا حسین احمد ٹانڈوی عرف مدنی کی تحقیق انیق پیش کرتے ہیں۔ جو

انہوں نے "الشہاب الثاقب" میں نجدیوں کے عقائد کے بارے میں تحریر کی ہے، جس کا جی
چاہے، کتاب مذکور کا صفحہ ۴۲ر لغایت صفحہ ۶۶ر کا مطالعہ کرے۔
لکھتے ہیں: صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی نجد عرب سے
ظاہر ہوا، اور چوں کہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اس لیے اس نے اہل سنت
وجماعت سے قتل وقتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو
غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل
حرمین کو خصوصا اور اہل حجاز کو عموما اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی
شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف
شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے
ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا، اسی وجہ سے اہل عرب کو
خصوصا اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا، اور ہے، اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود
سے ہے، نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے
ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجے کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی
تکالیف دی ہیں، تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اس قدر رنج وعداوت
نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔

اب میں وہابیہ کے چند عقائد عرض کرتا ہوں

(۱) محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم وتمام مسلمانان دیار مشرک وکافر
ہیں۔ اور ان سے قتل وقتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا، حلال اور جائز بلکہ واجب
ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان (شوہر ریاست بھوپال غیر مقلد) نے خود اس کے ترجمے
میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔ (صفحہ: ۴۳)

(۲) نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات
فقط اسی زمانے تک ہے، جب تک وہ دنیا میں تھے، بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت
میں برابر ہیں۔ اگر بعد وفات ان کی حیات ہے، تو وہی حیات ان کو برزخ ہے، جو آحاد امت

کو ثابت ہے، بعض ان کے فقط جسم نبی کے قائل ہیں، مگر بلا علاقہ روح، اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کی جن کا زبان پر لانا جائز نہیں، دربار حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے، اور انہوں نے اپنے رسائل وتصانیف میں لکھا ہے۔ (صفحہ: ۴۵)

(۳) زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم وحضوری آستانہ شریف وملاحظہ روضہ مطہرہ کو یہ طائفہ بدعت، حرام وغیرہ لکھتا ہے، اس طرف اس نیت سے سفر کرنا محظور وممنوع جانتا ہے۔ "لاتشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد" ان کا مستدل ہے۔ بعض ان میں کے سفر زیارت کو معاذ اللہ تعالیٰ زنا کے درجہ کو پہنچاتے ہیں۔ اگر مسجد نبوی میں جاتے ہیں تو صلوٰۃ وسلام ذات اقدس صلی نبوی علیہ السلام کو نہیں پڑھتے اور نہ اس طرف متوجہ ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ (صفحہ: ۴۵، ۴۶)

(۴) شان نبوت وحضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں، اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں، اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں، اور اپنی شقاوت قلبی وضعف اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے توسل دعا میں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں یہاں تک کہ بعض ان کا مقولہ ہے، معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں، اور ذات فخر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے۔ (صفحہ: ۴۷)

(۵) وہابی امر شفاعت میں اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ بمنزلہ عدم کے پہنچا دیتے ہیں۔ (صفحہ: ۴۷) نجدیوں کے اس قسم کے ۶۷، ۶۸ عقائد فاسدہ مولانا عرف مدنی نے شمار کرائے ہیں۔ ان سب کے ذکر کرنے میں طول ہے۔ جو عقائد ہم نے مولانا عرف مدنی صاحب کی زبانی تحریر کیے ہیں۔ انہیں کو مسلمان دیکھیں۔ کیا ایسے گندے گھنونے عقیدے

رکھنے والے مسلمان ہیں۔ کیا ان کی نماز، نماز ہے کیا ان کے پیچھے کسی کی نماز درست ہے۔ ان ۵۰ میں سے اور کو جانے دیجئے، صرف نمبر ۴۴ کو لیجئے۔ شیخ نائلہ نجدیوں کا عقیدہ شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شان نبوت حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ (نجدیہ) نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔ یہی ایک عقیدہ اس پر کافی دلیل ہے کہ نجدی مسلمان ہرگز ہرگز نہیں۔ ہر مسلمان بچہ بچہ جانتا ہے کہ شان نبوت میں ادنیٰ سی گستاخی کفر ہے، چہ جائے کہ نہایت گستاخی۔ علامہ شامی وغیرہ نے یہ نقل فرمایا ہے:

اجمع المسلمون علی ان شاتمه کافر من شک فی عذابه وکفره، کفر

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ جو اس کے عذاب وکافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

درمختار میں ہے:

وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها فلا یصح الاقتداء به اصلا۔

اگر ضروریات دین میں سے بعض کا انکار کرے، جس پر اس کی تکفیر کی جائے تو اس کی اقتداء درست نہیں۔

تو ثابت ہو گیا کہ نجدی چوں کہ شان رسالت میں نہایت گستاخ ہیں اس لیے وہ کافر ہیں، اور کافر کی اقتداء درست نہیں، اس لیے نجدیوں کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہ گئی دوسری بات کہ جب نجدی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی تھی، تو حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی حرمین طیبین گئے کیوں؟ یہ انتہائی سفیہانہ بات ہے۔ حضرت مجاہد ملت حج وزیارت کے لیے گئے تھے۔ نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے نہیں گئے تھے۔ حج وزیارت کا جز نجدی امام کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں۔ نہ ہم اللہ ورسول کی طرف سے اس کے مکلف ہیں کہ حرمین طیبین پر جس بدمذہب، جس مسلمان، کافر کا قبضہ ہو جائے، اس کے پیچھے جا کر نماز ضرور

پڑھیں۔ حرمین طیبین پر ظلم وتعدی سے قبضہ کر لینے کی وجہ سے حرمین طیبین نجدی حکومت کی ملکیت نہیں ہوگئی۔ سارے جہان کے مسلمانوں کا حق اس پر برابر ہے۔ حج وزیارت سارے جہان کے مسلمانوں کا مذہبی حق ہے۔ حج وزیارت سے کسی مسلمان کو روکنا بلاشبہ ظلم وزیادتی ہے۔ نجدی حکومت نے حضرت مجاہد ملت مدظلہ العالی کو حج وزیارت سے محروم کر کے بلاشبہ ظلم کیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ.

اس سے بڑھ کر ظالم کون ؟ جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کی یاد کیے جانے سے روکے۔ کسی ایک کو روکنا ایسے ہی ہے جیسے سب کو روکنا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.

واللہ تعالیٰ اعلم (ماہنامہ اشرفیہ)

غیر مقلدین سے چند سوالات

آئے دن غیر مقلد جہلا حضرت شارح بخاری کی خدمت میں کچھ مہمل سوالات بھیجا کرتے تھے کبھی کبھی چھپے ہوئے اشتہار بھی آتے تھے۔ حالانکہ ان سب سوالات کے مدلل، مفصل مسکت جوابات علمائے اہل سنت بہت دے چکے تھے۔ جن کے جواب سے غیر مقلدین علما عاجز ہیں۔ اور قیامت تک عاجز رہیں گے۔ ان سوالات سے غیر مقلدین کا مقصد یہ تھا کہ شارح بخاری اسی میں الجھ جائیں ان کا وقت اسی میں صرف ہوجائے اس کے علاج کے لیے حضرت شارح بخاری نے چند سوالات مرتب فرمائے جہاں سے وہ مہمل سوالات آتے وہاں اس کی ایک کاپی بھیج دی جاتی، اس کے بعد چند مہینے میں سوالات آنا بند ہوگئے۔ مسودات میں جو سوالات ملے اسے شریک اشاعت کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

ا۔ کیا کوئی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے خواہ قصداً یا بلا قصد وہ مسلمان ہے یا کافر؟

۲۔ یہ کہنا کہ نماز میں بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا ہے۔ توہین کا جملہ ہے یا نہیں؟

۳۔ نماز میں غیر خدا کی تعظیم مثلاً کسی نبی یا مومن کی، شرک ہے یا نہیں؟

۴۔ تکبیر تحریمہ سے لے کر اختتام نماز تک، نماز میں جتنے افعال ادا کیے جاتے ہیں یا جو کچھ پڑھا جاتا ہے، یہ سب خدا کی عبادت ہے یا نہیں؟ یا کچھ خدا کی عبادت کچھ غیر خدا کی عبادت؟

۵۔ حدیث: لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ؟

کیا جب تو میری قبر سے گزرے تو اس کو سجدہ کرے گا، کے بعد "ف" بڑھا کر یہ لکھنا یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا نہیں؟ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے یا نہیں؟

۶: کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مر کر مٹی میں مل گیا، اس کی توہین ہے یا نہیں؟

۷: شفاعت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

۸۔ کیا امت کے ہر ہر فرد پر فرض ہے کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل اپنی سمجھ کے مطابق استخراج کرے یا کچھ لوگوں پر تقلید کرنی واجب ہے؟ اگر جواب دوسرا ہے تو تفصیل سے بتایا جائے کہ کون وہ لوگ ہیں جنہیں تقلید کرنا واجب ہے اور جنہیں تقلید کرنا حرام ہے؟

۹۔ قرآن واحادیث سے مسائل کے استخراج کرنے کی اجازت ہر شخص کو ہے یا اس کے کچھ شرائط ہیں؟ اگر شرائط ہوں تو وہ کیا کیا ہیں؟ اور جن میں یہ شرائط نہ پائے جائیں ان پر تقلید واجب ہے یا نہیں؟

۱۰: ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ ۝

اور طلاق والیاں اپنے آپ کو تین قروء رکے رہیں۔

زید نے ہندہ کو طہر میں طلاق دی۔ یہ طہر اور دو طہر پورا ہونے کے بعد ہندہ کو حیض آیا۔ یہ عورت شافعیہ ہے، اس نے حیض آتے ہی نکاح کر لیا تو اس کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بکر اور خالد حنفی ہیں۔ بکر نے خالدہ کو طہر میں طلاق دی، اسے فوراً حیض شروع ہو گیا، تین حیض پورے ہونے کے بعد حیض سے فارغ ہوتے ہی اس نے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۱۱۔ جو شخص تقلید شخصی کو واجب کرتا ہے۔ وہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو، یا حنبلی۔ وہ اپنے امام کے طریقے پر نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز صحیح ہے یا باطل؟ کیا یہ لوگ نماز پڑھنے کے باوجود تارک صلوٰۃ ہیں؟

۱۲۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی امام کے پیچھے غیر مقلدین کی نماز صحیح ہے یا باطل؟

۱۳۔ صحابۂ کرام کے مابین قراءت خلف امام اور بالسر والجہر کا اختلاف تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو جو صحابہ قراءت خلف امام نہیں کرتے تھے۔ آمین آہستہ پڑھتے تھے، رفع یدین نہیں کرتے

۶: کسی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ مر کر مٹی میں مل گیا، اس کی توہین ہے یا نہیں؟

۷: شفاعت کے منکر کا کیا حکم ہے؟

۸۔ کیا امت کے ہر ہر فرد پر فرض ہے کہ وہ براہ راست قرآن وحدیث سے مسائل اپنی سمجھ کے مطابق استخراج کرے یا کچھ لوگوں پر تقلید کرنی واجب ہے؟ اگر جواب دوسرا ہے تو تفصیل سے بتایا جائے کہ کون وہ لوگ ہیں جنہیں تقلید کرنا واجب ہے اور جنہیں تقلید کرنا حرام ہے؟

۹۔ قرآن واحادیث سے مسائل کے استخراج کرنے کی اجازت ہر شخص کو ہے یا اس کے کچھ شرائط ہیں؟ اگر شرائط ہوں تو وہ کیا کیا ہیں؟ اور جن میں یہ شرائط نہ پائے جائیں ان پر تقلید واجب ہے یا نہیں؟

۱۰: ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؇

اور طلاق والیاں اپنے آپ کو تین قروء رکے رہیں۔

زید نے ہندہ کو طہر میں طلاق دی۔ یہ طہر اور دو طہر پورا ہونے کے بعد ہندہ کو حیض آیا۔ یہ عورت شافعیہ ہے، اس نے حیض آتے ہی نکاح کر لیا تو اس کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ بکر اور خالد حنفی ہیں۔ بکر نے خالدہ کو طہر میں طلاق دی، اسے فوراً حیض شروع ہو گیا، تین حیض پورے ہونے کے بعد حیض سے فارغ ہوتے ہی اس نے نکاح کر لیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۱۱۔ جو شخص تقلید شخصی کو واجب کرتا ہے۔ وہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو، یا حنبلی۔ وہ اپنے امام کے طریقے پر نماز پڑھتا ہے۔ اس کی نماز صحیح ہے یا باطل؟ کیا یہ لوگ نماز پڑھنے کے باوجود تارک صلوٰۃ ہیں؟

۱۲۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی امام کے پیچھے غیر مقلدین کی نماز صحیح ہے یا باطل؟

۱۳۔ صحابۂ کرام کے مابین قراءت خلف امام اور بالسر والجہر کا اختلاف تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو جو صحابہ قراءت خلف امام نہیں کرتے تھے۔ آمین آہستہ پڑھتے تھے، رفع یدین نہیں کرتے

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور شارح بخاری قدس سرہ العزیز کے صفات وکمالات میں ایک صفت مذہبی عزیمت وحمیت اور احقاق حق وابطال باطل بھی تھی۔ انہیں خصوصیات وکمالات کا آئینہ "مقالات شارح بخاری جلد دوم" ہے۔ جو دو ابواب پر مشتمل ہے (۱) اول رضویات (۲) باب دوم تحقیقات وتعقبات۔ رضویات۔ اس جلد کا بہت ہی اہم باب ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت وعظمت شان کو واضح وروشن کیا گیا ہے۔ بلاشبہ شارح بخاری ان نظریات کے پاسبان ونگہبان تھے۔ مسلک اہل سنت کو کسی نے بھی۔ کسی طرح اور کہیں سے داغدار کرنے کی کوشش کی اس کا دندان شکن جواب دیا گیا۔ وہابیوں، دیوبندیوں کے علم بازوں کے بدیانات وخرافات کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور ان پر ایسے سوالات قائم فرمائے، جن کے جوابات فرقہائے باطلہ دینے سے آج تک عاجز وقاصر ہیں۔ ان فرقہائے باطلہ کے خلاف بہت ہی نوکیلے تیر ونشتر بھی ملیں گے۔ مقالات شارح بخاری کا یہ باب اعلیٰ حضرت کے اس شعر کا مصداق ہے۔

کلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

دوسرا باب تحقیقات وتعقبات پر مشتمل ہے اس میں جدید اور خوش فکر مسلمان جو کہ دیوبندی وہابی، اختلافات کو نہیں سمجھتے۔ اس کو بتانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور بد مذہبوں کے سیاہ چہروں سے سفید رومال ہٹا کر ان کو بے نقاب کیا گیا ہے۔

قدیم، جدید کی بحث، خلافت معاویہ پر بحث، اور فرقۂ [illegible] پر مسجد کے آثار [illegible] علمی وفیصلہ کن بحث بھی باذوق قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔

ان مخلص ومعاونین کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کی اشاعت میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا۔ اس کی جزا مولیٰ تعالیٰ ہی دے گا۔

احقر کی کوشش وخواہش تھی کہ [illegible] شارح بخاری کے [illegible] منظر عام پر آجائیں مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ اور قارئین سے پر امید ہوں کہ اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو احقر کو ضرور مطلع فرمائیں۔ ان کا خاص طور سے مشکور رہوں گا۔

فقط والسلام

محمد محب الحق قادری

خادم دائرۃ البرکات گھوسی مئو

۱۳ ذی الحجہ ۱۴۲۶ھ ۔ ۱۳ جنوری ۲۰۰۶ء